

شیعہ مذہب
المعروف

حقائدِ حقیرہ

جلد اول

محقق اسلام - شیخ الحدیث علامہ
محمد سیدی رحمہ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ شیراز، جامعہ سولیش، شیراز، پاکستان

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِمَامُ حُسَيْنٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَرَمَا:

قَدْ خَدَلْتَنَا شِيعَتُنَا

تحقیق ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا

{ شیعوں کی معتبر کتاب مقتل ابی مخلف، ص ۴۳ }
{ تاریخ التوارخ حالات سید الشہداء، ص ۱۴۷ ج ۲ }

عُقَاثُ جَعْفَرِی

(جلد اول)

باب اول | اللہ، انبیاء، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں

باب دوم | آئمہ اہل بیت کی شیعوں پر پھٹکار

باب سوم | بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
محسن علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنجہ لاہور پاکستان فون 7227228

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ————— عقائد جعفریہ (جلد اول)

مصنف ————— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ————— راجہ محمد صدیق کیلیا نوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ ۰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج لاہور ۰ پاکستان فون 7227228

نقوش حیات

محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم: حفظ قرآن 1952ء، درس نظامی 1960ء، فاضل عربی 1961ء

1- جامعہ کا قیام: 1963ء میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج، لاہور قائم کیا جو اس وقت پاکستان میں اہل سنت کی معروف دینی درسگاہوں میں سے ایک ہے۔

2- آپ نے اپنے دور کے نامور علماء سے اکتساب فیض کیا، امام اہل سنت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب حزب الاحناف رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ الحدیث محمد ثین محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ، استاد العلماء حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاد اساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد نواز صاحب کیلانی مدظلہ العالی

3- دور طالب علمی میں آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی خانقاہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کے زریب سجادہ سید السادات حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جس نے آپ کی زندگی میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔

4- علوم اسلامیہ کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اسی شوق نے علوم اسلامیہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ رسولیہ کا روپ دھار لیا جو آج وطن عزیز کی صف اول کے اداروں میں شامل ہے۔

5- آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف تدریس کے شعبے تک محدود نہیں رکھا بلکہ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال ماضی قریب سے ماضی بعید دور تک کہیں نظر نہیں آتی۔ بلاشبہ آپ کی تصانیف مستقبل کے مورخ کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ صحابہ کرام اہمات المؤمنین اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان پر فرقہ ہائے باطلہ کی طرف سے دیئے گئے الزامات کا اس قدر مضبوط دلائل سے محاسبہ کیا کہ جن کو پڑھتے ہوئے قارئین پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ آپ کی اس تحقیق کا ذخیرہ آٹھ ہزار سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ خدمت حدیث کے حوالے سے موطا امام محمد کی شرح کئی ہزار صفحات کے لگ بھگ عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

وصال: 28 صفر 1418ھ بمطابق 14 جولائی 1996ء

فہرست مضامین عقائد جعفریہ

حصہ اول

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱	باب اول	۱
۳۲	شیعوہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد	۲
۳۳	فصل اول	۲
۳۴	اللہ تعالیٰ کی شان میں ان کی گستاخیاں	۴
۳۴	گستاخی ۱۔	۵
۳۴	مسلک بداد یعنی اللہ کو بھول گئی ہے	۶
۳۴	ہماری تعریف شیعوں کے کتب سے	۷
۳۵	ائمہ اہل بیت سے اللہ کے بدلہ پردوایات	۸
۳۵	بداد سے زیادہ کوئی صفت اللہ کے لیے قابل حمد نہیں	۹
۳۶	امام جعفر نے فرمایا: میرے بیٹے اسماعیل کے بارہ میں اللہ کو بڑا سخت بداد ہو گیا تھا (بھول گئی تھی) اصول کافی	۱۰
۳۶	اہل تشیع کے ہاں امامت کا درجہ رسالت سے زیادہ بلند ہے۔	۱۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۶	گستاخی ۲	۱۲
۴۶	اللہ تعالیٰ اور حضرت علی کی صفات ایک جیسی ہیں۔	۱۳
۴۸	گستاخی ۳	۱۴
۴۸	حضرت علی رض شریک خدا ہیں۔	۱۵
۵۱	گستاخی ۴	۱۶
۵۱	اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے	۱۷
۵۲	شیعہ مذہب میں مبالغہ آمیزی کی بنیاد بانی مذہب شیعہ عبد اللہ بن سباؓ	۱۸
۵۲	ڈالی۔ کہ حضرت علی کو خدا کا درجہ دے دیا۔	۱۹
۵۷	گستاخی ۵	۲۰
۵۷	اللہ تعالیٰ تیس سالہ نوجوان کی شکل میں ہے	۲۱
۶۱	فصل دوم	۲۲
۶۱	حضرات انبیاء کرام کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۳
۶۱	گستاخی ۱	۲۴
۶۱	امامت علی سے انکار کرنے پر اللہ نے یونس علیہ السلام کو شکم ماہی	۲۵
۶۱	میں قید کیا تھا۔	۲۶
۶۲	گستاخی ۲	۲۷
۶۲	پنجتن پاک صدر کھنے کی وجہ سے حضرت اُم کو جنت سے نکال دیا گیا۔	۲۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۲	گستاخی ۲	۲۷
۶۳	کفر کے تین اصولوں میں سے ایک حضرت آدم میں موجود تھا	۲۸
۶۵	ایک طرف انبیاء معصوم اور دوسری طرف کافر؟	۲۹
۶۸	گستاخی ۳	۳۰
۶۷	امامت اہل بیت سے انکار کرنے کی وجہ سے ان گنت انبیاء پر خدا کا	۳۱
۶۷	عذاب اتارا۔	
۷۱	گستاخی ۴	۳۲
۷۱	حضرت علی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔	۳۳
۷۷	ذکورہ گستاخیوں کے بارہ میں کچھ گزارشات	۳۴
۷۹	گستاخی ۵	۳۵
۷۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسری کائنات حضرت علی سے نیچے ہے۔	۳۶
۸۲	فصل سوم	۳۷
۸۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۳۸
۸۳	شیعہ کتب کے مطابق تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔	۳۹
۸۴	گستاخی ۶	۴۰
۸۴	تمام انبیاء کی شریعتیں تقیہ سے بھر پوری تھیں۔ اور حضور	۴۱
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ تقیہ باز تھے	
	معاذ اللہ	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۸۶	گستاخی ۱	۴۲
۸۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بری مثال	۴۳
۸۷	گستاخی ۲	۴۴
۸۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جلتے جلتے کوٹے میں معاذ اللہ	۴۵
۸۷	جبریل غلی سے حضرت علی کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے آیا	۴۶
۸۸	شیعہ فرقہ غزالیہ کا اعتقاد	۴۷
۸۹	دو لطیفے	۴۸
۹۱	گستاخی ۳	۴۹
۹۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو دیکھنے والا بھینکا ہے۔ ایک	۵۰
۹۱	شیعہ مجتہد کی بڑ۔	۵۱
۹۲	حضرت علی فقیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں معاذ اللہ اصول کافی	۵۲
۹۳	گستاخی ۴	۵۳
۹۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین ایسی صفات میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں	۵۴
۹۴	نوٹ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شرعی کا الزام	۵۵
۹۵	گستاخی ۵	۵۶
۹۵	اللہ تعالیٰ نے امامت علی کے بارے میں نبی کریم کو ڈانٹا۔	۵۷
۹۹	گستاخی ۶	۵۸
۹۹	اللہ تعالیٰ نے ولایت علی کی تاکید کی خاطر ایک سو بیس مرتبہ سمانوں پر بلایا۔	۵۹
۱۰۱	گستاخی ۷	۶۰
۱۰۱	حضرت علی کے ساتھ کسی اور کی ولایت ماننا شرک جتنا بڑا جرم ہے۔	۶۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	شیعوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔	۱۰۳
۴۱	فصل چہارم	
۴۲	اہل اہل المؤمنین اور خلفاء راشدین کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۱۰۶
۴۳	گستاخی ۱۔	۱۰۶
۴۴	حضرت امام جعفر ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔	۱۰۶
۴۵	ہر نماز کے بعد خلفاء ثلاثہ اور سیدہ عائشہ و حضرت رضی اللہ عنہما پر لعنت کرنا شیعوں کا ایمان ہے	۱۰۷
۴۶	جب کہ امام باقر کی نگاہ میں صداقت صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰۹
۴۷	گستاخی ۲۔	۱۱۱
۴۸	امام قائم ظاہر ہو کر حضرت عائشہؓ پر سزا جاری کریں گے۔	۱۱۱
۴۹	گستاخی ۳۔	۱۱۲
۵۰	صدیق اکبر فاروق اعظم اور عثمان رضی اللہ عنہم وقت کے فرعون اور قارون تھے۔ معاذ اللہ	۱۱۲
۵۱	گستاخی ۴۔	۱۱۵
۵۲	تمام شیعہ ہر نماز کے بعد خلفاء راشدین پر ۱۰۰ بار لعنت کرتے ہیں۔	۱۱۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۱۷	جب دس ہزار شیعوں مخلص ہو جائیں گے تو امام قائم ظاہر ہو جائیں گے۔ کیا ابھی تک اتنے شیعوں بھی مخلص نہیں بن سکے۔	۷۲
۱۲۱	گستاخی ۵	۷۳
۱۲۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔	۷۵
۱۲۴	ازواج مطہرات رسول کو طلاق دینے کی بحث	۷۶
۱۲۶	ایک شبہ اور اس کا جواب	۷۷
۱۲۹	شان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے مخالفین کا حالی	۷۸
۱۲۹	قرآن اور شیعہ تفاسیر میں	۷۹
۱۳۳	امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پاک ہیں۔	۸۰
۱۳۶	ہر گناہگار بخشتا جائے گا مگر گستاخ عائشہ ناقابل معافی ہے شیعہ تفاسیر کی روشنی میں	۸۱
۱۴۰	گستاخی ۶	۸۲
۱۴۰	تین کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔	۸۳
۱۴۱	صحابہ کی شان کے چند نمونے شیعوں کے کتب سے	۸۴
۱۴۷	گستاخی ۷	۸۵
۱۴۷	حضرت عقیل اور حضرت عباس عم رسولؐ۔ ان دونوں ذلیل تھے	۸۶
	معاذ اللہ	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۹	فصل پنجم	۸۷
	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۸۸
۱۵۲	گستاخی ۲	۸۹
	بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جان کے ڈر سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی	۹۰
۱۴۹	گستاخی ۱	۹۱
	بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے ہر حربہ اپنایا۔	۹۲
۱۵۲	گستاخی ۳	۹۳
۱۵۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر ان سے بیعت لی گئی	۹۴
۱۵۲	گستاخی ۴	۹۵
	بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی حق ظاہر نہ کیا۔	۹۶
۱۵۲	گستاخی ۵	۹۷
	شیعوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے سے ان کے	۹۸
۱۵۴	لٹا ہوا جھڑپ نہیں۔	
۱۵۴	گستاخی ۶	۹۹
۱۵۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑ کر لایا گیا اور وہ آہ وزاری کرتے رہے۔	۱۰۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۵۸	گستاخی ۱	۱-۱
۱۵۸	حضرت علی رضہ کو شیعوں نے اتنا درجہ کا بزدل ثابت کیا۔	۱-۲
۱۶۲	مذکورہ گستاخیوں سے چار امور ثابت ہوئے۔	۱-۳
۱۶۳	امراول: حضرت علی رضہ حکومت کے حریف تھے، کی تردید شان اہلبیت کی روشنی میں۔	۱-۴
۱۶۳	امردوم: دو حضرت علی رضہ بزدل تھے، کی تردید آپ کے اپنے بہادرانہ اقوال کی روشنی میں	۱-۵
۱۶۹	امرسوم: آپ نے حق نہ ظاہر کیا، کی تردید آپ کی چند وصیات کی روشنی میں۔	۱-۶
۱۶۳	امرچہارم: حضرت علی کو گالی دینے کے شیعہ جواز کی تردید عادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں	۱-۷
۱۶۴	فصل ششم	۱-۸
۱۶۹	سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۱-۹
۱۶۹	گستاخی ۲	۱۱-۱
۱۶۹	سیدہ رضہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُری طرح ڈانٹا اور سست کیا۔	۱۱-۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۲	گستاخی ۱	۱۷۷
۱۱۳	حضرت علی کی تنگدستی کی وجہ سے سیدہ فاطمہؓ کو ان سے نکاح پر افسوس	
۱۱۴	آیا اور رو پڑیں۔	۱۷۷
۱۱۴	گستاخی ۲	۱۷۸
۱۱۵	سیدہ نے حضرت علی رضی کی سخاوت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔	
۱۱۶	اور اللہ نے انہیں ڈانٹا۔	۱۷۸
۱۱۶	گستاخی ۳	۱۷۹
۱۱۷	سیدہ فاطمہؓ نے حضرت علی رضی سے نکاح پر ناخوش تھیں۔	۱۷۹
۱۱۸	گستاخی ۴	۱۸۱
۱۱۹	سیدہ نے ایک غیر مرد کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور برا بھلا کہا	۱۸۱
۱۲۰	گستاخی ۵	۱۸۲
۱۲۱	سیدہ نے حضرت علی رضی کے ہاتھوں پر مارا اور دامن کھینچا جس پر	
۱۲۲	اللہ اور نبی نے انہیں ڈانٹا	۱۸۲
۱۲۲	گستاخی ۶	۱۸۳
۱۲۳	سیدہ فاطمہؓ نے حضرت علی کے ایک جائز کام پر غضبناک ہو کر میکے علی	
۱۲۴	گئیں جس پر اللہ اور نبی نے انہیں منع کیا۔	۱۸۳
۱۲۴	گستاخی ۷	۱۸۴
۱۲۵	سیدہ فاطمہؓ نے حضرت امام حسین رضی کو بادل مانخواستہ جنا	۱۸۶
۱۲۶	گستاخی ۸	۱۸۶
۱۲۷	سیدہ کی شب زفاف کو ستر ہزار فرشتوں نے تکبیر بلند کی	۱۸۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۸۸	گستاخی ۱	۱۲۸
۱۸۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو شب زفاف فرمایا۔ میرے آنے سے قبل	۱۲۹
۱۸۸	مخصوص کام نہ کرنا	
۱۸۹	مذکورہ گستاخیوں سے حاصل ہونے والے نتائج اور ان کی تردید	۱۳۰
۱۹۲	فصل ہفتم	۱۳۱
۱۹۲	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۱۳۲
۱۹۴	گستاخی ۱	۱۳۳
۱۹۴	شیعوں نے امام حسن کو زخمی کیا اور کافر کہا۔	۱۳۴
۱۹۵	شیعوں کے امام حسن کو زخمی کرنے والے پھیننے کا اور یا مذل المؤمنین کہنے پر شیعہ کتب سے حوالہ جات	۱۳۵
۲۱۲	گستاخی ۲	۱۳۶
۲۱۲	شیعوں نے ایک بے حیا راہزنہ قابل سماعت مذاق امام حسن رضی اللہ عنہ کی	۱۳۷
۲۱۲	طرف منسوب کر دیا۔	
۲۱۳	گستاخی ۳	۱۳۸
۲۱۳	ایک اور گندہ مذاق آپ کی زبان سے	۱۳۹
۲۱۴	کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گفتگو ایک بازاری لفظ کی جیسی ہو سکتی ہے۔	۱۴۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۱	فصل ششم	۲۱۹
۱۴۲	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔	۲۱۹
۱۴۳	قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار کون لوگ ہیں	۲۱۹
۱۴۴	اس دور میں پورا کوفہ شیعہ تھا۔ شیعہ کتب سے حوالہ جات	۲۱۹
۱۴۵	مخلص شیعوں نے امام حسین کو کوفہ آنے کی دعوت دی	۲۲۳
۱۴۶	شیعہ کتب سے وزنی دلائل کے ساتھ۔	۲۲۳
۱۴۷	امام عالی مقام کی طرف آمدہ خطوط دعوت کوفہ میں صریح اقرار تھا کہ ہم	۲۳۰
۱۴۸	ہو شیعیان علی و حسین، ہیں شیعہ تواریخ	۲۳۰
۱۴۹	کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی	۲۴۱
۱۵۰	طرف سے	۲۴۱
۱۵۱	امام مسلم کی بیعت کرنے والے سب شیعہ تھے۔ شیعہ کتب سے حوالہ جات	۲۴۲
۱۵۲	کی روشنی میں	۲۴۲
۱۵۳	شیعوں کے بیعت مسلم کر لینے پر ایک یزیدی نے کن القاظ میں یزید کو	۲۴۹
۱۵۴	خط لکھا۔	۲۴۹
۱۵۵	صحابہ کرام نے امام حسین کو کوفہ جانے سے روکا مگر آپ نے فرمایا مجھے میرے	۲۵۴
۱۵۶	شیعہ خط لکھ چکے ہیں۔ شیعہ کتب	۲۵۴
۱۵۷	سفر کربلا میں شہادت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمیں	۲۵۸
۱۵۸	ہمارے شیعوں نے ذلیل کر دیا۔	۲۵۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۶۱	میدانِ کربلا میں کوئی لشکر (شیعوں) کو ان کے خطوط دکھا ئے مگر انہوں نے ان خطوط سے لاعلمی ظاہر کر دی۔	۱۵۳
۲۶۵	جنہوں نے بلایا انہوں نے ہی شہید کیا۔	۱۵۴
۲۶۹	امام کے مقابلہ میں کوئی حجازی اور شامی آدمی نہ تھا۔ سب کوئی تھے۔	۱۵۵
۲۷۰	شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت کو لوگ لوٹتے بھی تھے۔ اور ان کی حالتِ زار پر ساتھ ساتھ روتے بھی تھے۔	۱۵۶
۲۷۲	شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد بازارِ کوفہ میں ماتم کرنے والوں کو اہل بیت نے مکارا اور اپنا قاتل قرار دیا۔	۱۵۷
۲۷۲	بازارِ کوفہ میں خطبہٴ امام زین العابدین - اے ماتمیو! تمہارے سوا ہمارا قاتل کون ہے؟	۱۵۸
۲۷۳	خطبہٴ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ماتم کرنے والو! قیامت تک ماتم ہی کرتے رہو گے۔	۱۵۹
۲۷۵	خطبہٴ سیدہ فاطمہ بنتِ حسین رضی اللہ عنہا سے ماتمیو! ہمارے قتل سے تمہارے دل شاد ہو گئے۔	۱۶۰
۲۷۷	خطبہٴ سیدہ ام کلثوم بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ماتمیو! تمہارا بڑا ہوا اور تمہارے منہ سیاہ ہو جائیں۔	۱۶۱
۲۸۰	انعام اور جلیج	۱۶۲
۲۸۱	دھوکہ دہی	۱۶۳
۲۸۱	قاتلانِ حسین اہل سنت تھے۔ ایک نئے شیعوں مجتہد کا نزالہ اجتہاد۔	۱۶۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۱	پہلا دھوکہ	۱۴۵
۲۸۱	واقعہ کربلا کے وقت کوفہ سے شیعہ ختم ہو چکے تھے۔	۱۴۶
۲۸۳	جواب اول	۱۴۷
۲۸۳	حوالہ میں ذکر کی گئی کتاب کا مصنف شیعہ ہے۔	۱۴۸
۲۸۶	جواب دوم	۱۴۹
۲۸۶	یہ کہنا غلط ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں شیعہ معدوم ہو گئے تھے۔	۱۵۰
۲۹۱	دوسرا دھوکہ	۱۵۱
۲۹۱	ایک بے نیکی طویل عبارت	۱۵۲
۲۹۲	جواب اول	۱۵۳
۲۹۲	شیعہ مجتہد نے جن سات افراد کو قتل حسین کا ذمہ دار قرار دیا وہ شیعہ کتب میں	۱۵۴
۲۹۲	شیعہ ثابت ہو گئے۔	
۲۹۷	جواب دوم	۱۵۵
۲۹۷	میدان کربلا میں امام حسین کے مقابل تمام شیعہ تھے۔	۱۵۶
	فصل نہم	۱۵۷
۳۰۲	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔	۱۵۸
۳۰۲	گستاخی ۱	۱۵۹
۳۰۲	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یزید کا غلام ہوں چاہے مجھے رکھے	۱۸۰
۳۰۲	چاہے بیچے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۰۸	گستاخی ۱	۱۸۱
۳۰۸	بقول امام زین العابدین۔ ہر منکر خلافت علی رضی اللہ عنہ کا عضو تناسل اور اس کی دبر اس کے خلاف ہو گیا اور اقرار خلافت علی کے بغیر بول و برازنہ کرنے کا اعلان کر دیا	۱۸۲
۳۱۰	گستاخی ۲	۱۸۳
۳۱۰	فصل دہم	
۳۱۰	امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں.....	۱۸۵
۳۱۲	گستاخی ۱	۱۸۶
۳۱۲	بقول شیعہ امام باقر عضو تناسل پر چو نال کر برہنہ ہو گئے اور لوگوں کے سامنے آ گئے (معاذ اللہ)	۱۸۷
۳۱۳	فقہ جعفریہ کی امتیازی شان	۱۸۸
۳۱۴	گستاخی ۲	۱۸۹
۳۱۴	امام جعفر اپنے آلہ تناسل پر پٹی لپیٹ کر حمام میں برہنہ آبایا کرتے تھے اور اسی حالت میں ایک شخص سے ملا دنگواتے تھے۔	۱۹۰
۳۱۴	گستاخی ۳	۱۹۱
۳۱۴	بقول شیعہ فتویٰ امام جعفر رضی اللہ عنہ ہے کہ نماز میں مرد کی پیدی نکل کر پاؤں تک آ جائے تو بھی نماز قائم رہتی ہے۔	۱۹۲
۳۱۸	گستاخی ۴	۱۹۳
۳۱۸	بقول شیعہ فتویٰ امام جعفر رضی اللہ عنہ ہے کہ بوقت ضرورت تھوک سے استنجا کیا جاسکتا ہے۔	۱۹۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	گستاخی ۵	۳۱۹
۱۹۶	اہل بیت کے دو امام بیک وقت ننگے ہو کر حمام میں آ سکتے ہیں۔ کیونکہ معصوم ہیں۔	۳۱۹
۱۹۷	گستاخی ۶	۳۲۱
۱۹۸	بقول شیعہ فرمان امام جعفر ہے کہ بیوی کو ننگا کر کے اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈالنا بہت لذیذ ہے۔	۳۲۱
۱۹۹	گستاخی ۷	۳۲۳
۲۰۰	بقول شیعہ امام جعفر کا فرمان ہے کہ عورت کے ساتھ پاخانہ کے راستہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ (معاذ اللہ)	۳۲۳
۲۰۱	گستاخی ۸	۳۲۵
۲۰۲	بقول شیعہ عورت کی شرمگاہ کو ادھار پر دینا جائز ہے۔ بستران امام جعفر	۳۲۵
۲۰۳	گستاخی ۹	۳۲۶
۲۰۴	بقول شیعہ امام جعفر اور حضرت علی کا فرمان ہے۔ بوقت ضرورت زنا نکاح بن جاتا ہے۔	۳۲۶
۲۰۵	گستاخی ۱۰	۳۲۷
۲۰۶	بقول شیعہ فرمان امام جعفر ہے کہ مشت زنی جائز ہے۔	۳۲۷
۲۰۷	گستاخی ۱۱	۳۲۸
۲۰۸	بقول شیعہ اگر امام جعفر رضہ کے تمام اقوال سامنے آجائیں تو لوگوں کے اہل ناسل لکڑ کی طرح سخت ہو جائیں	۳۲۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۲۹	گستاخی ۱۲	۲۰۹
۳۲۹	بقول شیعہ راوی ابو بصیر اگر امام جعفر کو دنیا مل جاتی تو اس کے پیچھے پڑ جاتے کیونکہ آپ رشوت خور تھے۔ معاذ اللہ	۲۱۰
۳۳۳	فصل پانچم	۲۱۱
۳۳۳	امام موسیٰ کاظم رضی بن امام جعفر رضی اور امام علی رضا رضی بن موسیٰ کاظم رضی کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۱۲
۳۳۳	گستاخی ۱۳	۲۱۳
۳۳۳	بقول شیعہ فرمان امام موسیٰ کاظم ہے کہ اگلی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ لینے سے ہی پردہ ہو جاتا ہے۔	۲۱۴
۳۳۳	شیعوں کو اسی حالت میں اپنی مجالس قائم کرنا چاہیے تاکہ امام کا فرمان زندہ رہے۔ (اور فقہ جعفریہ کا اتفاق اسان ہو۔)	۲۱۵
۳۳۴	گستاخی ۱۴	۲۱۶
۳۳۵	شیعوں کی اپنے امام سے زالی بے تکلفی۔	۲۱۷
۳۳۵	گستاخی ۱۵	۲۱۸
۳۳۶	بقول شیعہ فرمان امام رضا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کافروں کو اپنی بیٹیاں بشرط نکاح و طہی فی الدبر کے لیے دینا چاہیں۔	۲۱۹
۳۳۶		

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۷	گستاخی ۱	۲۲۰
۳۳۷	امام موسیٰ کاظم کی والدہ کی شان میں شیعوں کی بدترین گستاخی	۲۲۱
۳۴۵	فصل دوازدہم	۲۲۲
۳۴۵	امام تقی بن امام رضاؑ اور امام تقی بن امام تقی رضی اللہ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۲۳
۳۴۵	گستاخی ۲	۲۲۴
۳۴۵	بقول شیعہ: فرمان امام تقی ہے کہ شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے خاکی پتلہ کے منہ میں داخل ہو کر دبر سے نکلتا رہا۔	۲۲۵
۳۴۸	گستاخی ۳	۲۲۶
۳۴۸	بقول شیعہ: امام تقی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تقیہ تمام نیک اعمال سے افضل تھا۔	۲۲۷
۳۵۱	گستاخی ۴	۲۲۸
۳۵۱	شیعوں نے گستاخی علی اور جھوٹ سے بھری عبادت امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی۔	۲۲۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۵۵	فصل ہینز و ہم	۲۳۰
	امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اور امام قائم (مہدی) کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۳۱
۳۵۵	گستاخی ۱	۲۳۲
	بقول شیعہ: امام حسن عسکری کا فرمان ہے کہ علی نفس نبی ہے (یعنی میں نبی ہے) اس لیے نبی کے معجزے میں علی کے معجزے ہیں۔	۲۳۳
۳۵۵	گستاخی ۲	۲۳۴
۳۵۶	امام مہدی آخر زمانہ میں شیعوں کے نزدیک ننگا ظاہر ہوگا اور سب پہلے اس کی بیعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔	۲۳۵
۳۵۶	امام غائب کا تعارف	۲۳۶
۳۵۸	بقول شیعہ امام مہدی قتل کے خوف سے ”غائب ہو گئے ہیں۔“	۲۳۷
۳۵۹	امام غائب کے ظہور میں شیعہ روایات کا اختلاف ہی بتا رہا ہے کہ اس کی غائبانہ موجودگی من گھڑت افسانہ ہے۔	۲۳۸
۳۶۰	روایت ۱: بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ امام غائب کی غیبت زیادہ سے زیادہ چھ سال رہے گی۔	۲۳۹
۳۶۲	روایت ۲: امام رضا کے بقول امام کے غائب رہنے کا عرصہ تین سو تیرہ مخلص شیعہ پیدا ہونے تک ہے۔	۲۴۰
۳۶۵	روایت ۳: امام باقر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کے ظہور کا زمانہ سترہ ہجری مقرر کیا تھا۔ مگر شیعوں نے لاز فاش کر دیا تو اللہ نے سترہ ہجری	۲۴۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۹۷	سن ظہور مقرر کر دیا۔ اور بعد ازاں غیر معینہ معصہ کے لیے ہمدی کا ظہور ملتوی کر دیا جو ابھی تک ملتوی ہے۔	
۳۷۱	شیعوں کے نزدیک ان کا امام کہاں غائب ہوا۔	۲۴۲
۳۷۱	سامرا کی غار میں بعض اولیاء کو اب بھی امام نظر آتا ہے۔	۲۴۳
۳۷۹	لمحہ فکریہ	۲۴۴
۳۷۹	شیعوں نے امام غائب کو بیہ سیلی بنا کر رکھ دیا ہے۔	۲۴۵
۳۷۷	امام غائب کیلئے کرائے گا۔	۲۴۶
۳۷۹	حضرت امام ہمدی ستر گز لمبا اصلی قرآن سلاح نبی اور تلوار علی لے کر آئے گا	۱۴۷
۳۸۴	خلاصہ کلام شیعوں کے پاس اس وقت نہ قرآن ہے نہ امام	۲۴۸
۳۸۷	باب دوم	۲۴۹
۳۸۸	اُمّ اہل بیت کی شیعوں سے سیراری اور ان کے لیے بددعائیں	۲۵۰
۳۸۸	بددعاء	۲۵۱
۳۸۸	حضرت علی بن ابی طالب نے اہل کوفہ (شیعوں) سے فرمایا خدا تمہارے چہرے سیاہ کرے اور تم بد بخت ہو جاؤ۔	۲۵۲
۳۹۰	بددعاء	۲۵۳
۳۹۰	حضرت علی رضا اس پر تیار تھے کہ امیر معاویہ اپنا ایک آدمی دسے کر دس کوئی (شیعہ) لے لیں	۲۵۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۹۲	بددعاء ۳	۲۵۵
۳۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں سے جدائی اور خلفاء راشدین سے جاملنے کی تمنا کی۔	۲۵۶
۳۹۲	بددعاء ۴	۲۵۷
۳۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم عدولی کرنے سبب اہل کوفہ (شیعوں) کو نافرمان گدھوں سے تشبیہ دی۔	۲۵۸
۳۹۵	بددعاء ۵	۲۵۹
۳۹۵	فرمان حضرت علی! اے کوفیو! تم مجھے تھوڑا سمجھتے ہو۔ اللہ مجھے تم سے دور کر دے۔	۲۶۰
۳۹۷	بددعاء ۶	۲۶۱
۳۹۷	حضرت علی نے فرمایا میری تمنا ہے کہ میرے اور شیعوں کے درمیان کوئی معرفت نہ ہو۔	۲۶۲
۳۹۹	بددعاء ۷	۲۶۳
۳۹۹	ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدعہد کوفیو! اللہ تمہیں تباہ کر دے	۲۶۴
۴۰۱	بددعاء ۸	۲۶۵
۴۰۱	امام رضا نے فرمایا۔ یہ کہتے ہیں ہم اہل بیت شیعہ ہیں جب کہ ان میں ہزار کے اندر ایک بھی مخلص نہیں اگر امتحان لیا جائے تو سارے مرتد غیبت ہوں گے۔	۲۶۶
۴۰۲	ایسی ہی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔	۲۶۷
۴۰۴	بددعاء ۹	۲۶۸
۴۰۴	کوفہ جلانے والوں پر کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے لعنت کی۔	۲۶۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۰۹	بددعا ۱۱	۲۷۰
۴۰۹	بازار کوفہ میں ماتم کرنے والے شیعوں کو سیدہ زینبؓ نے فرمایا ہمیشہ جہنم میں رہو	۲۷۱
۴۰۹	تم ہی ہمارے قاتل ہو۔	۲۷۲
۴۰۹	بددعا ۱۱	۲۷۳
۴۰۹	فاطمہؓ بنت حسینؓ نے فرمایا۔ اے تم ہی ہمارے قاتل ہو تمہارے	۲۷۴
۴۰۹	چہرے سیاہ ہوں (جو واقعی سیاہ ہو گئے) اور دعا قبول ہو گئی۔	۲۷۵
۴۱۲	بددعا ۱۱	۲۷۶
۴۱۲	یہی بددعا سیدہ ام کلثومؓ نے کوفیوں کے حق میں کہی۔	۲۷۷
۴۱۳	بددعا ۱۱	۲۷۸
۴۱۳	شیعہ کتب حدیث کے بڑے معتمد راویوں پر امام رضاؑ کی لعنت	۲۷۹
۴۱۶	بددعا ۱۱	۲۸۰
۴۱۶	امام باقرؑ نے اپنے والد نے اپنے والد کے راوی ”نیلان“ پر لعنت کی۔	۲۸۱
۴۱۶	امام جعفرؑ نے برید اور زرارہ پر بار بار لعنت کی۔	۲۸۲
۴۱۶	اگر زرارہ برید ابو بصیر اور محمد بن مسلم شیعہ مذہب میں نہ ہوتے تو نبوت کے	۲۸۳
۴۱۶	آثار مٹ جاتے۔	۲۸۴
۴۱۶	لہذا شیعہ مذہب کے مرکزی راوی طعن کا ٹمہ ہیں اور شیعہ فیصلے کے	۲۸۵
۴۱۶	مطابق نبوت کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔	۲۸۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۲۵	باب سوم	۲۸۳
	بحث بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۴
۴۲۶	فصل اوّل	۲۸۵
۴۲۷	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن اور شیعہ کتب سے ٹھوس دلائل	۲۸۶
۴۲۸	قرآن سے دلیل شیعہ تفسیر کی روشنی میں	۲۸۷
۴۲۹	شیعوں کی ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۲۸۸
۴۳۰	آیت حجاب کے نزول کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں زندہ تھیں۔	۲۸۹
۴۳۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں حضرت خدیجہ کے لطف سے تھیں	۲۹۰
۴۳۲	اصول کافی میں علامہ کلینی کا فیصلہ	۲۹۱
۴۳۳	حیات القلوب بروایت قرب الاسناد	۲۹۲
۴۳۴	صاحب مرآت العقول کا فیصلہ	۲۹۳
۴۳۵	حیات القلوب میں ملاں باقر مجلسی کی فیصلہ کن عبارت	۲۹۴
۴۳۶	ہفتی الامال اور اس کے حاشیہ کی دندان شکنی عبارتیں	۲۹۵
۴۳۷	حیات القلوب کی ایک اور روحانہ اور عبارت	۲۹۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۹۷	ذبیح عظیم میں امام حسین کی جنبی خالاول کا ذکر	۴۵۰
۲۹۸	فصل دوم	۴۵۲
۲۹۹	چار عدد بنائے رسول والی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا عاجز کن محاسبہ۔	۴۵۲
۳۰۰	قرب الاستناد کی حدیث بنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مولوی اسماعیل شیعہ کی جاہلانہ تنقید۔	۴۵۳
۳۰۱	جواب۔ مولوی اسماعیل کا ڈھٹائی سے بھوٹ بولنا۔	۴۵۴
۳۰۲	شیعہ اسماء الرجال سے مذکورہ حدیث کے راوی مسعد بن صدقہ کی تقاہت و عدالت	۴۵۵
۳۰۳	مذکورہ حدیث کی صحت شیعہ کتب کی روشنی میں	۴۵۸
۳۰۴	مذکورہ حدیث کے دوسرے راوی حمیری کے حالات از کتب اسماء الرجال شیعہ۔	۴۶۲
۳۰۵	بنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری اسناد سے ثبوت۔	۴۶۹
۳۰۶	خصال صدوق کی حدیث بنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں غلام بن جنبی شیعہ کی بدحواسی کہ اس کا راوی عمرو بن ابی المقدام بہت بڑا کذاب اور گمراہ کن ہے۔	۴۷۶
۳۰۷	جواب۔ جنبی شیعہ کا انداز فکر و استدلال عمرو بن ابی المقدام امامی شیعہ اور ثور راوی ہے	۴۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۰۸	فصل سوم	
۳۰۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں کو آپ کی ربیبہ (بے پالک بیٹیاں) - ثابت کرنے پر نجفی شیعہ کے چودہ دلائل اور ان کے دیمان شکن جوابات	۴۸۴
۳۱۰	دلیل اول۔ ولات تکفوا المشرکین الخ	۴۸۴
۳۱۱	جواب ۱: چار متفق علیہ مضابطے اور اصول	۴۸۵
۳۱۲	حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ کی عدم ادائیگی اور آپ کے فرض نمازیں نہ پڑھنے کی وجوہات	۴۸۹
۳۱۳	خلاصہ کلام:	۴۹۳
۳۱۴	نجفی کی غلط بیانی	۴۹۴
۳۱۵	خلاصہ کلام:	۴۹۷
۳۱۶	سیدنا حضرت عثمان غنی کی شان میں نجفی کی مذموم گستاخی بنات رسولؐ کی عثمان غنی سے شادیاں ان کے اسلام لانے کے قبل ہوئی ہیں۔	۴۹۸
۳۱۷	جواب ۲: اس اختلاف پر علامہ ماحسانی کا محاکمہ۔	۵۰۳
۳۱۸	جواب ۳: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ سنی کا اجماع۔ شیعہ کتب کی روشنی میں۔	۵۱۵
۳۱۹	جواب ۴: شیعہ کے دو مرکزی مجتہدان شیخ مفید اور شیخ مرتضیٰ	۵۱۹
۳۲۰	کام مکالمہ شیخ مفید کی کلام کا خلاصہ۔	۵۲۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۲۷	مکالمہ شیخ طوسی و شیخ تفتی۔	۳۲۱
۵۳۱	تین جواب تین مسئلے۔	۳۲۲
۵۳۵	دوسری دلیل۔	۳۲۳
۵۳۵	رقیبہ ام کلثوم اور زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پالتو بیٹیاں تھیں۔ تحقیق یہ ہی نہیں سکتیں۔	۳۲۴
۵۳۶	جواب ۱	۳۲۵
۵۳۹	تیسری دلیل۔ اور اس کا جواب	۳۲۶
۵۴۱	چوتھی دلیل۔	۳۲۷
۵۴۱	دامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک سنی کتاب کی عبارت۔	۳۲۸
۵۴۲	جواب۔ شیوہ مولویوں میں شاید عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں	۳۲۹
۵۴۴	پانچویں دلیل۔	۳۳۰
۵۴۴	مذکورہ بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تقسیم تھیں۔	۳۳۱
۵۴۶	جواب	۳۳۲
۵۵۰	پچھٹی دلیل۔	۳۳۳
۵۵۰	بعض سنی مفسرین نے پالتو بیٹی کی مثال بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دی ہے۔	۳۳۴
۵۵۰	جواب	۳۳۵
۵۵۲	ساتویں دلیل۔	۳۳۶
۵۵۲	تفسیر درمختور سے دھوکہ دینے کی کوشش۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی۔	۳۳۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۵۵	جواب - خیانت کی انتہا۔	۳۳۸
۵۵۶	آٹھویں دلیل اور اس کا جواب	۳۳۹
۵۶۰	نویں دلیل - صواعقِ محرقہ کی عبارت سے دھوکہ دہی اور اس کا جواب	۳۴۰
۵۶۲	دسویں دلیل اور اس کا جواب	۳۴۱
۵۶۷	گیارہویں دلیل - لایعنی گفتگو۔ اور جواب	۳۴۲
۵۶۹	بارہویں دلیل - ایک بے تکلی بات اور جواب	۳۴۳
۵۷۰	تیرہویں دلیل - جنابِ فاطمہ کی بچپن کی خدمات	۳۴۴
۵۷۲	مکالمہ۔	۳۴۵
۵۷۴	چودھویں دلیل اور اس کا محاسبہ	۳۴۶
۵۷۶	خاتمہ فصل	۳۴۷
۵۷۸	بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی پالتوی بیٹیاں ثابت کرنے پر مولوی اسماعیل شیعہ کی دھوکہ دہی کا انکشاف	۳۴۸
۵۸۱	سیرت ابن ہشام کی اصل عبارت	۳۴۹
۵۸۲	تفسیر کبیر اور نیشاپوری سے مولوی اسماعیل کے استدلال کی حقیقت	۳۵۰
	ان تفسیر کی اصل عبارتیں۔	
۵۸۷	بناتِ رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر علماء شیعہ کی نظر میں	۳۵۱
۵۹۰	پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین	۳۵۲
	آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریعت کا نورانی بیان	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۲۷	مکالمہ شیخ طوسی و شیخ تفتی۔	۳۲۱
۵۲۱	تین جواب تین مسئلے۔	۳۲۲
۵۳۵	دوسری دلیل۔	۳۲۳
۵۳۵	رقیبہ ام کلثوم اور زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پالتو بیٹیاں تھیں حقیقی بن ہی نہیں سکتیں۔	۳۲۴
۵۳۶	جواب ۱۔	۳۲۵
۵۳۹	تیسری دلیل۔ اور اس کا جواب	۳۲۶
۵۴۱	چوتھی دلیل۔	۳۲۷
۵۴۱	وامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک سنی کتاب کی عبارت۔	۳۲۸
۵۴۲	جواب۔ شیعہ مولویوں میں شاید عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں	۳۲۹
۵۴۴	پانچویں دلیل۔	۳۳۰
۵۴۴	مذکورہ بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تقسیم تھیں۔	۳۳۱
۵۴۶	جواب	۳۳۲
۵۵۰	چھٹی دلیل۔	۳۳۳
۵۵۰	بعض سنی مفسرین نے پالتو بیٹی کی مثال بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دی ہے۔	۳۳۴
۵۵۰	جواب	۳۳۵
۵۵۲	ساتویں دلیل۔	۳۳۶
۵۵۲	تفسیر درمنثور سے دھوکہ دینے کی کوشش کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی۔	۳۳۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳۸	جواب - خیانت کی انتہا۔	۵۵۵
۳۳۹	آٹھویں دلیل اور اس کا جواب	۵۵۶
۳۴۰	نویں دلیل - سوائی محرقہ کی عبارت سے دھوکہ دہی اور اس کا جواب	۵۶۰
۳۴۱	دسویں دلیل اور اس کا جواب	۵۶۲
۳۴۲	گیارہویں دلیل - لایعنی گفت گو۔ اور جواب	۵۶۷
۳۴۳	بارہویں دلیل - ایک بے تکلی بات اور جواب	۵۶۹
۳۴۴	تیرہویں دلیل - جناب فاطمہ کی بچپن کی خدمات	۵۷۲
۳۴۵	مجاہد	۵۷۲
۳۴۶	چودھویں دلیل اور اس کا محاسبہ	۵۷۴
۳۴۷	خاتمہ فصل	۵۷۶
۳۴۸	بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی پالتو بیٹیاں ثابت کرنے پر مولوی اسماعیل شیعہ کی دھوکہ دہی کا انکشاف	۵۷۸
۳۴۹	سیرت ابن ہشام کی اصل عبارت	۵۸۱
۳۵۰	تفسیر کبیر اور نیشاپوری سے مولوی اسماعیل کے استدلال کی تحقیق ان تفاسیر کی اصل عبارتیں۔	۵۸۲
۳۵۱	بنات رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر علماء شیعہ کی نظر میں	۵۸۷
۳۵۲	سیر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین	۵۹۰
	آستانہ عالیہ حضرت کیدیا لوالہ شریعت کالورانی بیان	

شان صحابہؓ اور ردِ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محقق اسلام قاطع رفض و بدعت مناظر اسلام علامہ الحاج

محمد علیؒ علیہ الرحمہ بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال کنج لاہور نقشبندی

تالیفات

تحفہ جعفریہ
جلد ۵

خصوصیات

فقہ جعفریہ
جلد ۳

عقائد جعفریہ
جلد ۳

- اندازِ بیان نہایت سادہ، آسان، علماء و عوام کیلئے یکساں مفید۔
- ردِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- تینوں کتب محققین، مناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہیں۔

■ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔

چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں

مسئلہ خلافت، فضائل صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے ثلاثہ، امہات المؤمنین، امیر معاویہ از کتب شیعہ، صحابہ و اہل بیت کے خاندانی خوشگوار تعلقات، صحابہ کرام پر کئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، باغ فدک، حدیث قرطاس، اہل سنت کی طرف غلط طور پر منسوب کتب پر تحقیقی و علمی مباحث، خلافت عثمان غنی کے متعلق اقرباء پروری کی تردید، جنگ جمل اور صفین، بناتِ رسول، جنازہ رسول، نکاحِ ام کلثوم

تحفہ جعفریہ

خدا اور رسول ﷺ اور آئمہ اہل بیت کی شان میں اہل تشیع کی بے ادبیاں اور گستاخیاں، قاطلانِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کون تھے، نام نہاد مجاہدانِ اہل بیت پر آئمہ اہل بیت کی لعنت و پشکار، بارہ اماموں کے متعلق شیعہ عقائد اور ان کا رد، مسئلہ امامت، مسئلہ تحریف قرآن، مسئلہ تقیہ، قاطلانِ عثمان کا حشر، امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے سنی نما مولویوں اور پیروں کا محاسبہ

فقہ جعفریہ

شانِ امام اعظم ابو حنیفہ اور فقہ حنفی پر شیعوں کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات، کلمہ اسلام، اذان، وضو، نماز، نماز جنازہ وغیرہ کا بیان، مسئلہ متعہ، مسئلہ ماتم، فقہ جعفریہ کے احکام اور کتب شیعہ سے ان کا رد، فقہ جعفریہ کے ناممکن العمل ہونے پر دلائل

عقائد جعفریہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ

بلال کنج لاہور فون: 042-7227228

مکتبہ نوریہ حسنیہ

marfat.com

Marfat.com

باب اول

اللہ، انبیاء، صحابہ، اور،

ائمہ اہل بیت کی شان

میں شیعوں کی گستاخیاں

باب اول:

شیعہ حضرات کی گستاخیاں

فصل اول

اللہ تعالیٰ کی شان میں ان کی گستاخیاں :-

گستاخی نمبر ۱۔

شیعہ حضرات کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "بیدار" یعنی مغالطہ لاحق ہوتا رہتا ہے۔ اور رسالہ "اعلام الہدیٰ فی تحقیق البدلہ" میں "بیدار" کا معنی یوں لکھا ہوا ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ۔

يَقَالُ بَدَأَ لَهُ إِذَا ظَهَرَ لَهُ رَأْيٌ مُخَالِفٌ لِلرَّأْيِ الْأَوَّلِ
وَهُوَ الَّذِي حَقَّقَهُ الشَّيْخُ فِي الْعِدَّةِ وَآبُو الْفَشِيحِ
أَكْرَأَجِكُنْ فِي كَثَرِ الْفَوَائِدِ وَالَّذِي حَقَّقَهُ
الْمُرْتَضَى فِي الذَّرِئَةِ وَبُشَيْرِيهِ كَلَامُ
الطَّبْرَسِيِّ وَهُوَ أَنَّ مَعْنَى قَوْلِنَا بَدَأَ لَهُ تَعَالَى أَنَّهُ

ظَهَرَ لَهُ مِنَ الْأُمْرِ مَا لَمْ يَكُنْ ظَاهِرًا ۱۔

(تخفہ اثنا عشرہ اردو ص ۲۸۷ عقیدہ نمبر ۱)

مطبوعہ دارالاشاعت کراچی طبع جدید

ترجمہ:-

جب پہلی رائے کے مخالف رائے ذہن میں آئے۔ اس وقت کہا کرتے ہیں۔ بدالہ شیخ نے ”عدۃ الاصول“ میں اور ابوالفتح کراچی نے کنز القوائد میں یہی معنی تحقیق کیے ہیں۔ اور جو اس کا معنی مرتضیٰ نے ”دالذریعہ“ میں تحقیق کیا۔ جس کی طرف طبری کا کلام بھی مشعر ہے۔ وہ یہ کہ ”بدالہ تعالیٰ“ کا یہ معنی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا امر ظاہر ہو گیا۔ جو پہلے اس پر ظاہر نہ تھا۔

اس کی تائید علامہ طبری شیعہ نے ”تفسیر مجمع البیان“ کے ان الفاظ سے کی ہے۔

مجمع البیان:-

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ
قَبْلُ الْآيَةِ (سورة الانعام) بَدَا يَبْدُوًا
بَدُوًا إِذَا ظَهَرَ وَفُلَانٌ ذُو بَدَوَاتٍ
إِذَا بَدَا لَهُ النَّأْيُ وَبَدَا لِي فِي هَذَا
الْأَمْرِ بَدَأُوقِ ابْدَأْ لَا يَجُوزُ عَلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ لِأَنَّهُ
الْعَالِمُ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزر چہارم)

ص ۲۸۹ مطبوعہ تہران

ترجمہ

جب کوئی چیز ظاہر ہو۔ تو بدایہ بدو بدو البستے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو ایک رائے کے بعد دوسری رائے ظاہر ہو جائے۔ تو ایسے شخص کو وہ ذو بدوات، کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اس طرح بھی آیا ہے ”بدالی فی هذا الامر بداء“، اور ”بداء“ کا اطلاق و استعمال اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ تمام معلومات کا ازلا ابداً عالم ہے۔

”علامہ طبرسی“ نے ”بداء“ کے معنی کی تائید کر دی ہے۔ کہ اس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے۔ جب کسی کو اپنی سابقہ رائے کے بعد ایک نئی رائے ظاہر ہو جائے اس کے ساتھ علامہ موصوف نے اس لفظ کے ساتھ اللہ کا متصف ہونا ناجائز قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا اطلاق یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کی معلومات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ آج کچھ اور کل کچھ اور۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ازلا ابداً عالم جمیع معلومات ہے۔ لہذا اس کو اس صفت سے متصف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اشیاء کے محاقب و انجام سے جاہل ہو۔

لیکن ”علامہ طبرسی“، کا اللہ تعالیٰ کے متعلق ”بداء“ کے اطلاق کو ناجائز کہنا دلائل معصومین، کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور اس سلسلہ میں بقول شیخ جو آئمہ معصومین نے نصوص قطعیہ فرمائیں۔ ان کی مخالفت ہے۔ اور اس بارے میں اہل تشیع کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جب کسی مجتہد یا عالم و فقیہ کی رائے آئمہ معصومین کے خلاف ہو۔ تو وہ مردود و باطل ہوگی۔

لہذا کسی ایک آدھ شیعہ کا اس عقیدہ میں آئمہ معصومین کی نصوص صریحہ کے

خلاف لکھنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

ہذا شیعہ حضرات کا عقیدہ صحیحہ (ان کے نزدیک) یہی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے جو ”بداد“ کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے۔ یہی صحیح ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل تشیع ہے اب میں ائمہ اہل بیت سے اس عقیدہ کی بابت ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(ائمہ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے بار پر روایات۔)

روایت نمبر (۱)۔

شیعہ مجتہد ”علامہ یعقوب کلینی“ نے اپنی مشہور کتاب ”اصول کافی“ میں (جو کہ امام غائب کی مصدقہ ہے) یوں نقل کیا ہے۔

اصول کافی۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عِيْسَى عَنْ الْحَجَّالِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ثَعْلَبَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَعِينٍ عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ مَا عِنْدَ اللَّهِ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدْءِ وَفِي رِوَايَةٍ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا عَظَّمَ بِمِثْلِ الْبَدْءِ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۱۴۶ کتاب التوحید)

باب البداء طبع جدید مطبوعہ تہران۔ (طبع)

قدیم مطبوعہ نو کشور ص ۸۴)

ترجمہ۔

زرارہ بن اعین کا بیان ہے۔ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے فرمایا۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہیں کی گئی۔ جیسا کہ وہ بداء،، کے ساتھ کی گئی۔ اور ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی گئی۔ جیسی وہ بداء،، کے ساتھ کی گئی۔

روایت دوم :-

اصول کافی :-

عَلَيْهِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الرِّيَّانِ بْنِ الصَّلْتِ
قَالَ سَمِعْتُ الرَّضَا يَقُولُ مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا
قَطُّ اِلَّا بِتَحْرِيمِ الْخَمْرِ وَاَنْ يُقَرَّرَ بِاللَّهِ
بِالْبَدَاءِ۔

داصول کافی جلد اول ص ۱۴۸ کتاب التوحید

باب البداء طبع جدید تہران۔ ص ۸۵

طبع قدیم نوکشور

ترجمہ

ریان بن صلت کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام رضا سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا۔ جس نے شراب کی حرمت نہ کی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے وہ بداء،، کا اقرار نہ کیا ہو۔

روایت سوم :-

اصول کافی :-

بعض اصحابنا عن ابن جملہور عن ابیہ عن
ابن محبوب عن ابن وثاب عن عبد الرحمن
ابن الحجاج وعن محمد بن سنان عن الفضل بن
عمر جمیعا عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قَالَ يُبْعَثُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ أُمَّةً وَاحِدَةً
عَلَيْهَا بَهَاءُ الْمُلُوكِ وَ سَيِّمًا
الْأَنْبِيَاءِ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ قَالَ
بِالْبَدَآءِ -

(۱) اصول کافی جلد اول باب مولد النبی

علیہ السلام ووفاتہ طبع قدیم

مطبوعہ زکشتا

(۲) - مطبوعہ تہران طبع جدید جلد اول

ص ۴۴۷

ترجمہ

(بکثرت اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عبدالمطلب تنہا ایک
امت میں اٹھایا جائے گا جس پر بادشاہوں کا سا جلال اور پیغمبروں کے
سے نشان ہوں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو پہلے شخص ہیں جو
”بداء“ کے قائل ہوئے۔

جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو کئی شیعہ ان سے
برگشتہ ہو گئے

روایت چہارم :-

فرق الشیعہ :-

لَمَّا أَشَارَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِلَى إِمَامَةِ
ابْنِهِ إِسْمَاعِيلَ ثُمَّ مَاتَ إِسْمَاعِيلُ فِي
حَيَاةِ أَبِيهِ رَجَعُوا عَنْ إِمَامَةِ جَعْفَرٍ
وَقَالُوا كَذَبْنَا وَلَمْ يَكُنْ إِمَامًا
لَا الْإِمَامَ لَا يَكْذِبُ وَلَا يَقُولُ
إِلَّا مَا يَكُونُ وَحَكَمُوا عَلَى جَعْفَرٍ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بَدَأَ لَهُ
فِي إِمَامَةِ إِسْمَاعِيلَ فَأَنْكَرُوا الْبَدَاءَ
وَالْمَشِيبَةَ مِنَ اللَّهِ قَالُوا هَذَا
بَاطِلٌ لَا يَجُوزُ -

دفرق الشیعہ ص ۶۴ مصنف علامہ نو بختی

شیعہ طبع نجف ۱۲۵۵ھ

ترجمہ :-

جب امام جعفر نے (اپنے بعد) اپنے بیٹے اسماعیل کی امامت کی

طرف اشارہ کر میرے بعد اسماعیل ہوگا۔ اور پھر ان کی زندگی ہی میں اسماعیل کا انتقال ہو گیا۔ تو امام جعفر کے پیروکاران سے برگشتہ ہو گئے اور کہا کہ جعفر نے ہم سے جھوٹ بولا ہے یہ امام نہیں ہے کیونکہ امام تو جھوٹ نہیں بولتا بلکہ وہی کچھ کہتا ہے جو بعد میں واقع ہونا ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ جعفر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسماعیل کی امامت میں بداء ہو گیا ہے۔ (مغالطہ لاحق ہو گیا ہے۔) چنانچہ یہ لوگ اللہ کے بداء اور مشیت کے منکر ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ (بداء) باطل اور غیر جائز ہے۔

یاد رہے اس روایت کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ امام جعفر نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے بیٹے اسماعیل کو امامت میں اپنا جانشین بنایا تھا اور چونکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام کا تقرر اللہ کی طرف سے مخصوص ہوتا ہے اس لیے امام جعفر کو (بقول شیعہ) یہ فکر لاحق ہو کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر جعفر کے بعد اللہ نے اس کے بیٹے اسماعیل کو امام بنایا تھا تو وہ اس کی زندگی میں فوت کیوں ہو گیا؟ اس لیے امام جعفر نے کہا کہ اللہ نے ہی اسماعیل کو میرے بعد امام بنایا تھا مگر اس میں اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو گیا ہے۔ لہذا میرے بعد موسیٰ رضا یعنی میرا دوسرا بیٹا امام ہوگا۔

اس روایت میں صاف صاف موجود ہے کہ جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو ان کے بعض پیروکاران سے منہوت ہوئے اور بداء کا انکار کیا۔ ثابت ہوا۔ شیعیت سے نکلنے والے بداء کے منکر ہوئے۔ مگر امام جعفر اور ان کے مضبوط پیروکاروں کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو جاتا ہے۔

تاہم ناظرین! یہ بداء کا قشر بہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ تاریخ نے خود کو دہرایا اور امام نقی نے امامت کے لیے اپنے بیٹے ابو جعفر کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر وہ امام نقی کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔ چنانچہ امام نقی نے پھر اپنے دوسرے بیٹے حسن عسکری

کو امام بنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بداء ہو گیا ہے۔
چنانچہ دیکھیے روایت بنجملہ از اصول کافی۔

روایت ۵ در لا خلیل قزوینی، نے صافی شرح اصول کافی میں اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

چوں بداء در اصل لغت بمعنی پیشانی است استعارہ لفظ بداء در فعل الہی از پیش خود خالی از جرأتے نیست پس پیش از عبد المطلب کسی استعارہ لفظ نکرده بود۔ چوں آدمی در وقت اضطراب و کمال خوف معذور می باشد در جرأت۔ در گفتگو عبد المطلب این جرأت کرده و بعد از او مستمر شد مانند مضمون کہ وحی شدہ باشد۔ و بیان معنی بداء شد در باب بست و چہارم کتاب التوحید ازین تقریر ظاہر شد کہ منافاتی نیست بیان این حدیث و احادیث باب مذکورہ کہ دلالت می کند بر آنکہ هیچ مبعوث نشدہ مگر باقرار بر بداء۔

(صافی شرح اصول کافی باب مولد النبی ص ۱۶۲)

ترجمہ: جب کہ لغت کے اعتبار سے در بداء، کے حقیقی معنی پیشانی کے ہیں۔ اس لیے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فعل میں اس لفظ کو بطور استعارہ استعمال کرنا جرأت سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے عبد المطلب سے پہلے بطور استعارہ اسے اللہ کے لیے کسی نے استعمال نہ کیا تھا جب آدمی پر خوف کا غلبہ ہو۔ اور پریشانی میں گھرایا ہوا ہو۔ تو جرأت میں معذور ہوتا ہے۔ گفتگو میں عبد المطلب نے یہ جرأت (ایسی حالت میں ہی) کی۔ اور اس کے استعمال کرنے کے بعد لوگوں میں عادت جاری ہو گئی۔ گویا ایسا کہ وحی ہوا ہو۔ در بداء، کے معنی کتاب التوحید کے چوبیسویں باب میں بیان ہو چکے ہیں۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا۔ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث میں جو باب مذکور میں وارد ہوئیں۔ کوئی منافات نہیں۔ وہ اس طرح کہ دیگر احادیث اس مضمون کے اثبات میں تھیں۔ کہ اللہ کا ہر ایک پیغمبر اقرار بالبداء کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اور اس حدیث میں ”بداء“ کے بطور استعارہ ذات الہی کے افعال پر اطلاق کا مضمون ہے۔ جو پہلے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام:-

”بداء“ کا معنی آئمہ معصومین اور آئمہ مجتہدین شیعہ نے یہی کیا ہے۔ کہ ”ایک چیز یا رائے کا ظاہر ہو جانا جو پہلے ظاہر نہ تھی۔“ اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی۔ تو اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک چیز کا پہلے علم نہ تھا۔ پھر اس پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ آئمہ معصومین کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے ”بداء“ کا عقیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے عبدالمطلب کو امت کا درجہ اسی وجہ سے دیا۔ کہ سب سے پہلے انہوں اللہ تعالیٰ کے لیے بطور استعارہ اس لفظ کو استعمال کیا۔

صاحب شرح اصول کافی نے اس لفظ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ حقیقت میں اس کا معنی پیشانی کی نسبت کرنا اللہ کی طرف بطورے دل گردے کی بات ہے۔ اس لیے یہ جرات سب سے پہلے عبدالمطلب نے کی۔ لہذا اس جرات زندانہ کی وجہ سے وہ کل قیامت کو جلال شہانہ اور نشاناتِ انبیاء کے ساتھ آئیں گے۔ حاصل یہ ہوا۔ کہ لفظ ”بداء“ کا اللہ تعالیٰ کے لیے واقعہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ بلکہ آئمہ معصومین نے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کو کبھی
ایسا بد انگریز نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے پاس

میں ہوا

اصول کافی :-

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ
الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعْدَ مَا مَضَى ابْنُهُ أَبُو جَعْفَرٍ إِنِّي لَا أَفْكَرُ فِي نَفْسِي
أُرِيدُ أَنْ أَقُولَ كَانَتْهَا أَعْنِي أَبَا جَعْفَرٍ وَ أَبَا
مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْوَقْتِ كَأَبِي الْحَسَنِ مُوسَى وَ
إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَإِنْ قَصَصْتَهُمَا كَقِصَّتَيْهِمَا إِذَا كَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ
الْمَوْجِبِي بَعْدَ أَبِي جَعْفَرٍ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَبُو الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ أَنْ أُنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَا
هَاشِمٍ بَدَأَ اللَّهُ فِي أَبِي مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَبِي
جَعْفَرٍ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ لَهُ كَمَا بَدَأَ لَهُ
فِي مُوسَى بَعْدَ مَضَى إِسْمَاعِيلَ مَا كُشِفَ بِهِ
عَنْ حَالِهِ وَهُوَ كَمَا حَدَّثْتُكَ نَفْسَكَ وَإِنْ
كَرِهَ الْمُبْطِلُونَ وَأَبُو مُحَمَّدٍ ابْنِي الْخَلْفَاءُ مِنْ

بَعْدِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ وَمَعَهُ آلَةُ الْإِمَامَةِ۔
(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۲۷ کتاب الحجۃ)

باب الاشارة والنص على ابي محمد
عليهما السلام لم يبع قدیم لکنہما اصول کافی
جلد اول صفحہ ۲۲۷ طبع جدید تہران

ترجمہ ۱۔

راوی کہتا ہے۔ کہ میں امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر کے مرنے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں یہ خیال تھا۔ کہ فرزند ان امام نقی ابو جعفر اور امام حسن عسکری کا واقعہ اس وقت بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسا امام موسیٰ کاظم اور اسماعیل فرزند ان امام جعفر صادق کا تھا اور جو قصہ خوردی و بزرگی کا وہاں تھا۔ وہی یہاں ہے۔ (یعنی جس طرح اسماعیل، امام موسیٰ کاظم سے عمر میں بڑے تھے اسی طرح ابو جعفر، امام حسن عسکری سے بڑے ہیں) کیونکہ ابو جعفر کے بعد امام حسن عسکری امام ہوئے۔ پھر امام نقی علیہ السلام قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں مجھ سے فرمائے گئے۔ اے ابو ہاشم خدا نے ابو جعفر کے بعد اپنا حکم ظاہر کیا۔ ابو محمد (حسن عسکری) کے بارہ میں جس کی لوگوں کو معرفت نہ تھی۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ میں نے تم سے بیان کیا۔ اگرچہ باطل پرست اس کو پسند نہ کریں۔ ابو محمد میرا بیٹا ہے۔ میرے بعد میرا جانشین ہے۔ اس کے پاس وہ تمام علم ہے۔ جس کی طرف اقیانج ہوتی ہے اس کے پاس سامانِ امامت ہے۔

(اصول کافی مترجم جلد اول ترجمہ طہر حسن عسکری صفحہ ۳۸ مطبوعہ کراچی)

اعتقادات صدوق :-

واتاقول صادق علیہ السلام کہ فرمود کہ بیچ بدائی نشدہ برائے خدا مثل بدائے کہ شدہ برائے او در بارہ اسماعیل پس من۔

(اعتقادات صدوق ص ۲۸ باب دوم)

(و بداء مطبوعہ تہران)

ترجمہ :- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسا "بداء" نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا۔

خلاصہ کلام :-

مذکورہ روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے "و بداء" کا عقیدہ دائرہ معصومین کی حدیث کی رو سے (لازمی اور اتہائی ضروری ہے۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ "و بداء" کی علت فانی مسئلہ امامت ہے۔

اہل تشیع کے ہاں مقام امامت، صحابیت و نبوت

اور رسالت بھی اہم ہے

امام کی شان اہل تشیع کے ہاں تمام مراتب ولایت، صحابیت، نبوت اور رسالت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ جس کی تفصیل ہم عنقریب پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے امام کے لیے ایک مرتبہ متعین کر لیا ہے کہ اس کی زد میں خالق

جائے یا مخلوق اس کی سلامتی ناممکن ہے۔ اسی لیے ان کے تمام عقائد کی بنیاد مسئلہ امامت پر ہے۔ مثلاً۔

۱۔ بداء۔ ۲۔ کفر انبیاء (معاف اللہ)۔ ۳۔ ارتداد صحابہ۔ ۴۔ کفر اہل بیت المومنین۔
۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہونے کا انکار۔ ۶۔ تقیہ۔ ۷۔ متعہ۔
اس کی تفصیل یوں سمجھئے۔ کہ امامت میں پس و پیش کی وجہ سے دوبارہ، کا مسئلہ
لازمی و ضروری ہوا۔

جیسا کہ اس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ
کے متعلق بعض مرتبہ بعض اشیاء سے جاہل اور بے خبر و بے علم ہونے کا عقیدہ
اس لیے ایجاد ہوا کہ مسئلہ امامت میں کمی بیشی کا معاملہ حل ہو جائے۔ حضرت یونس
علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام پر کفر کا الزام اس لیے دھرا گیا کہ ان میں ائمہ کے
ساتھ حسد تھا۔

خلفائے ثلاثہ پر غصبِ خلافت کا الزام بھی اس لیے تھوپا اور ان پر تبرہ بازی
بھی اسی لیے کی گئی۔ شیخین کی صاحبزادیاں ہونے کی وجہ سے ام المومنین سیدہ عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر تبرہ بازی بھی اسی مقصد
کے لیے کی گئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار بھی اسی درختِ بد کی ایک شاخ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھے۔ اور پھر
ان کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اس کی کوکھ سے تقیہ کا عقیدہ پیدا ہوا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چونکہ متعہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار
دے دیا۔ اس کا عام اعلان مختلف بلاد اسلامیہ میں چونکہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ
نے پہنچایا اس لیے فاروق اعظم کی مخالفت کرتے ہوئے درمتعہ، کے حق

ہونے اور اس کے دو فضائل و کمالات، کا عقیدہ معرض وجود میں آیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان تمام باطل عقائد اور مردود نظریات کی اساس صرف مسئلہ امامت پر ہے۔

گستاخی ۱۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات بمقابلہ صفات

باری تعالیٰ

مناقب آل ابی طالب :-

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَفْسِهِ (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ) وَفِيهِ (وَجَعَلْنَا
لَهُمُ لِسَانَ مِثْلَ قَاعٍ عِلِّيَّا) وَقَالَ لِنَفْسِهِ (هُوَ يُطْعَمُ
وَلَا يُطْعَمُ) وَفِيهِ (وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ) وَ
قَالَ لِنَفْسِهِ (لَا تَأْخُذْ سِنَهُ) وَلَا تَوْمَهُ وَفِيهِ
(أَمَّنْ هُوَ قَانِثٌ) وَقَالَ لِنَفْسِهِ (وَهُوَ
اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) وَفِيهِ (قُلْ إِنَّمَا
أَحْضَرْتُكُمْ إِلَٰهًا وَاحِدًا) قَالَ الرَّسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ
بِكَ وَعِظْتُ قُرَيْشٌ وَقَالَ لِنَفْسِهِ (قُلْ
اللَّهُمَّ مَا لَكَ الْمَلِكُ) وَفِيهِ (وَإِذَا
رَأَيْتَ شَرًّا رَآيْتُ نَعِيمًا) وَمُنَاكَ كَبِيرًا
وَقَالَ لِنَفْسِهِ (يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ)
وَفِيهِ (عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا

قَوَيْتِيَمًا (الخ

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب
جلد سوم ص ۲۳۸ باب التکلیف والاطاعت
مطبوعہ قم چنابان طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت دو الخلی، بیان کی۔ اور حضرت علی رضی
کو بھی (علی) کہا۔ اللہ نے اپنے کو دکھانا کھلانے والا، کہا۔ اور یہی
صفت حضرت علی کو بھی عطا فرمائی۔ اللہ نے اپنے لیے در نہ نیند اور نہ
اونگہ، آنے کی صفت بیان فرمائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
لیے ”شب بیداری کرنے والا کہا، اللہ نے خود کو دو واحد، اور ادھر
علی کو دو واحد، کہا۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قریش کو تمہاری وجہ سے نصیحت
حاصل ہوئی۔ اللہ نے اپنے آپ کو دو مالک الملک، کہا۔ اور حضرت
علی کو دو ملک کبیر، کا مالک فرمایا۔ اللہ نے اپنے لیے یثیم و یتیم
کہا۔ اور حضرت علی کو دو علی جبہ مسکینا، کہا۔

خلاصہ کلام:-

”ابن شہر آشوب، جو شیعہ قبیلہ کا ایک بہت بڑا اور بلند پایہ مجتہد ہے۔ اس
نے اس مقام پر پوری پوری کوشش کی۔ کہ قرآن پاک میں جو صفات جس مقام پر
اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ذکر فرمائیں۔

۱ وہ تمام صفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کی جائیں۔ اور اس طرح

اللہ اور اس کے ایک بندے کے درمیان صفات میں مساوات و برابری دکھائی جائے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں کیا گستاخی ہو سکتی ہے۔ کہ اسے اور اس کے بندے کو ایک کر دیا جائے۔

یاد رہے۔ کہ جتنی آیات ”ابن شہر آشوب“، نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کسی نہ کسی صفت کو ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہیں۔ ان آیات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہونا صرف ”ابن شہر آشوب“ کا اپنا اجتہاد ہے۔ ورنہ یہ تمام آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر نازل نہیں ہوئیں۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ ان آیات سے جو مفہوم اس مجتہد نے نکالا۔ وہ اسی کا خاصہ ہے۔ اس طرح اس مصنف نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے متفقہ قانون ہے۔ کہ ایسا شخص عند الشرع مسلمان نہیں۔

گستاخی ملے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو شریکِ خدا، ہیں۔

جلاء العیون:-

قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي بَعْضِ خُطَبِهِ أَنَا
عِنْدِي مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ
إِلَّا أَنَا أَنَا ذُو الْقَرْنَيْنِ الْمَذْكُورُ فِي صُحُفِ الْأُولَى
أَنَا صَاحِبُ خَاكِرِ سُلَيْمَانَ أَنَا وَالْإِلَهِ الْحِسَابِ
أَنَا صَاحِبُ الصِّرَاطِ وَالْمَوْقِفِ أَنَا قَاسِمُ الْجَنَّةِ
وَالنَّارِ أَنَا أَدَمُ الْأَوَّلِ أَنَا نُوحُ الْأَوَّلِ أَنَا

أَيْتُ الْجَبَّارِ أَنَا حَقِيقَةُ الْأَسْرَارِ أَنَا مُوَرِّقُ الْأَشْجَارِ
 أَنَا مُوَلِّغُ الْأَشْمَارِ أَنَا مُفَتِّحُ الْعُيُوتِ
 أَنَا مُجَرِّى التَّهَارِ أَنَا خَازِنُ الْعِلْمِ أَنَا
 طُورُ الْحِلْمِ أَنَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا
 عَيْنُ الْيَقِينِ أَنَا حُجَّةُ اللَّهِ فِي السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ وَالْخَمَرِ

رجلایلیوں جلد دوم اردو ص ۷۱-۷۲ مترجمہ
 ظہور الحسن کوثر بریلوی مطبوعہ شیعہ جنرل بک
 لکھنؤ انصاف پریس لاہور

ترجمہ :-

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے :- میں وہ
 ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ۔ جنہیں بعد رسول اللہ میرے سوا
 کوئی نہیں جانتا ۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں ۔ جس کا ذکر صحت اولیٰ میں ہے ۔
 میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں ۔ میں قاسم جنت و نار ہوں ۔ میں اول آدم ہوں
 میں اول نوح ہوں ۔ میں جبار کی آیت ہوں ۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں
 میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں ۔ میں پھلوں کا پکانے والا
 ہوں ۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں ۔ میں نہروں کو بہانے والا
 ہوں ۔ میں علم کا خزانہ ہوں ۔ میں علم کا پہاڑ ہوں ۔ میں امیر المؤمنین
 ہوں ۔ میں سرچشمہ یقین ہوں ۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجت
 خدا ہوں ۔

میں متنزل کرانے والا ہوں ۔ میں صاعقہ ہوں ۔ میں حقانی آواز ہوں ۔

میں قیامت ہوں۔ ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں۔ جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ آسمانے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے والا ہوں۔ (زندہ کرنے والا ہوں) میں یوم التشور کا مالک ہوں۔ میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب کا وسیلہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں حکیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حق ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفہ اللہ ہوں۔ (جلالہ العیون جلد دوم ص ۶۱)

تنبیہ:-

یہ خطبہ جید ہم نے دو سیدہ ظہور الحسن شیعہ ثانی، کی کتاب جلالہ العیون اردو سے نقل کیا ہے۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ شمار کیا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب علم و صاحب انصاف اس خطبہ کو محض سرسری نظر سے ہی دیکھے۔ تو اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔ کہ اگر یہ خطبہ بالفرض محال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تو آپ اس میں مذکور دعاوی کی بنا پر دوسرے خدا بن بیٹھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات من و عن انہوں نے اپنے لیے لازم قرار دیں۔ نہ ان میں کوئی تاویل کی گئی۔ نہ ہی ان میں حقیقت و مجاز کا سہارا لیا گیا۔ اور اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو اس کی

صفات میں مثل اور مساوی جاننا شرک صریح ہے۔ اور شرک ہی ایک ایسا عظیم گناہ ہے۔ جو ناقابل معافی ہے۔ کل قیامت کو اللہ چاہے گا۔ تو بقیہ تمام گناہ معاف کر دے۔ مگر لیکن شرک قطعاً قابل معافی نہیں ہوگا۔

یاد رکھیے۔ یہ خطبہ اور اس قسم کے دیگر خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قطعاً نہیں ہو سکتے۔

بلکہ یہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ وہ باب العلم، رضی اللہ عنہ اس قسم کے کلام سے حاشا و کلا اپنے قلم و زبان کو گندا نہیں کر سکتے۔

گستاخی ۲۔

اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امر کیلئے

آپ کا خلیفہ ہے

مناقب آل ابی طالب:-

وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَتَانِ فِي
الْخَبْرِ أَنَّ النَّبِيَّ بَكَى عِنْدَ مَوْتِهِ فَجَاءَ جِبْرِئِيلُ
وَقَالَ لِمَرَّتَيْنِ قَالَ لَا مَتَى مِنْ لَهُمْ فَرَجَعَ ثُمَّ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا خَلِيفَتُكَ فِي أُمَّتِكَ
وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَنْتَ تُبَلِّغُ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَمَّا بَلَغْتَ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ تُبَلِّغُ عَنِّي تَأْوِيلَ
الْكِتَابِ - انتھے

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر
اشوب جلد سوم ص ۲۶۸ مطبوعہ قم خیابان
طبع جدید)

ترجمہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ حدیث میں وارد ہے۔ کہ بوقت
انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ جبیر بن ابل نے حاضر ہو کر روئے کا سبب
پوچھا۔ فرمایا۔ روتا اس بات کا ہے۔ کہ میری امت کا کون ہوگا؟ جبیر بن
اللہ کی بارگاہ میں گئے۔ واپس آکر کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تمہارا تمہاری
امت میں خلیفہ ہوں گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو فرمایا۔ تو میری رسالت کو پہنچائے گا۔؟ عرض کی۔ حضور! آپ نے
میں پہنچائی۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ لیکن تیرے ذمہ میری طرف سے
کتاب (قرآن) کی تاویل کی تبلیغ کرنا ہے۔

خلاصہ کلام:-

”علامہ ابن شہر اشوب شیعہ، نے اس کتاب میں واضح الفاظ میں لکھ دیا
ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ ایک خود اللہ تعالیٰ اور دوسرے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اب قابل غور یہ امر ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرات
کا یہی پٹینا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ہی خلیفہ ہے۔ اور وہ

”خلیفہ بلا فصل“ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن یہاں مبہم الفاظ میں دو ابن شہر آشوب نے آپ کے دو خلیفہ ذکر کیے۔ اب یہاں دو احتمال پیدا ہوتے ہیں۔

احتمال اول:-

یہ کہ کیا دونوں خلیفہ یک وقت خلیفہ بنے۔ اگر ایسا ہی مانو۔ تو دونوں کے ذمہ کیا کیا کام تھے۔ ہاں ایک خلیفہ کا کام تو ”ابن شہر آشوب“ نے ذکر کر دیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کی تاویلات بتلانے کے لیے خلیفہ بنے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ذمہ کون سا کام لگاؤ گے؟

اسی صورت میں اگر یہ کہو۔ کہ بظاہر نام کے اعتبار سے دو خلیفہ ہیں حقیقت میں ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مراد کوئی الگ خلیفہ نہیں۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی دو مختلف اعتبار ہیں۔ تو یہ مذہب وہی ہے۔ جو بانی مذہب شیعہ ”عبد اللہ بن سبا، یہودی کا تھا۔“ رجال کشی“ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:-

وَذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَا
كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ وَوَالِيَ عَدِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ فِي يُوشَعَ
ابْنِ نُونٍ وَهِيَ مُوسَى بِالْغُلُوِّ - فَتَنَالَ فِي
إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عِلِّيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ ذَلِكَ
وَكَانَ أَقُولَ مَنْ أَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفِرْعَوْنَ إِمَامَةً عَلَيْهِ

وَ أَظْهَرَ الْبِرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِهِمْ وَ كَاشَفَ مُخَالَفِيهِ
وَ كَفَّرَهُمْ فَمِنْ هَهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَتِ الشَّيْعَةُ إِنْ
أَصَلَ الشَّيْعَةَ وَالرِّقْضُ مَا خُوذَ مِنْ الْيَهُودِيَّةِ -

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۱۰۱ تذکرہ عبد اللہ

ابن سبا)

ترجمہ

بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن سبا پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان
ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گہرا دوست بن گیا۔ یہودی ہوتے ہوئے
یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے متعلق غلو سے کام لیا کرتا تھا
اور جب اسلام لایا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مبالغہ آمیز
باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق
امامت کے فرض ہونے کا قول کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
مخالفوں اور دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ آپ کے مخالفین کو کجاب
کیا۔ اور ان کے کفر کو واضح کیا۔ اسی وجہ سے شیعوں کے مخالف کہتے ہیں
کہ رفض و شیعیت واصل یہودیت کا دوسرا نام ہے۔

مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد عبد اللہ بن سبا

یہودی نے ڈالی

صاحب رجال کشی نے واضح کر دیا کہ مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد،
”عبد اللہ بن سبا“ تھا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا

دعویٰ کیا۔ جیسا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

رجال کشتی:-

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ
اللَّهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَا إِنَّهُ ادَّعَى الرَّبُّوبِيَّةَ
فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَكَانَ وَاللَّهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَبْدَ اللَّهِ طَائِعًا تَوِيلُ لِمَنْ
كَذَبَ عَلَيْنَا وَإِنَّ قَوْمًا يَقُولُونَ فَنَبَا
مَا لَا نَقُولُ كَفَى أَنْفُسِنَا نَتَبَرَّأُ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ
نَتَبَرَّأُ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ .

(رجال کشتی مطبوعہ کربلا ص ۱۱)

ترجمہ:-

ابان بن عثمان کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ
نے فرمایا۔ اللہ »عبد اللہ بن سبا« پر لعنت کرے۔ کیونکہ اس شخص
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔
حالانکہ خدا کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے فرمانبردار بندے
تھے۔ جھوٹے کے لیے دوزخ۔ کچھ لوگ ہمارے بارے میں ایسی،
مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں۔ جو ہم نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں۔ ہم
اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں بیزاری چاہتے ہیں۔
حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ اگر شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بننے کا یہ معنی کریں۔ کہ

اس سے مراد حضرت علی ہی ہیں۔ تو ان کی یہ مراد بے جا نہیں۔ کیونکہ ایسا ان کی کتب میں موجود و مذکور ہے۔ بانی مذہب شیعوں "عبداللہ بن سبا" کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت سے یہی مذہب ثابت ہوا۔ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رب مانتا تھا۔ جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اور یہی تو شرک صریح ہے جس کی معافی نہیں ہوگی۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اس بات کی بھی وضاحت فرمادی۔ کہ ہمارے شیعوں میں بھی ایک ایسی قوم ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتی جاتی ہے۔ چاہے وہ ہمارے ہی ہیں۔ اس غلط عقیدے کی بنا پر ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے بیزاری طلب کرتے ہیں۔ یہ لعنت اور بیزاری اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی (معاذ اللہ) اپنے متعلق رب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے متواضع اور فرمانبردار بندے تھے۔

احتمال ثانی :-

دوسرا احتمال یہ ہے۔ کہ ان دونوں کی خلافت یکے بعد دیگرے تھی۔ اگر ایسے ہی معاملہ تھا۔ تو پہلے کوئی خلیفہ بنا پھر اس کے بعد دوسرا کون تھا؟ اگر اللہ تعالیٰ کو خلیفہ اول مانا جائے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مانا جائے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کو..... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ثانی ماننا پڑے گا۔ بہر صورت یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور صریح کفر ہے۔ لہذا شیعوں حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اللہ تعالیٰ کو قرار دے کر اللہ رب العزت کی توہین کی ہے۔

گستاخی ۵۔

اللہ تعالیٰ تیس سالہ نوجوان کی طرح ہے

اصول کافی ۱۔

مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ
الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ بَشْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ
بْنِ سَعِيدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْحَزَّارِ وَ مُحَمَّدٍ
بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَا دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْحُسَيْنِ الرِّضَا
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحَكَيْنَا لَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَصَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فِي صُورَةِ الشَّابِّ الْمَوْقُوفِ
فِي سِنِّ آيَاتٍ ثَلَاثِينَ مَسْنَةً وَقُلْنَا إِنَّ هِشَامَ
بْنَ سَالِمٍ وَصَاحِبَ الطَّاقِ وَالْمِيثَمِ يَقُولُونَ
إِنَّهُ أَجُوفٌ إِلَى الشُّرَّةِ وَالْبَقِيَّةُ صَمَدٌ فَخَرَّ
سَاجِدًا لِلَّهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا عَرَفُوكَ وَلَا
وَحَدُّوكَ فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَصَفُوكَ سُبْحَانَكَ
لَوْ عَرَفُوكَ لَوَصَفُوكَ بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ
سُبْحَانَكَ كَيْفَ طَاوَعْتَهُمُ أَنْفُسَهُمْ أَنْ
يُشَبِّهُوكَ بِغَيْرِكَ اللَّهُمَّ لَا أَصِفُكَ إِلَّا
بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ وَلَا أَشَبِّهُكَ

بَخْلِكَ أَنْتَ أَهْلٌ لِكُلِّ خَيْرٍ فَلَا تَجْعَلْنِي مِنَ الْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ -

(۱- اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ نولکشتور

طبع قدیم)

(۲- اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید کتاب التوحید باب المنہی

عن الصفة بغير ما وصفت به)

نتیجہ:-

ابراہیم بن محمد خزار اور محمد بن الحسین کہتے ہیں۔ کہ ہم دو قول امام رضاؑ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور ہم نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کو ایک تیس سالہ نوجوان کی صورت میں دیکھا۔ اور ہم نے کہا۔ کہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمیہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس اللہ کا دھڑنات تک خالی تھا۔ اور اس سے نیچے (قدموں) تک سخت اور ٹھوس تھا۔ یہ سن کر امام رضاؑ سجدہ میں گر گئے۔ پھر کہا۔ اللہ تو پاک ہے۔ ان لوگوں نے نہ تجھے پہنچانا۔ نہ تیری توحید جانی۔ اسی وجہ سے انہوں نے تجھے ایسی صفات سے یاد کیا۔ تو پاک ہے۔ اگر تجھے جان لیتے۔ تو تیری ایسی صفات بیان کرتے۔ جو تو نے اپنے متعلق خود بیانی کی ہیں۔ تو پاک ہے۔ ان کے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تجھے کسی دوسری چیز کے ساتھ مشابہت دے بیٹھے۔ اسے اللہ میں تری وہی صفات کہوں گا۔ جو تو نے اپنے متعلق خود کہی ہیں۔ اور مخلوقات میں سے کسی سے تجھے مشابہت نہ دوں گا۔ تو ہر چیز کا

مستحق ہے۔ مجھے ظالموں کی قوم میں سے نہ کرنا۔

تنبیہ :-

اہل علم حضرات غور فرمائیں۔ کہ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ہے۔ اور خاص کر ان کے گروہ شام بن سالم، صاحب الطاق اور مہتمی تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہا کو پہنچ گئے۔ اُسے تیس سالہ نوجوان ثنابت کرنے کے بعد اس کا اوصاف و طر انداز سے خالی اور یقینہ سخت اور مضبوط ثنابت کیا۔ تو یہ عقیدہ ایسا شمر کیہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ کہ ہر آدمی اسے سُن کر کانپ اٹھتا ہے۔ کیوں نہ کہ اپنے۔ جب یہی خرافات امام رضا کے سامنے بیان ہوئیں۔ تو انہوں نے خوف خدا اور عذاب خدا کے ڈر سے فوراً سجدہ کیا۔ اور اللہ کی تقدیس و تنزیہ بیان فرمائی۔ اور فرمایا ان لوگوں کو چونکہ تیری معرفت حاصل نہیں۔

اس لیے انہوں نے تیرے لیے اوصاف بیان کیے۔ جو تو نے خود اپنے لیے بیان نہیں فرمائے۔

ان لوگوں نے تجھے غیر کے مشابہ بنا دیا۔ حالانکہ تو مخلوقات میں سے کسی کے مشابہ نہیں۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حاصل کلام :-

یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک نہیں کہی، گستاخانہ عقائد ہیں۔

جن کی وجہ سے ایسے عقائد کے معتقد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اس لیے ان میں سے جن لوگوں کے اندر کے متعلق یہی عقائد و نظریات ہیں۔
جو ہم نے ذکر کیے۔

تو وہ اولین فرصت میں توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہوں۔ ورنہ نام کے ”مومن“
ہونے سے کیا حاصل؟ جب کہ عقائد شریکہ اور کفریہ ہیں۔



فصل دہم

”حضرات انبیاء کرام کی نشان میں گستاخیاں“

گستاخی نمبر ۱۱۰۔

امامت و ولایت اہل بیت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں

محبوس کر دیا

حیات القلوب ۱۔

بسنہ معتبر از امیر المومنین منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت را بر
اہل سمان ہا و زمین پس قبول کرد ہر کہ قبول کرد و انکار کرد ہر کہ انکار کرد چنانچہ
باید قبول نکرد یونس تا آنکہ خدا اوراد شکم ماہی جس کرد تا قبول کرد چنانچہ شہر طر قبول
وحیۃ القلوب جلد اول ص ۲۵۹ مطبوعہ تہران
طبع جدید و در بیان قصہ یونس علیہ السلام

ترجمہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری ولایت کو آسمانوں اور زمین والوں پر پیش کیا۔ تو جس نے قبول کرنا تھا۔ قبول کیا۔ اور جس نے انکار کرنا تھا۔ انکار کر دیا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے جس طرح قبول کرنا چاہیے تھا۔ قبول نہ کیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ پھر انہوں نے بھی قبول کر لیا۔ جیسا کہ قبول کرنے کی شرط تھی۔

گستاخی نمبر ۲۱۰

پنج تن پاک کے حسد کی وجہ سے حضرت آدم و حوا

علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا۔

بچوں سر بالا کروند۔ دیدند نام محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و امامان بعد ایشاں (صلوات اللہ علیہم اجمعین) را کہ بر ساق عرش نوشتہ بود بنودی از انوار خداوند جبار گفتند پروردگار اچہ بسیار گرامیند اہل این منزلت بر تو وچہ بسیار محبوبند نزد تو وچہ بسیار شریف و بزرگ اند و در گاہ تو حق تعالی فرمود.....

اے آدم و اے حوا نظر کی بند بسوئے نور با وجہ تھائے محبیدہ
حسد پس شمارا پائین میفرستم از جوار خود و بر شما میفرستم خار غی خود را...
پس نظر کروند بسوئے ایشاں بدیدہ حسد و بایں سبب خدا ایشاں را

مَحَمَّدٌ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ
 أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 أُصُولُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ الْحِرْصُ وَالْإِسْتِكْبَارُ وَ
 الْحَسَدُ - فَأَمَّا الْحِرْصُ فَإِنَّ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 حِينَ نَهَى عَنِ الشَّجَرَةِ حَمَلَهُ الْحِرْصُ عَلَى
 أَنْ أَكَلَ مِنْهَا وَ أَمَّا الْإِسْتِكْبَارُ فَأَبْلَيْتُ
 حَيْثُ أُمِرَ بِهِ لِسُجُودٍ لِأَدَمَ فَإِنِّي وَأَمَّا الْحَسَدُ
 فَأَبْنَاءُ أَدَمَ حَيْثُ قَتَلَ أَحَدَهُمَا صَاحِبَتَهُ -

داصول کافی جلد دوم ص ۲۸۹ کتاب الایمان
 والکفر باب فی اصول الکفر الخ مطبوعہ
 تہران طبع جدید ۱۴۰۵ طبع قدیم ،
 (لوکشور)

ترجمہ:

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص۔ تکبر کرنا۔
 اور حسد۔ بہر حال حرص تو جب آدم علیہ السلام کو درخت سے منع کیا گیا
 تو حرص نے ہی انہیں اس کے کھانے پر مجبور کیا۔ تکبر کرنا تو ابلیس کو جب
 حکم دیا گیا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو اسی مرض نے اسے
 انکار (پر مجبور) کیا۔ اور حسد تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے ایک
 نے دوسرے کو اسی حسد کی بنا پر قتل کر دیا۔

✦

ایک طرف بالاتفاق انبیائے کرام معصوم اور دوسری

طرف کفر کے مرتکب؟

شیعہ اور سنی اس بات پر متفق ہیں کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود شیعہ حضرات انبیائے کرام کی عصمت کے اس وقت قائل ہوتے ہیں جب وہ در ولایت علی، کاہنہ ول سے اقرار کریں۔ اگر کسی نے در ولایت علی، کا اقرار نہ کیا۔ تو اس کی اُسے سزا دی جاتی ہے۔ جس طرح حضرت آدم و یونس علیہما السلام کو دی گئی۔ بلکہ حضرت آدمؑ نے تو اس غلطی کی سزا بھگتی کہ انہوں نے حضرت محمدؐ علی، فاطمہؑ حسین و حسین اور ائمہ اہل بیت کے انوار کو حسد کی نگاہ سے دیکھا۔ اور سدھ چونکہ کفر کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔

لہذا اس اصل کے ارتکاب کے بعد حضرت آدمؑ (معاذ اللہ) کفر کے مرتکب ہوئے۔ اور انہیں اس کی سزا دی گئی۔ جس طرح شیطان ایک دوسرے دراصل کفر، یعنی تکبر کرنے کی پاداش میں مردود ہوا۔ پھر آدمؑ علیہ السلام نے دوسرا دراصل کفر، یعنی عرص بھی اپنایا اور درخت کا پھل اسی عرص نے کھلایا تو گویا شیطان مردود نے ایک دراصل کفر، کیا۔ اور حضرت آدمؑ علیہ السلام نے دراصل کفر یعنی حسد اور عرص اپنا کئے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ شیعہ حضرات۔ نہ حضرت آدمؑ کو درمعاذ اللہ شیطان سے بھڑکیا کفر ثابت کر دیا۔ کیونکہ شیطان نے ایک اصل کا ارتکاب کیا۔ اور ابوا بشر آدمؑ علیہ السلام دو اصول کے مرتکب ہوئے۔ اس کے علاوہ انتہائی افسوس کی یہ بات ہے کہ ان لوگوں نے دو مرتبہ امامت کچھ دسار بیع اور بلند و بالا گھڑ پایا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے کوئی نبی اس کی اہمیت

کے اقرار کے بغیر مقام نبوت پر فائز نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس جرم کی اس کو سزا دی جاتی ہے۔

اور پھر ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ کبھی والدین بھی اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھ کر حسد کرتے ہیں؟ اور اولاد کا بلند مرتبہ اور خوش علقہ انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی؟
تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ کا خانہ ساز قصہ ہے۔ ورنہ امیر المومنین نے تو یہ فتویٰ دے دیا ہے۔ جواباً کہ آپ میں مذکور ہے۔ کہ جو ہمیں نبی کہے اسی پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔

رجال کشتی:-

مَنْ قَالَ بَأْتَدَ أَنْبِيَاءُ قَدْ دَيَّرَ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

رجال کشتی مطبوعہ کربلا ص ۲۵۵ تذکرہ

الخطاب

ترجمہ:-

جو ہمیں نبی کہے اسی پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے۔ اسی پر بھی اللہ کی لعنت۔
امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس بارے کا مسند ہی فرمایا۔ کہ امامت کا مرتبہ و شان نبوت کے مرتبہ کے ہم پلہ نہیں
چہ جائیکہ نبوت سے زیادہ افضل ہو۔ اسی لیے تو امام موصوف نے اسی شخص پر لعنت خدا کا ذکر کیا۔ جو انہیں امام اہل بیت کو! مقام نبوت اور مرتبہ

نبوت پر سرفراز نہ ہو اور فرمایا یہ سدا اٹل ہے۔ اس میں شک لانے والا بھی
لنستی ہے۔

گستاخی نمبر ۱۲۱۰

ائمہ اہل بیت کی ولایت کو تمام انبیاء و کرام پر پیش کیا گیا
جنہوں نے اس سے توقف کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے عذاب
میں مبتلا کیا

انوار نعمانیہ:-

الثَّامِرُ مَا رَوَاهُ أَبُو حَمْرَةَ الْهَمَّانِيُّ قَالَ دَخَلَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى زَيْنِ الْعَابِدِ بْنِ وَ قَالَ
لَا يَا ابْنَ الْحَسَنِ أَنْتَ الَّذِي تَقُولُ إِنَّ
يُرْسَلُ ابْنُ مَرْثَدَةَ إِلَى مَا لَقِيَ مَالِكُ لَا تَنْتَ عِرْضَ عَلِيٍّ
وَلَا بَنِيَّ حَبْرِي فَتَوَقَّفْ عَنِّي زَيْنًا فَقَالَ مَا لِي
تَعْلَمُ ذَلِكَ أَتُكِّدُ قَالَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ ذَلِكَ إِنْ
كُنْتُ مِنَ الصَّادِقِينَ وَأَمْرٌ بِشَيْءٍ عَيْنِيهِ
يَعْدُو بَنِيَّ وَعَيْنِي بِعَسَابَةِ دِيْمَرٍ أَمْرٌ بَعْدَ
سَاعَةٍ بِذِيٍّ أَسْهَيْدًا فَإِذَا نَحَرُوا عَلَوْ شَارِكُ
يَحْرُ تَعْدُو قُرْبُ أَمْرَاجِيهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ
يَا سَيِّدِي دَعُوهُ فَإِنَّ قَبِيلَهُ أَلَدُ أَلَدُ فَوَيْلٌ لِمَنْ

قَالَ يَا يَتُّدُ الْحُوتُ قَالَ ذَا طَاعِمِ الْحُرْتُ رَأْسَهُ
 مِنَ الْبَحْرِ مِثْلَ الْجَبَلِ الْفَلِيطِ عِرْقُهُ رِيْرُلُ لَتِيْدُ
 لَتِيْكَ يَا وَلِيَّ اللهِ فَتَدُ لَ مَرُ اَنْتَ فَتَدُ اَنْتَ اَنْتَ
 حُوتُ يُوْلُسُ يَا سَيِّدِي اِنْ اَللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ
 نَبِيًّا مِنْ اَدَمَ اِلَى اَنْ صَارَ جَدُّكَ فِي مَدَدِ
 اِلَّا وَقَدَ عُرِضَ عَدِيْبُ تَوَلَّيْتُ رُوْ اَكْلُ
 الْبَيْتِ فَمَنْ قَبِلَهَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ تَخَلَّسَ
 وَمَنْ تَرَفَّتْ عَنْهَا وَتَعَجَّ فِي حُسْنِهَا لَيْتَ مَا لَيْتِي
 اَدَمُ مِنَ الْبَيْتِيَّةِ وَمَا لَيْتِي دُرُوحُ مِمَّنْ
 الْغَرَقِ وَمَا لَيْتِي اِبْرَاهِيْمُ مِنَ الْمَنَارِ
 وَمَا لَيْتِي يَرْسَفُ بِرَبِّ الْجَبِّ وَمَا لَيْتِي
 اَيُّوْبُ مِنَ الْبَرَآءِ وَمَا لَيْتِي دَاوُدُ مِنَ
 اَلْخَطِيْئَةِ اِلَى اَنْ يَكُنَّ اَللَّهُ يُوْلُسُ فَاَوْحَى اَللَّهُ اِلَيْهِ اِنْ يَّا يُوْلُسُ تَكُوْلُ
 اَبْرِيرُ الْمُرْمِيْنَ عَلَيْهِ وَ الْاَرِيْثِيَّةِ الرَّاشِيْدِيْنَ
 مَرُ مَسَدِيْمُ فَتَدُ لَ كَيْتَ اَتَوِيْ مِنْ لَمَ اَرَهُ
 وَهُوَ لَمَ اَعْرَوْدُ وَ ذَهَبُ مُدَا جَنْبُ
 فَارُوسِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَلْاَقِيْمَنَ يُوْلُسُ
 وَلَا تُؤْهِمِيْنَ لَهْ عَقْلَمَا فَدَكَةُ فِي
 بَطْنِيْ اَرْبَعِيْنَ صَبَا حَا يَلَارُوْ مَعِيْ
 الْبَحْرُ فِي ظُلْمَتِيْ ذَلَامَتِيْ يَدِيْ ذَلَالَةٍ
 اِلَّا اَنْتَ سُبْرَانَا ذَاكَ اَبُوْ كُنْتُ مِمَّنْ

الْقَالَ بَيْنَ وَتَدَّ قَبْلْتُ وَلَا يَتَّ عَلِي
ابْنِ أَبِي مَالِيٍّ وَالْأَكْثَرُ الرَّاشِدِينَ
مِنْ وَلَدِهِمْ فَذَنَا أَنْ أَمْرَ يُولَا يَتَكْمُرُ
أَمْرِي رَجِي وَتَدَّ فَذَنَا عَلَى سَاحِلِ
الْبَحْرِ فَذَنَا زَيْنُ الْعَابِدِينَ أَرْجِي
أَتَيْتَهَا الْحُرَّةُ إِلَى ذِكْرِكَ فَرَجَعَ الْحُرَّةُ
وَاسْتَرَى الْمَاءُ

النوار لہمانیہ ص ۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم

بحث تعداد حروف اسم اعظم

ترجمہ:-

ابو حمزہ اہمائی نے کہا کہ ایک دفعہ عبداللہ بن عمر، امام زین العابدین کے پاس تشہیر لائے، اور کہا۔ اے ابی الحسین! تم یہ کہتے ہو کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے عذاب میں اس لیے مبتلا کیے گئے کہ انہیں تمہارے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پیش کی گئی۔ تو انہوں نے توقف کیا۔ (کیا یہ درست ہے؟) امام زین العابدین نے فرمایا۔ تمہاری ماں تمہیں گھر پائے۔ یہ بات حق ہے۔ اس پر ابی عمر نے کہا۔ آپ مجھے اس بارے میں کوئی نشانی دکھلائیں۔ امام زین العابدین نے کہہ کر میری اور اپنی آنکھیں پٹی سے باندھ لو۔ جب باندھ دیں ایک ساعت کے بعد فرمایا۔ کھول دو۔ جب کھولا۔ تو دیکھا کہ ہم تو ٹھٹھکیں داتے دیدہ دسمندرا کے کنارے کھڑے ہیں۔ ابی عمر نے کہا۔ ابدی! میرا خون آپ کی گردن پر ہے۔ یہ کلمہ اپنے دل میں کہا۔ پھر امام زین العابدین

نے مچھلی کو بلایا تو فوراً ایک مچھلی نے پانی میں سے پہاڑ کی طرح سر نکالا۔ اور کہنے لگی اے اللہ کے ولی! میں آگئی ہوں میں حاضر ہوں اما میں نہیں القابہ نے کہا۔ تو کون ہے۔ کہنے لگی وہی مچھلی ہوں جس نے یونس کو نگلایا تھا۔ آدم سے لے کر تمام انبیاء و کرام حتیٰ کہ آپ کے جدا مجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا۔ ان تمام پر اللہ تعالیٰ نے تم اہل بیت کی ولایت پیش کی جس نے وہ قبول کر لی۔ سلامتی میں رہا۔ اور جس نے اس کے قبول کر۔ نیے میں توقف کیا۔ تو اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پریشانی، نوح علیہ السلام کو ڈوبنے کا خطرہ، ابراہیم علیہ السلام کو نار نمود سے واسطہ، یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں گرتا، ایوب علیہ السلام کو تکالیف کا سامنا، داؤد علیہ السلام کو غلطی اور گناہ سے واسطہ پڑتا۔ یہاں تک کہ یونس علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور ائمہ راشدین جو ان کی پشت سے اُٹنے والے ہیں۔ ان کی ولایت کا اقرار کرو۔ تو انہوں نے کہا۔ یا اللہ! میں نے جسے دیکھا نہیں۔ جسے جانتا نہیں اس سے کیسے دوستی کروں۔ غصہ ہو کر چل پڑے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے مچھلی کو کہا۔ یونس کو نگل جا۔ لیکن اس کی ٹہیاں نہ ٹوٹنے پائیں۔ میں نے نگل لیا۔ وہ چالیس دن میرے پیٹ میں رہے۔ میں انہیں زمین اندر عیسروں میں مختلف سمندروں میں لیئے پھرتی رہی۔ وہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، پڑھتے رہے۔ اور جب یہ کہا۔ کہ میں نے حضرت علی اور ائمہ راشدین کی ولایت کو قبول کیا۔ تو اللہ نے مجھے حکم دیا۔ اے نگل دور میں۔ نہ سمندر کے کنارے آگلیا

اس کے بعد امام زین العابدین نے اس پھلی کو چسے جانے کا حکم دیا۔ مچھلی
پانی میں چلی گئی۔ اور پانی برابر ہو گیا۔ انتہی۔

یعنی ان تمام انبیاء کرام کو جو مصائب و رنجیں آئے۔ ان کا ایک ہی
سبب تھا۔ کہ انہوں نے ولایت علی اور ولایت آل علی کیے۔ انہوں نے
توقف کیا۔ جب مصیبت پڑی۔ تو پھر اس کا اقرار کر کے رہائی حاصل کی۔ ورنہ
ان کا توقف ناقابل معافی برسم تھا۔ جس کی سزا میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

گستاخی نمبر ۱۵۱۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام انبیاء کرام کے افضل ہیں

انوار نعمانیہ۔

التَّاسِعُ مَا أَوْرَدَهُ الصُّدُوقُ نَقْلًا عَنْ
جَمَاعَةِ ثِقَاتٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَتْ حُزْرُ
بْنِ حَلِيمَةَ السَّعْدِيِّتِ عَلَوُ الْحَجَّاجِ
بْنِ يُوسُفَ الثَّقَفِيِّ وَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ
لَهَا أَنْتِ حُزْرَةُ بِنْتِ حَلِيمَةَ هَذَا قِيلَ عِنْدَكَ
إِنَّكَ تَذَيَّلِينَ عَلَيَّ أَلَا أَيْبَى بَرٍّ وَعَمْرٍ وَ
عُثْمَانَ قَالَتْ لَعَنُ كَذِبَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ
فَضْلَتَهُ عَلَوُ هُوَ لَا يَخَافُ قَالَ وَعَلَى
مَنْ خَيْرٌ هُوَ لَا يَخَافُ قَالَتْ أَفَعَدَّ لَهُ عَلَوُ أَمْ وَنَزَجَ

وَلَرَّمَا وَابْرَاهِيمَ بِمُوسَىٰ وَكَذَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ
وَسَيِّدِينَ بَنِي إِسْرَءِيلَ فَذَلَّ لَهُمْ فَاذْلِكْ أَقْوَمُ
لَكَ إِثْرٌ تَذَكَّرْتُكَ عَلَى الْمَسْحَابِ فَتَزِيدُنِي
عَلَيْهِمْ سَيِّئَةً مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ أُولَى الدِّزَمِ
فَإِنْ لَّا تَرْتَمَاتِي بِبَيَانِ مَا قُلْتُ تَرَايَا
هَازِلِيَّةً حُذِّقَكَ فَقَالَتْ مَا أَنَا فَتَعَلَّكَ عَلَى
هَؤُلَاءِ الْأَنْبِيَاءِ بِإِلَهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَرَّ فَتَنَّلَهُ
فِي الْقُرْآنِ الْعَلِيِّ عَلَيْهِمْ قَوْلُهُ فِي حَقِّ آدَمَ
فَعَسَىٰ آدَمُ رَبُّكَ فَخَرَّ وَقَالَ فُؤَادِي عَبْدُكَ
وَكَأَن سَعْيِهِمْ مَشْكُورًا فَقَالَ أَحَسَنْتَ يَا
حُرَّةٌ فَبِمَ تُفْتِنِي لَيْتَنِي عَلَى نَزَجٍ وَكُلُوبٍ قَالَتْ
اللَّهُ تَعَالَىٰ فَتَنَّلَهُ عَلَيْهِمْ بِسَرِّهِ ضَرْبَ اللَّهِ
مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَةٌ تَفْجُرُ وَامْرَأَةٌ لَّوِي
كَأَنَّكِ تَحْتِ عَذَرَينَ حَرِّ لَحِينٍ وَتَحْتِ نَظَاهِنَا
وَحَيْثُ بَنَىٰ لِبَابِ كَوْنٍ مِّنْكَ تَحْتِ سِدْرَةِ
الْمَشْهُوِّ وَذَوِجَاهِ بِسَرِّهِ فَابْتِغِ الرِّمَاءَ
الَّتِي رَمَتْهُ اللَّهُ عَنْهَا لِرَمِّهِ هُوَ وَيَسْخَطُ
بِسَخْطِهَا فَذَلَّ الْأَحْسَنَاتِ يَا حُرَّةٌ فَبِمَ
تَذَكَّرْتَنِي عَلَى آيِ الْأَنْبِيَاءِ إِبْرَاهِيمَ وَخَيْلِ
اللَّهِ فَذَكَّرْتَنِي أَلَدُّ وَرَسْرَلَهُ فَضَّلَهُ بِسَرِّهِ قَالَ
إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ

ذُرٍّ مِنْ قَلَّ بَلَىٰ رَلَّ بِرٍّ لِيَقْلَهُ بُرٌّ قَلْبِي رَ اَمِيرُ
 الْمَرْ مِينَ قَال قَتُولًا لَمْ يَخْتَلِيتُ فِيهِ اَحَدُ
 مِّنَ الْمَسْلُومِينَ لَوْ كُشِفَتِ الْغُلَاةُ مَا زِدْتُ
 يَتِيًّا وَ هَازِيهِ كِدَمَتُهُ لَمْ يَقْلَهَا قَبْلُ وَلَا
 بَعْدُ اَحَدٌ قَال اَحَسَّنْتَ يَا حُرَّةُ فَبِ مَرْفُضِيْنَا
 عَلٰى مَرَّسِي نَجِيْتِ اللّٰهِ قَالَتْ يَقْتُلُ اللّٰهُ
 عَزَّ وَجَلَّ وَ تَخْرُجُ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ
 قَال رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
 وَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بَاتَ عَلَى فِرَاشِ
 رَسُولِ اللّٰهِ لَمْ يَخَفْ حَتَّى اَنْزَلَ اللّٰهُ
 تَعَالٰى فِي حَقِّهِ وَ مَاتَ الثَّامِسَ مِنْ يَشَرِّ
 نَفْسِهِ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ قَال اَحَسَّنْتَ
 يَا حُرَّةُ .

داوار نعمانیہ مشافہ طبع لایان قدیم در

بمکتب استنباط عرۃ عند الحاج علی تفصیل

علی علیہ السلام

ترجمہ:-

شیخ صدوق نے ایک ثقہ جماعت سے نقل کیا ہے۔ کہ جب ”عرۃ
 بنت علیمہ سعدیہ“، حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آئی۔ اور آکر سامنے
 بیٹھ گئی۔ تو حجاج نے پوچھا۔ تو وہی عرۃ ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کو ابوبکر، عمر اور عثمان پر فضیلت دیتی ہے؟ کہنے لگی۔ جن لوگوں نے

میرے بارے میں صرف ان تین پر فضیلت دینے کا کہا۔ انہوں نے
 بھوٹ بولا۔ حجاج نے پوچھا۔ تو ان کے علاوہ دوسروں پر بھی تو فضیلت
 دیتی ہے۔؟ کہنے لگی۔ میں حضرت علی کو آدم، نوح، لوط، ابراہیم، موسیٰ
 داؤد، سلیمان اور عیسیٰ بن مریم پر بھی فضیلت دیتی ہوں۔ حجاج نے کہا
 تو تباہ ہو جائے۔ میں تجھ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا تو واقعی حضرت علی
 کو صحابہ سے افضل سمجھتی ہے۔ لیکن تو نے توحہ کر دی۔ کسات الوالعزم
 انبیاء کے نام لے کر ان سے بھی فضیلت میں نہیں برعادیا۔ جو کچھ تو نے
 کہا۔ اس کی دلیل پیش کرنا پڑے گی۔ ورنہ گروہی اڑا دوں گا۔ کہنے لگی۔ میں
 نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت نہیں دی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے
 قرآن پاک میں اس فضیلت کا ذکر فرمایا۔ آپ دیکھتے نہیں۔ قرآن میں حضرت
 آدم علیہ السلام کے متعلق دو وعظی اذ ہم ربہ فَعَوَّی، آیا ہے۔
 یعنی آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیا۔ اور ناکام رہا
 لیکن حضرت علیؑ کے متعلق ارشاد ہے وَوَكَانَ سَعِيْدًا مَّشْكُوْمًا
 ان کی محنت بار آور ہوئی۔ اور ان کی محنت مشکور ہے۔ حجاج نے
 کہا۔

اے عورت! کیا خوب کہا۔ پھر پوچھا۔ ان کو حضرت نوح و لوط
 پر فضیلت کس بنا پر دیتی ہے۔؟ کہنے لگی۔ اللہ نے فرمایا۔
 فَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَمْرًا لَّا نُوْجِزُ وَاَمْرًا لَّا
 نُوْطِیْهِ الْغَمَّ۔

اللہ نے کفار کے لیے حضرت نوح و لوط کی بیویوں کی مثال
 بیان کی۔ کہ یہ دونوں بہترین نیک بندوں کے عقید میں تھیں۔ لیکن

اپنے اپنے خاوند سعد و نون نے خیانت کی۔ اور حضرت علی کے پاس
 میں ہے۔ کہ آپ عرش کے نیچے حکومت کرنا۔ اور یہ ہیں۔ اور آپ
 کی بیوی خاتون جنت بنت رسول جناب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں
 یہ وہ بیوی ہیں۔ کہ جن کی رضا مندی سے خدا راضی اور جن کی ناراضگی سے خدا
 ناراض ہوتا ہے۔ حجاج نے کہا۔ اسے حرۃ! تو نے کیا خوب کہا۔ بیدار بتلا۔ کہ انبیاء کرام کے
 والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیسے فضیلت دیتی ہے کہنے لگی حضرت ابراہیم ؑ کے بارے
 میں ہے۔ ”اِذْ قَالَ اِبْرٰہِیْمُ رَبِّیْ اَرِنِیْ کَیْفَ تَحْیِی الْمَوْتٰی اَلَمْ“
 جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ! مجھے دکھلا۔ کہ تو مردے
 کس طرح زندہ کرے گا۔؟ فرمایا۔ کیا تیرا اس پر ایمان نہیں۔ عرض کی۔ ہے۔
 لیکن اطمینان قلب کی خاطر یہ سوال کیا ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے
 ایسی بات کہی۔ جس میں کسی مسلمان نے اختلاف نہ کیا۔ وہ یہ بات ہے۔
 کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے کے لیے جو آنکھوں پر پردے ہیں۔ اگر
 ان کو ہٹا دیا جائے۔ اور اللہ کا دیدار بلا حجاب آنکھیں کر لیں۔ تو بھی میرے
 پہلے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ یہ درگم ہے۔ جو نہ اس سے قبل کسی
 نے کہا۔ اور نہ بعد میں کسی کو کہنے کی ہمت ہوگی۔ حجاج نے پھر تحسین کی
 اور پوچھا کہ حضرت موسیٰ پر فضیلت کیوں دیتی ہے۔ کہنے لگی اللہ نے
 حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ ”فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا اَلَمْ“، یعنی موسیٰ
 اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے۔ اور امید گاہ ہوئے۔ نئے عرض
 کی۔ اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔ اور حضرت
 علی کی یہ شان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر شب ہجرت
 سوئے۔ اور کوئی خوف نہ کھایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

ان کے قیام میں یہ آیت نازل ہوئی: **وَدَعَيْنَا السَّكِينِ مَنْ يَشْرِي الْغَيْبَ**
بعضی کچھ لوگ وہ ہیں جو رضاء خداوندی کے لیے اسے آپ کو چھوڑ دیتے
ہیں۔ حجاج نے کہا: اسے حضرت نونؑ نے کیا خوب سند لایا

دوا اور نعمانیہ، کی مذکورہ عبارت مستند بنی امور ثابت ہوئے

۱۔ ائمہ اہل بیت ایسی ولایت پر بطور حجت و دلیل جس جانور کو چاہیں پیش کر سکتے
ہیں۔ جیسا کہ امام زکریاؑ العابدین نے عید الشہدین عمر کی تسلی کی خاطر ضراروں برس
پہلے کی مچھلی کو گویا کرایا۔ اور اس سے یہ ثابت کر رکھا کہ اس نے حضرت یونس
علیہ السلام کو صرف اس لیے نکالا تھا کہ وہ درودِ ست علیؑ کی بار بار پڑھنے میں
توقعت میں تھے۔

۲۔ حضرت آدمؑ کا جنت سے خروج، نوحؑ کا مبتلائے طوفان ہونا۔ ابراہیمؑ
کا نافرمانی سے واسطہ پڑنا۔ یوسفؑ کا اندھے کنوئیں میں ڈالا جانا، ایوبؑ کا
مرضِ شدید میں گرفتار ہونا، داؤدؑ کا گناہ میں پڑنا اور یونسؑ کا علیہم السلام مچھلی کے
پیٹ میں جانا یہ سب سرائیکی ان انبیاء کرام کو (معاذ اللہ) اس لیے دی گئیں۔
کہ انہوں نے ”ولایت علیؑ“ کو قبول کرنے میں توقع کیا تھا۔ اور جب اسے
قبول کر لیا۔ تو سب سختیاں معاف ہو گئیں۔

۳۔ ابراہیمؑ اور یونسؑ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آدمؑ
نا فرمان تھے۔ اور علیؑ کی کوشش شکور تھی۔ حضرت نوحؑ و یونسؑ علیہما السلام پر ان کی
فضیلت اس بنا پر ہے کہ ان دونوں پیغمبروں کی بیویاں کا قرہ تھیں۔ اور علیؑ کی
زوجہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔

ابراہیمؑ علیہ السلام پر فضیلت اس لیے کہ وہ اطمینان قلب کے متلاشی تھے۔

اور علی کو یہ مقام حاصل ہو چکا تھا۔

موسلی علیہ السلام پر فضیلت اس بنا پر کہ وہ فرعون سے ڈر کر شہر چھوڑ گئے۔ لیکن علی مخالفین کے درمیان بے خوف و خطر بسترِ رسول پر سوئے رہے۔

ان گستاخوں کے بارے میں گزارشات

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ شیعوں کو ان کے نزدیک نبوت و رسالت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت سے ملتی ہے۔ ہون منسوب ہے جس سے ”ولایت علی“ کا اقرار کر لیا۔ وہ بغیر کسی تکلف و ابتلا کے پیغمبر بن گیا۔ اور جس نے اس بارے میں توقف کیا وہ آزمائشوں میں ڈال دیا گیا۔

”استغفر الله هذا بهتان عظیم“

امام جعفر صارتانے اسی لیے یہ بات پہلے سے ہی روک کر دی ہے۔ کہ جو شخص بڑھا چڑھا کر ہمیں انبیاء کرام کی صف میں شامل کرے۔ اہل پرندہ الیٰ لعنت۔ اور جو اس میں شک کرے وہ بھی لعنتی۔ خود اہل بیت کے ایک امام اپنے بانی ائمہ کی ترجمانی میں یہ کہیں۔ اور اُن کے نام نہاد ”محب“ انہیں زیر پرست ہی نہ کرے۔ انبیاء کی صف میں شامل کرنا تو ان کے نزدیک ”توہین علی“ ہے۔ بلکہ یہ تو شائبہ کرتے ہیں کہ سب نبی ”ولایت علی“ کے طفیل ہیں۔

اور علی کا منصب و مقام ان سب سے اونچا ہے۔

برابری کا فرق تو موجب لعنت اور بڑائی کا قول بھی ایسا ہے:

اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَقْلَامٌ

اہل علم پر یہ بات کوئی دھمکی چھپی نہیں۔ کہ جن بات کو ”لعنت اللہ جزی“

کے ساتھ وزن کیا تو آپ کی نشان کا پلہ بھاری نکلا۔ پھر دس اوصیاء کو بھی اس میں شامل کیا۔
تو پھر بھی آپ ہی بھاری رہے۔ پس جبرائیل نے کہا کہ اس لیے رازِ خدا کہہ دیجئے ہو تو
ہو۔

پشتینی کہ اگر تمام دنیا کو سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف
رکھو گے۔ اور اس فرزندِ ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی رائج
ہوگی۔

ازہدرب المنین فی تاریخ امیر المؤمنین
جلد اول جز اول ص ۳۲ مصنفہ مظہر حسن
سہارنپوری مطبوعہ بونشی دہلی۔

وضاحت

”سید مظہر حسین“ نے تو مسطورہ زیر بحث میں ہر قسم کے ابہام و دور کر
دیئے۔ پچھلی عبارتوں سے فضیلت کے مختلف معیار تھے اب ایک کلی معیار
ذکر کر دیا ہے۔ کہ فضیلت علی بوجہ ”قدر و منزلت“ کے ہے۔ اس لیے ایک
ایک نبی چھوڑ کر دس پیغمبروں کی مجموعی قدر و منزلت بھی علی کی قدر و منزلت کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔ نہیں نہیں بلکہ تمام کائنات جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر بھی انبیاء کرام
رسولانِ عظام بھی شامل ہیں۔

ان تمام کی مجموعی قدر و منزلت اتنی وزن اور بھاری ہیں جتنی اکیلے حضرت علی
کی قدر و منزلت وزنی ہے۔

گویا پہلے عقیدہ کہ شجرِ خبیثہ کی یہ بھی ایک شاخ پر خار ہے۔ جس سے

اہل ایمان کے جذبات زخمی کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایسی ہی خرافات کے بارے میں ایک کہاوت قرآن نے بیان فرمائی۔

رَضِرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً خَبِيَّةً لِّشَجَرَةٍ
خَبِيثَةٍ ۖ اجْتَنَيْتُ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا
مِنْ قَرَارٍ

فصل سوم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخیاں

تمام امت کا یہ قفقہ مسئلہ ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر جھوٹ نہیں بولتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ بوقت ضرورت اللہ کا نبی ایسا کلمہ بولے۔ جو ذوق معین ہو۔ تو ایسا جائز ہے اور اسی کو ”تورہ“ کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب مصر کے ظالم حکمران نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ یہ میری بہن ہے۔ اور یہ بہن، دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نسی بہن اور دینی بہن۔ نسی بہن کا مفہوم واضح ہے اسے سب جانتے ہیں۔ اور ایمانی بہن بھائی کا استعمال بھی ہر زبان میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ”وانما المؤمنون اخوة“۔ تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ حالانکہ مومنین میں،

باپ بیٹا، وادار پوتا سب داخل ہیں۔

لیکن اس قسم کو ہم ”تقیہ“ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ تورہ کا نام دیں گے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔ کہ آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ ایسا لفظ کہا۔ جس کے دو معنی جتنے تھے۔ آپ نے اس سے ایک کی نیت کی۔ اور مخالفت دوسرے معنی کو لیتا رہا۔



در تفسیر حدیث کا اہم معنی ہوتا ہے

اصول کافی :-

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهُ عَدِيٌّ لِلدِّينِ
الَّذِي لَهُ مِنْ دِينِ اللَّهِ قُدْرَةٌ مِنْ دِينِ اللَّهِ قَالَ
إِنِّي وَاللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ يُوسُفُ
آيَتُهَا الْعِزُّ رَأَيْتُمْ لَسَارِقُونَ - وَاللَّهُ مَا كَانُوا
مَسْرُوعًا شَيْئًا

(اصول کافی جلد دوم ص ۱۸۱ کتاب الایمان
والکفر باب التقیۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

ابو بصیر روایت کرتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا :- ”در تقیۃ“
اللہ تعالیٰ کے دین سے ہے۔ میں نے کہا :- کیا واقعی اللہ کے دین سے ہے
فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے دین میں سے ہے۔ حضرت یوسف نے کہا تھا :-
”یہ قافلہ دلوں میں سب چور ہو۔“ حالانکہ وہ کسی ایک چیز پر بھی چور نہ رہتے۔
”البتہ ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو چور بطور

تقیۃ کہا تھا

نوٹ :-

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جو قرآنی حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں بھی

دیرینہ عادت کی طرح مرد ابو بصیرؑ نے غلطی کھائی۔ قرآن پاک میں اس مقام کے مناسب جو الفاظ مذکور ہیں۔ دویہ ہیں۔

وَرَفَاذَاتٍ مُّسَوِّدَاتٍ أَيْتَمَّ الْعَيْنِ اتَّكُمُ لَسَارِ قَوْنٍ، یعنی لسی پکارنے والے نے پکار کر کہا۔ اسے قافلہ والا تم یقیناً چور ہو۔ براہِ رزان یوسفؑ کو چور کہنے والا کوئی دوسرا آدمی تھا۔ حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے انہیں نہیں کہا تھا۔ تم یقیناً چور ہو، لیکن شیعہ حضرات نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف یہ بات منسوب کر دی کہ یوسفؑ علیہ السلام نے ایسا کہا ہے۔ اور یہ درتقیہ، کے طور پر کہا۔

ہر ذی عقل سرسری نظر سے دیکھ کر بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ جو چور نہ ہو۔ اسے چور کہنا جھوٹ بنتا ہے۔ لہذا اس جھوٹ کو تقیہ سے تعبیر کرنے کا مقصد یہ ہوا کہ تقیہ اور جھوٹ کو ہم معنی الفاظ ہیں۔ اب ہم کتب شیعہ سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ ہے کہ آپ بھی درتقیہ، کرتے تھے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں جھوٹ بولتے تھے۔ (معاذ اللہ)

گستاخی نمبر ۱۱

تمام ائمہ اور نبی علیہ السلام جھوٹ بولتے رہتے تھے

ارشاد العوام :-

گمان مکی کہ ائمہ سابقہ علیہم السلام دین عالم بنور ولایت قائم بودند، و اسرار ولایت را آشکار کردند۔ ماضی بلکہ جمیع شرائع کہ بیان کردند۔

مشروب تقیہ بودند۔ و ایں امر نزد فقہائے اہل بیت سلام اللہ علیہم بدیہی است۔ کہ تقیہ ایشان بسر حد اعلیٰ بود حتی آنکہ بسا بود کہ روزہ را از راه تقیہ منخور وند۔ و نماز را بہر اہی ایشان میکردند۔ و احکام را بہر حسب و نحوہ مخالفان میفرمودند۔ و اما حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مذہب سنیاں و بعضی از علما چنانست کہ تقیہ نمیفرمودند۔ و مذہب حق اینست کہ تقیہ میفرمودند باشد تقیہ۔

دارشاد انوار جلد سوم مطبوعہ ایران ،
۱۲۶۱ھ ص ۱۱۱

توجہ :-

تو یہ گمان نہ کر۔ کہ ائمہ سابقین اس جہان میں نور ولایت سے قائم تھے۔ اور ولایت کے اسرار کو ظاہر کر دیا۔ حاشا و کلا بلکہ تمام شریعتیں انہوں نے جو بیان کیں۔ تقیہ سے بھری پڑی تھیں۔ اور اہل بیت کے فقہاء کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ کہ ان (ائمہ سابقین) کا تقیہ، اعلیٰ درجہ کا تھا حتیٰ کہ بسا اوقات روزہ بوجہ تقیہ توڑ دیتے تھے۔ اور سنہوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور احکام شریعت کو مخالفین کی خواہش کے مطابق تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل سنت اور ہمارے بعض علماء کا مذہب یہ ہے۔ کہ آپ ”تقیہ“ نہیں کرتے تھے اور مذہب حق یہ ہے۔ کہ آپ نہایت سخت تقیہ کرتے تھے۔

گستاخی نمبر (۲)

شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مساوی ثابت کرنے کے لیے ایسی ایسی تشبیہات و جہاتیں میں جو صراحتہ کفر ہوتی ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں وہ ان اللہ لَا یُسْتَبَیْحُ اَنْ یَضْرِبَ مَثَلًا، کے تحت لکھا ہے

تفسیر قمی:-

قَالَ فَحَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ النَّضَرِيُّ بْنُ سُوَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ
ابْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ عَمْرِو الْمُدَلِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
أَنَّ هَذَا الْمَثَلَ ضَرَبَهُ اللَّهُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ بَعُوْهُ هَذِهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
فَمَا فَوْقَهَا رَسُولُ اللَّهِ

(تفسیر قمی ص ۳۲ سورہ بقرہ مطبوعہ ایران
طبع قدیم)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معلی بن قیس یوں روایت کرتا ہے۔
کہ اللہ تعالیٰ نے ”وَأَنَّ يَضْرِبَ مَثَلًا أَبَعُوْهُ هَذِهِ“
جو فرمایا۔ یہ مثال دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے وہ اس طرح کہ پھر
امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور فَمَا فَوْقَهَا (پھر سے بھی
ذیل) سے مراد معاذ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اہل انصاف غور فرمائیں، کہ اس تشبیہ اور مثال کو حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر فٹ کرنا کس قدر گستاخانہ حرکت ہے۔ اور اس طرح ان دونوں حضرات کی کس قدر توہین کی گئی۔ علاوہ انہیں اس مثال کو حضرت علی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال قرار دینا ان کی اپنی اختراع ہے۔ کیونکہ ان کا عزم یہ ہے۔ کہ قرآن کی ہر آیت کے الفاظ سے مراد امراہل بیت ہیں۔ چاہے اس میں ان کی اچھائی رکھے۔ یا برائی لکھائے۔ دیکھئے۔ اس مثال میں کم بختوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجھ بھرا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے بھی ذلیل، کہا۔ (معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔)

تفت تمہاری عقل و دانش پر۔ و عو علی اہل بیت سے محبت کا۔ اور گستاخی اس قدر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجھ بھرا کر رکھ دیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) اس سے بھی زیادہ ذلیل مخلوق بنا دیا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔
(اَکِیْسَ یَتَکَمَّرُ جَبَلٌ رَّشِیْدٌ)

گستاخی نمبر ۱۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں

ملنے جلتے کتے ہیں

(معاذ اللہ)

انوارِ نعمانیہ:-

الْغُرَابِیَّةُ قَالُوا هَمْدُكَ بِعَلِيِّ أَشْبَهُ مِنْ الْغُرَابِ
بِالْغُرَابِ وَالذُّبَابِ بِالدُّبَابِ فَبَعَثَ اللَّهُ جِبْرَائِلَ

إِلَى عَرَبِيٍّ فَقَلَطَ جَبْرًا يُثِلُّ فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ مِنْ عَلِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُحَقِّدٍ .

۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۲ طبع جدید

۲۔ طبع قدیم ص ۱۹۱ بیان اختلاف الذی

وقع فی الاصول، من باب الترقا

۳۔ تذکرہ الامم ص ۶ طبع جدید

ترجمہ:-

غزابی نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت ایسی تھی جیسے کتے کی کتے کے ساتھ اور مکھی کی مکھی کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو جبرائیل غلطی سے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبلیغ رسالت کے لیے چلے گئے۔ یعنی باہمی مشابہت کی بنا پر دونوں میں فرق نہ پایا۔ اُسے دراصل حضرت علی کے پاس تھے۔ لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔

تبلیغ رسالت میں جبرائیل غلطی کھا کر حضرت علی رضی

اللہ عنہ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے

شیعہ لوگوں میں ایک فرقہ ”غزابیہ“ کہلاتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپس میں انتہائی مشابہت

تھی۔ یہی مشابہت جو کوتے کو کوتے کے ساتھ اور کھمی کو کھمی کے ساتھ بھی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس قدر شدید مشابہت کی وجہ سے جبرائیل بھی دھوکہ کھا جایا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وحی لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کرتے لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاتے۔ اور جو وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے لاتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے تھے۔

حاصل کلام:-

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول و راصل حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور جبرائیل امین وحی بھی انہی کی طرف لے کر آتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کمال مشابہت کی بنا پر کبھی معاملہ طر ہو جاتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے۔

(معاذ اللہ۔ ہذا بہتان عظیم)

ذی عقل آدمی سمجھتا ہے۔ کہ ان تشبیہات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر گستاخی کی گئی۔ یعنی انہیں کوتے اور مکھی جیسا بنادیا گیا۔ (شرم تم کو مگر نہیں آتی۔)

دو لطیفے

۱۔ ہمارے ہاں ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک میراثی کے پیر صاحب میراث کے گھر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات یہ تھی۔ کہ میراثی اس وقت گھر پر نہ تھا۔ کہیں باہر ڈیرے پر تھا۔ اس کے رط کے نے جا کر اطلاع دی۔ کہ گھر پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ میراثی قدم بوسی کے لیے گھرایا۔ اور باہر کھڑے کھڑے آواز دی۔

پیر صاحب کہاں ہیں؟ بیٹھے تے کہا۔ ”یہ فلان تھوک بیٹھا ہے تمہیں نظر نہیں آ رہا۔
بیٹے کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی ماں بولی۔ بیٹا۔

پیر صاحب کوئی واسے۔ پیر بھانویں ”کتورے“ رکنے کا بچہ اچھا لگے

پیر صاحب کرنا چاہیے چاہے چھوٹے کتورے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی (جنگلی) اپنے پیر صاحب کے آستانے پر حاضر ہوا

اور سلام عرض کیا۔ بیٹھا۔ پیر صاحب نے پوچھا۔ سناؤ کیا حال چال ہے۔ دیہاتی

کہنے لگا۔ سب کچھ آپ کی دعا کا صدقہ ہے۔ صرت ایک تکلیف ہے۔ اس کے

لیے حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا کونسی تکلیف ہے۔ عرض کی۔ حضور ارات کے وقت

جب بکریوں کو باڑے میں باندھتا ہوں۔ تو ہرات بھیڑا آتا ہے۔ اور ایک

ادھی بکری یا اس کا بچہ اٹھا کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ سے دعا کرنے آیا ہوں۔

پیر صاحب نے فرمایا۔ دیکھو اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوئی بولی دکتا کی

ایک قسم پال لو۔ تکلیف دور ہو جائے گی۔ دیہاتی نے ہاتھ جوڑے اور کہا

”وہی مینڈا بیرونی تیس مینڈا بولی دتی تیس“

ان دونوں لطیفوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ جس طرح ان دونوں مہیوں

نے اپنے خیال کے مطابق اپنے پیر کی تعظیم لیکن ہو گئی ہے۔ ادبی۔ اسی طرح یہ

شیعہ راگ لاپتے ہیں۔ محبت کا اور برتاؤ ان کا دشمنوں کا سا ہے۔

گستاخی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو دو دو، دیکھنے والا بھینگا ہے۔

۵

یا علی تم اور نبیؐ تو ایک تھے
چشمِ احوال میں مگر دو ہو گئے

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

جلد اول ص ۱۹۳ مطبوعہ عمریوسفی - دہلی - ۱

ایک متعصبانہ طنز:-

کتاب تہذیب المتین کے مصنف نے اس شعر میں ایک تیسرے دھڑکا
کئے۔ ایک تو اپنا عقیدہ بیان کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ایک ہی ہیں۔ دوسریں۔ دوسرا یہ کہ جن لوگوں (اہل سنت) کو دو نظر آتے ہیں۔ یہ ان کی
نظر کا قصور ہے۔ کیونکہ وہ بھینگے ہیں۔ اور بھینگا شخص ایک چیز کو دو چیزیں دیکھتا سمجھتا
ہے۔ گویا در منظر حسین، ہمارے دسے الفاظ میں یہ اقرار کیا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو الگ الگ اور دو مختلف مراتب پر
فائز شخصیتیں ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے، اگرچہ شیعوں کو مرتبہ کے اعتبار سے حضرت
علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ماننے ہیں۔ اگر افضل نہ مانتے تو کم از کم برابر

ضرور کہتے ہیں۔

”علامہ یعقوب کلینی، نے اصول کافی میں لکھا ہے۔ یہ کتاب امام غائب

کی مصدقہ ہے۔

حضرت علی فضیلت میں نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

اصول کافی؛

قَالَ الْيُوعِي يَا سَلِيمَانُ مَا جَاءَ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
يُؤْخَذُ بِهِ وَمَا نَهَى عَنْهُ يَنْتَهَى عَنْهُ حَبْرِي لَهُ
مِنْ فَضْلِ مَا حَبْرِي لِرَسُولِ اللَّهِ

(اصول کافی مطبوعہ نو کشور ص ۱۱۸)

(اصول کافی جلد اول ص ۱۹۷ کتاب الحجۃ

باب ان الاثمة هم اركان الارض)

ترجمہ:-

امام صادق نے فرمایا۔ اسے سلیمان! جو امیر المؤمنین حکم دیں۔
مانو۔ جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل
ہے۔ جو رسول کو ہے۔



گستاخی ۵۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں وہ عطا ہوئیں۔ جو

رسول اللہ کو نہیں

انوار نعمانیہ ۱۔

وَقَدْ رَوَى الصُّدُوقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ أُعْطِيَتْ
ثَلَاثًا وَعَبَّرْتُ بِمُشَارِكِي فِيهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثًا وَلَمْ أَشَارِكْهُ
فِيهَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَمَا الثَّلَاثُ الَّذِي شَارَكَكَ عَلَيْهِ
قَالَ لِرَأْسِ الْحَمْدِ لِي وَعَلَى حَامِلَةٍ وَالسُّوْثُ لِي وَعَلَى سَاقِيهِ
وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ لِي وَعَبَّرْتُ بِقِسْمِهِمَا وَأَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي أُعْطِيَ
عَلِيٌّ وَلَمْ أَشَارِكْهُ فِيهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ شَيْئًا آتَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُ
وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءُ زَوْجَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهَا وَ
أُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا.

۱۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۔ نوربوی مطبوعہ

تبریز طبع جدید انوار نعمانیہ مطبوعہ ایران ص ۱۰

فی تعظیم جبرائیل علی علیہ السلام طبع قدیم

۲۔ امالی طوسی جلد اول ص ۳۵۲ الجزء الثانی عشر مطبوعہ قم

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۶ فی مساواتہ

مع النبی علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید

ترجمہ:-

شیخ صدوق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے تین چیزیں دی گئیں۔ اور ان میں ”علی“ میرے ساتھ شریک ہے۔ اور علی کو تین چیزیں اور دی گئیں جن میں میں شریک نہیں ہوں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں حضرت علی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ فرمایا۔ ایک لواذ الحمد مجھے دی گئیں۔ اور علی اس کے اٹھانے والا ہے دوسرا کوثر مجھے عطا ہوئی۔ اور علی اس کا ساتھی ہے۔ تیسرا جنت ووزخ مجھے دی گئی۔ اور علی ان کا تاسم (تقسیم کرنے والا) ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ لیکن ان میں میں بھی شریک نہیں۔ پہلی یہ کہ علی کو شجاعت ایسی ملی۔ جیسی مجھے بھی نہیں ملی۔ دوسری علی کو فاطمہ الزہراء جو بی بی۔ اس جیسی مجھے بی بی نہ ملی۔ تیسری علی کے دو فرزند حسن و حسین ہیں۔ مجھے ان دونوں جیسے بیٹے نہیں ملے۔

نوٹ

اس روایت میں شیخ صدوق نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں۔ بلکہ درجات و منازل میں آپ سے افضل ہیں اس روایت میں شیخ صدوق، نے دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی۔ ایک تو یہ کہہ کر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اب سے من و جدا افضل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بھی اسی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تو ہیں۔ اور امتی کو نبی سے افضل قرار دینا تو ہین نہیں ہے۔ اس لیے کفر ہوئی۔ دوسری بات یہ کہ اس روایت میں ”شیخ صدوق“ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف یہ نسبت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جیسی بیوی (فاطمہ الزہرا) علی کو ملی۔ مجھے نہیں ملی۔ ان الفاظ میں اس شیعہ ملا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی گستاخی کرتے ہوئے گویا۔ آپ پر بے شرمی کا الزام لگایا۔ کیونکہ کوئی باضمیر اور شرم و حیا والا انسان اپنے داماد کو یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جیسی بیوی (یعنی میری بیٹی) تم کو ملی۔ ویسے مجھے نہیں مل سکی۔ گویا میری بیٹی تیری زوجیت میں ہے۔ میری زوجیت میں نہیں۔

(معاذ اللہ استغفر اللہ)

گستاخی ۲۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ٹوٹا

اختجاج طبری،

فَلَمَّا وَقَفَ بِالمَوْقِفِ أَنَا هُجَبَرِيٌّ عَلَى السَّلَامِ
عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ
عَزَّ وَجَلَّ يَقْرُئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّهُ
قَدْ دَنَى أَجَلَكَ وَمُدَّتْكَ فَأَقِمْ
يَا مُحَمَّدُ عَلِيًّا عَلَمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ
وَحَبِّدْ عَهْدِي وَمِيثَاقِي لَهُمُ الَّذِي
وَأَلَّيْتَهُمْ عَلَيْهِ فَإِنِّي قَائِمٌ بِكَ الْحَقُّ وَ
مُسْتَقْدِمٌ مَكَدَ عَلِيٍّ فَتَحْشَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْمِهِ وَ أَهْلِ

النِّفَاقِ وَ الشَّقَاقِ اَنْ يَتَفَرَّقُوا وَيَرْجِعُوا اِلَى جَاهِلِيَّةٍ
لِمَا عَرَفَتْ عَنْ عَدَاوَتِهِمْ وَلِمَا يَنْطَوِي عَلَيْهِ
اَنْفُسُهُمْ لِعَلِّي مِّنَ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَسَقَلَ
جِبْرَائِيلُ اَنْ لِّسَمَلِ رَبِّهِ الْعِصْمَةَ مِنَ النَّاسِ
وَ اَنْتَظَرَ اَنْ يَأْتِيَهُ جِبْرَائِيلُ بِالْعِصْمَةِ مِنَ
النَّاسِ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِسْمُهُ فَتَخَرَّ
ذَلِكَ اِلَى اَنْ يَلْغَ مَسْجِدَ الْخَيْفِ فَاتَاهُ
جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ
فَاَمَرَهُ بِاَنْ يَعْهَدَ عَهْدَهُ وَيُعِيذَ عِلِيًّا عِلْمًا
لِلنَّاسِ يَهْتَدُونَ بِهِ وَلَمْ يَأْتِهِ بِالْعِصْمَةِ
مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالَّذِي ارَادَ حَقًّا بَلَغَ
كَرَاعَ الْغَمِيمِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَاتَاهُ جِبْرَائِيلُ
وَاَمَرَهُ بِالَّذِي آتَاهُ فِيهِ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ وَلَمْ
يَأْتِهِ بِالْعِصْمَةِ فَقَالَ يَا جِبْرَائِيلُ اِنِّيْ اَخْشَى
قَوْمِي اَنْ يُكْذِبُوْنِي وَلَا يَقْبَلُوْا قَسْوِي
فِي عَلَيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَقَلَ جِبْرَائِيلُ كَمَا
سَقَلَ يَرْوِي اَيَةَ الْعِصْمَةِ فَاخْرَجَهُ ذَلِكَ
فَرَحِيلًا فَلَمَّا بَلَغَ عِدِيرَ خَيْبَرَ قَبْلَ الْحَجْفَةِ بِثَلَاثَةِ
اَمْيَالٍ آتَاهُ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى خَمْسِ
سَاعَاتٍ مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ بِالزَّحْرِ وَ
الْاُنْتِهَارِ وَالْعِصْمَةُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ

يَا مُحَمَّدُ وَإِنَّ اللَّهَ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ
لَكَ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
رَبِّكَ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ .

(۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۴۹، ۵۰)

حدیث: القدر طبع جدید مطبوعہ قم۔

طبع قدیم ص ۳۵)

(۲۔ جامع الاخبار ص ۱۱ فصل خامس،

فضائل امیر المومنین مطبوعہ نجف اشرف

(۳۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۲۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید زیر آیت یا ایہا الرسول)

ترجمہ۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ج کے دوران) موصی میں تھے۔ اللہ
رب العزت کی طرف سے جبرئیل نے آکر سلام عرض کیا۔ اور کہا۔
کہ آپ کی مدت حیات ختم ہو چکی ہے۔ پس علی کو
بلند جگہ کھڑا کر کے لوگوں سے ان کے حق میں بیعت لے لیں۔ اور وہ
وعدہ دہرائیں۔ جو آپ نے لوگوں سے بیعت لینے کا مجھ سے کر رکھا
ہے۔ کیونکہ میں آپ کو دنیا سے اٹھا کر اپنی طرف لانے والا ہوں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین اور دوسرے بد شخص لوگوں سے یہ خطرہ ہوا
کہ کہیں یہ لوگ پھر سے جاہلیہ کی طرف نہ پلٹ جائیں۔ اور تفریق کا شکار
نہ ہو جائیں۔ کیونکہ آپ ان کی عداوت سے واقف تھے۔ اور حضرت علیؓ

کے سامنے ان کا بغض و حسد بالکل عیاں تھا۔ آپؐ نے جبریل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے میری حفاظت کے بارے میں سوال کریں۔ کہ وہ لوگوں سے میری حفاظت و عصمت کا ذمہ لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصمت و حفاظت کا حکم آنے کے منظر تھے۔ لیکن مسجد خیف تک جبریل نہ آئے۔ جب مسجد خیف میں پہنچے۔ تو جبریل آئے۔ اور وہی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا اور حضرت علیؑ کو کسی اونٹنی کے مقام پر کھڑا کر کے لوگوں کو ان سے ہدایت لینے کا پیغام تو لائے۔ لیکن آپؐ کو عصمت و حفاظت پھر نہ ملی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان درعر الغیم، پہنچے۔ وہاں بھی جبریل وہی سابقہ پیغام ہی لائے۔ حفاظت کا کوئی ذکر نہ تھا۔ آپؐ نے جبریل سے کہا مجھے خدشہ ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے بارے میں جو بات تم نے پہنچائی۔ لوگ اسے قبول نہ کریں گے۔ اور اس میں مجھے جھٹلاؤں گے۔ پھر جبریل سے عصمت کے بارے میں پوچھا اس معاملہ کو پھر مؤخر کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپؐ درخیم غدیرا پہنچے۔ تو جعفرؓ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپؐ کے پاس جبریل آئے۔ جبکہ دن قریب۔ روال تھا، آپؐ کو ڈانٹ بلائی۔ اور لوگوں سے حفاظت کو پیغام بھی لائے۔ کہا۔ اے محمد اللہ تعالیٰ سلام کے بعد کہتا ہے۔ دریا ایہا الرسول بلغ الایۃ، اے رسول! جو کچھ آپؐ کی طرف ہمارا گیا۔ اس کی تبلیغ فرمادیں۔ اگر آپؐ نے نہ کیا۔ تو سمجھنا کہ اللہ کی رسالت کی تبلیغ ہی تم نے نہیں کی اور اللہ آپؐ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔

گستاخی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آپ کو آسمانوں پر بلایا کہ
سب سے زیادہ تاکید ”ولایت علی“ کی کی

حیات القلوب :-

ابن بابویہ و صفار و دیگر اہل بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت
کر دے کہ حق تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی و بست مرتبہ با آسمان برک
و در ہر مرتبہ آنحضرت را در باب ولایت و امامت امیر المومنین و سایر
ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائر افض تاکید و مبالغہ نمود۔
حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۰۴ باب
بست و چہارم در معراج آنحضرت

ترجمہ :-

ابن بابویہ اور صفار وغیرہ معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی
سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو آسمانوں پر بلایا۔ اور ہر مرتبہ آپ کو ولایت و امامت علی اور دوسرے
ائمہ طاہرین کی امامت کے بارے اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا۔ جو دیگر افض
میں تاکید و مبالغہ نہ کیا گیا۔

تنبیہ :-

پچھلی دو گستاخیوں (۶-۷) کی عبارات پڑھ کر کوئی بھی منصف، مزاج یہ

بات تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حکم کی تبلیغ کا ارشاد فرمایا۔ تو آپ نے اس شرط پر تبلیغ کی ذمہ داری اٹھانا چاہی۔ کہ لوگوں سے خوف کا کوئی بند و بست ہو۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا ذمہ لیں۔ تو پھر اس حکم کی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے کہ جب نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ کوئی ایک مددگار نہ تھا آپ نے صفار پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان کیا اور آپ کو کسی سے خوف نہ آیا مگر جب آپ کے ساتھ لاکھ سے بھی زیادہ جاثاروں کی تعداد موجود تھی اس وقت آپ نے دو تین آدمیوں کی مخالفت کے خوف سے کیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی۔ معاذ اللہ۔ اور یہی اصرار ایک دو تین مرتبہ وحی آنے تک رہا۔ تیسری مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ بھی آئی۔ اور مطلوبہ حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا۔ تو پھر آپ نے ولایت علی کا اعلان کیا معاذ اللہ کیا اللہ کے رسول مامور میں اللہ نہیں ہوتے۔ اگر رسول ہی روگردانی کریں تو مامور میں اللہ کیسے ہوئے غضب کی بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت و امامت اور ولایت علی و ائمہ طہرین کے متعلق ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلا کر اللہ نے سخت وعدہ لیا۔ اور اس معاملہ میں اتنی تاکید کی۔ کہ کسی دوسرے فرض میں ایسی تاکید نہ کی گئی۔ لیکن ابو بکر و عمر کے دُرسے آپ نے اس حکم کا اعلان اس وقت تک نہ کیا۔ جب تک حفاظت کا انتظام نہ ہوا۔ اور وہ بھی ہوا۔ تو ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ۔ کہاں رسالت کا منصب اور کہاں ولایت علی کے بارے میں آپ کو سخت گرفت۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اور مقام اہل تشیع کے نزدیک اس قدر بلند و بالا ہے۔ کہ اس سے مقابلہ میں منصب رسالت کی نفی ہو جائے۔ تو پرواہ نہیں۔ لیکن ولایت و امامت علیؑ میں سیر مؤ فرق نہیں آنا چاہیے اس سے صاف ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کی جو کچھ قدر و منزلت ہے یہ سب کچھ حضرت علی کے طفیل ہے۔ معاذ اللہ اس لیے ہر ذی عقل آدمی بشرط کہ غور فکر کرے تو فوراً فیصلہ کرے گا۔ کہ

یہ سب کچھ ان کی خانہ ساز باتیں۔ اور اختراعی افسانہ جات ہیں۔ حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر واقعی ان کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق کو اپنے آخری ایام میں امام نہ بناتے۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر (۸)

شُرک اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ساتھ کسی اور
کی شرکت دونوں برابر مہرم ہیں

تفسیر قمی ۱۔

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ عَنْ
عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْقُنَيْلِ عَنْ أَبِي حَمْرَةَ عَنْ
أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ لِنَبِيِّهِ
لَئِنْ أَشْرَكَتَ لَيَحْبِبَنَّ عَلَيْكَ وَلَتَكُونَنَّ
مِنَ الْخَاسِرِينَ ، قَالَ تَفْسِيرُهُ لَئِنْ أَمَرْتُ
بِإِلَٰهٍ آخَرَ مَعَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا
مِنْ بَعْدِكَ لَيَحْبِبَنَّ حَمْدَكَ وَلَتَكُونَنَّ
الْخَاسِرِينَ .

زلفہ قمی صفحہ ۵۸ مطبوعہ ایران سورہ

نمبر بارہ نمبر ۲۱

ترجمہ:

ابو حمزہ امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ ”لَعَنَ الشُّرُكَتَ لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ“ اسے پیغمبر اگر آپ نے شرک کیا۔ تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ نقصان پانے والے ہو جائیں گے۔ تو ابو حمزہ کو امام باقر نے کہا۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اسے پیغمبر اگر آپ نے حضرت علی کی ولایت کے سوا کسی اور کی ولایت کا حکم دیا۔ تو تمہارے تمام اعمال ضبط کر لیے جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

العیاذ باللہ

تنبیہ:-

قارئین کرام! درود فرمائیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں امامت و ولایت کا کیا مقام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے نزدیک دیگر انبیائے کرام کو کجا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ کیونکہ ابھی ابھی شیعہ حضرات کے دو قول گزرے ہیں۔ کہ (۱) اگر تو نے اسے رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام جو ولایت و امامت علی کے بارے میں ہے۔ اس کی تبلیغ نہ کی۔ تو گویا تو نے کسی حکم کی تبلیغ ہی نہ کی۔ اور رسالت کا فرض نہ ہی انجام نہ دیا اور دوسرا اگر تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت میں اپنے بعد کسی کو نہ ایک بنایا۔ یا کسی اور کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ تو اس جرم کی پاداش

میں تیرے سب اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ اور سراسر نقصان اٹھائے گا۔ تو ان دو باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دار و مدار بھی ”ولایت“ و امامت علیؑ پر موقوف ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مشکل کے وقت حضرت علیؑ نبی علیہ السلام لکھنؤ سے بچتے رہے۔

حلیۃ الابرار:-

قال فعل فیکم احد و قی رسول اللہ علیہ السلام بنفسہ
ورڈ بہ کید المشرکین۔

حلیۃ الابرار جلد ۱ ص ۴۱۱ باب ۲۸ اجتہاد

علی اہل الشوریٰ طبع قم۔

ترجمہ:-

حضرت علیؑ نے فرمایا کیا کوئی ایسا ہے کہ جس نے رسول اللہ علیہ السلام کو
مشرکین سے بچایا۔ (میسر سوا)

شیعہ حضرات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام

اعمال ضائع ہو گئے (معاذ اللہ)

ہم نے جو گستاخی کی عبارت نقل کی ہے۔ اگر اس کو ذہن میں رکھ کر
سورہ تحریم کی تفسیر شیعہ..... کو پڑھا جائے۔ اور دونوں کو ملا کر
مفہوم نکالا جائے۔ تو نتیجہ بالکل صاف نظر آئے گا۔ سورہ تحریم تفسیر شیعہ
کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر قمی :-

قَالَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ مَلَكَ الْخِلَافَةَ مِنْ بَعْدِي ثُمَّ مِنْ بَعْدِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ بِهَذَا قَالَ اللَّهُ أَخْبَرَنِي -

(تفسیر قمی سورۃ تحریم ص ۶۸۷) تفسیر صافی

جلد دوم ص ۱۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید :-

ترجمہ :-

اُپ نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر صدیق ہوگا۔ اور اس کے بعد تیرا باپ آگیتا گو اُپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی۔ (توام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ اُپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے فرمایا اللہ نے نہ

”تفسیر قمی“ کی گستاخی میں جو عبارت تھی۔ وہ یہ کہ اگر تم نے اپنے بعد کسی اور کی ولایت و امامت کا اعلان کیا۔ تو اپنے تمام اعمال ضبط سمجھنا۔ اور یہاں (سورہ تحریم میں) اس بات کا صاف صاف اعلان فرمادیا۔ کہ میرے بعد علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ گویا اہل بات سے منع کیا گیا۔ وہی کو دکھائی۔ تو لازماً اس جرم کی سزا بھی ہوگی۔ اور وہ سزا یہی تھی۔ کہ تمہارے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ تو نتیجہ یہی نکلا۔ کہ چونکہ حضور علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بجائے ابو بکر صدیق کی خلافت کا اعلان فرمادیا۔ لہذا تمام اعمال ضبط ہو گئے۔ (معاد اللہ ثم معاد اللہ) یہ بھٹی اہمیت ولایت علی کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال۔ بے ڈوبی۔ نظر برائیں عقل و دانش بیاید گریست،

حاصل کلام یہ ہے :

کہ شیعوہ حضرات غلط بیانی اور من گھڑی تقایات کا سہارا لے کر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو پہلے ہی سورج ~~نہیں~~ نہیں کرتے۔ کہ لئن اشرکت لیحیطن عملک سے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ تو اس سے منظور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ضائع ہونا قیبتاً ثابت ہو گا۔ اور پھر اس سے اپنی بے دینی اور بے ایمانی کا ثبوت ہیا کر دیں گے۔ اور پھر خلافت و امامت کے لیے تصور ہی باقی نہ رہے گا۔ قرآن پاک کی ایسی تاویلات اور حضرات انبیاء کرام کی ایسی گستاخیوں کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ جب ~~ہر~~ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایسی فضیلت کا معتقد ہو جائے گا۔ تو پھر وہ ہی سمجھے گا۔ کہ یہ حق صرف اور صرف حضرت علی کو ہی پہنچتا ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کا قطعاً حق نہیں۔ لیکن ان انسانی واقعات رکیک تاویلات اور قرآنی تحریفیات کا جو نتیجہ ان کی بے ایمانی کی صورت میں نکلتا ہے۔ وہ ان اندھوں کو نظر نہ آتا ہے۔ نہ لگے گا۔

فلعتبروا یا اولی الابصار

فصل چہارم

لذہبات المؤمنین اور متین سے گستاخیاں

گستاخی :-

فروع کافی :-

الخیر بن الحسین بن ثریہ و ابی سلمۃ السراج
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَخُوضُ فِي بَيْتٍ
كُلَّ مَذْرُوبٍ لَمْ يَأْرُبْهُ مِنَ الرِّجَالِ وَارْتَعَا مَرَّةً النَّسَاءُ
فَلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ
وَفُلَانٌ وَهَذَا وَأَمَّا الْحَكِيمُ أَخَذَ مَعَاوِيَةَ

دفعہ کافی کتاب الصلوٰۃ باب العقیب

بعد الدعاء جلد ۳۴۲ طبع جدید

مطبوعہ تہران

ترجمہ :- الحسین بن حسین بن ثریہ اور ابی سلمۃ السراج سے روایت کرتا ہے کہ ان دونوں

نے کہا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو سنا۔ آپ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ فلاں، فلاں، فلاں^۱، اور معاویہ^۲ ان کا نام لے کر اور فلائیہ^۳ اور مہندہ^۴ اور ام حکم^۵ ہمیشہ معاویہ۔

وضاحت:-

اس روایت میں جن تین مردوں کا ”بطور تفسیر“ نام نہیں لیا گیا۔ یہ راوی کی طرف سے ہے۔ ورنہ امام جعفر صادق اس روایت کے الفاظ کے مطابق ان تین کے بھی نام لے کر لغت کرتے تھے۔ اور اسی طرح دو عورتوں کا جو نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی بھی وہی حقیقت ہے۔ ان تین مردوں سے مراد، ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور دو عورتوں سے مراد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ معاذ اللہ شرعہ اذا اللہ۔

ہر نماز کے بعد خلفائے ثلاثہ پر لعنت بھیجنا اور حضرت

عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو میرا بھلا کہتا ان کا جزو ایمان ہے

سبعہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حسب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ
اور سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہم پر ہر نماز کے بعد لعنت بھیجتے رہے تو ان حضرات
پر لعنت مبینہ اور اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) تارین کرام مقام غور ہے۔
وہ ایمان الہی کہ جس کے متعلق قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔ وَبِذَلِكَ نُمِيتُ الْبَشَرَ لَعَلَّكُمْ تَتَذَكَّرُونَ

كَاحِدٍ قَيْنِ التَّسَاءُلِخْ،

اسے نبی کی بیویوں یا تم دنیا کی عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ کیونکہ تمہیں مودا آؤ و آجہ
اُمہاتہم کے ذریعہ مومنین کی مقدس روحانی مائیں بن جائیگا ہے۔ ان پاک شخصیتوں کے
بارے میں یہ لوگ زبان طعن و راز کرنے ہیں۔ اور تبر ابازی کرنے سے باز نہیں آتے۔ بلکہ
ہر نماز کے بعد ایسا کرنا جزو ایمان اور عین عبادت قرار دیتے ہیں۔ جو آدمی اپنی نسیبی اور جسمانی
والدہ پر لعنت کرے۔ لوگ اسے ”عراچی“ کہتے ہیں۔ اور جو روحانی والدہ پر لعن طعن کرے۔
اسے جو کچھ کہنا چاہیے۔ تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔ نسیبی ماں کے لیے نماز کے آخر میں ردّ تبتکا
اغفر لی والی والدت، کہیں۔ اور روحانی ماں پر سلام کے بعد سب و شتم کریں؟
کیا ایمان اسی کا تقاضا کرتا ہے؟

اس کے علاوہ یہ بھی سوچو۔ کہ ان مقدس عورتوں کا تعلق اگرچہ ابو بکر و عمر سے ہے لیکن
یہ تعلق ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل ان کی پہچان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی
حیثیت سے ہے۔ اور اسی تعلق سے یہ اہمات المومنین ہوئیں۔ اگر ان پر لعن طعن کرتے
ہو۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے راضی ہوتے ہوں گے؟ خدا را سوچو! پھر حضرت
جن میں سے ایک (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں،
امت کا امام مقرر فرمایا۔ اہل بیت نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اور خود حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ اور دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگا تھا۔ اور جن کی بدولت اسلام چار داتا تک
عالم میں بھلا۔ ان حضرات پر لعنت کرنے والے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت
سے کیا تعلق؟ جس کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں۔ اور پھر لوٹائی بھی نہ جائیں گے یا تم اپنے
اُمہ کے امام پر سب و شتم کرتے ہو؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی۔ کہ

اب ہر نماز کے بعد ان حضرات پر لعن طعن کرتے تھے۔ ایک عظیم بہتان اور ایک بہت بڑی گستاخی ہے۔ جو آپ کی طرف منسوب کی گئی۔ کیونکہ امام جعفر صادق نے کبیرہ گناہ کی لسٹ میں حقوق والدین کو بھی شمار کیا ہے اور اس کی یوں تفسیر کی ہے۔

خصال شیخ صدوق :-

وَأَمَّا عَتُوقُ الْوَالِدَيْنِ فَتَدَاوَلَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ النَّبِيُّ أُولَىٰ
بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَذْوَاجَهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ

دخصال شیخ صدوق جلد ثانی ص ۱۲۲ الکبائر

بیع مطبوعہ تہران

ترجمہ :-

حقوق والدین کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یعنی جبے
قتل زنا کبیرہ گناہ میں اسی طرح نبی علیہ السلام کی ازواج کی نافرمانی اور گستاخی
کبیرہ گناہ ہے

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام جعفر اہبات المؤمنین پر لعنت کر کے معاذ اللہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کریں
اس کے علاوہ امام موصوف کی والدہ "امام فروہ" دونوں طرف سے صدیقی النمر
رضی اللہ عنہ کی دونوں اسی اور پوتی، لگتی ہیں۔ تو ان ظالموں نے یہ پروکھا۔ ان حضرات کے
باہمی روحانی کیا تعلقات ہیں۔ اور نہ کسی نسبت ذہن میں آئی۔ صرف دھن یہ سوار تھی۔ کہ
ان حضرات پر لعن طعن کے لیے کچھ ادھر ادھر کی جوڑنی چاہیے۔ ایسے انہی امام موصوف
سے صدیق اکبر کی تعظیم سنیے۔ اور انہی خرافات سے موازنہ کیجئے۔ "اختلاق الحق" ص ۱۲۲
میں لاشور ستری نے لکھا ہے۔

أَبُو بَكْرٍ وَالْقَدِيدُ جَدِّي هَلْ يَسُبُّ أَحَدًا أَبَا لَا تَدِمْنِي اللَّهُ

اِنْ لَا اَقْدَمَ، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا دادا ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے نانا دادا کو کالی دے سکتا ہے؟ اگر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اقرار نہ کروں۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کی عظمت و شان نہ دے۔

اسی طرح ”کشف الغمہ“ میں امام موصوف کے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔

کشف الغمہ

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدًا
ابْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَنْ حَدِيثِ الشَّيْبِ فَقَالَ لَا بَأْسَ
بِهِ قَدْ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ سَمِعَهُ يَقُولُ أَقْتَرُ الصِّدِّيقِ
قَالَ فَوَيْلٌ وَثَبَةٌ وَأَسْتَعْدِلَ الْبَيْتُ لَوْ قَالَ نَعَمْ الصِّدِّيقُ
كَدَّ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ فَمَنْ لَمْ يَدُلَّ لَهُ الصِّدِّيقُ
فَلَا رَيْبَ أَنَّ اللَّهَ لَهُ قَوْلٌ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔

دکشف الغمہ فی معرفۃ الامم جلد دوم ص ۱۲۱

تذکرہ معاجز الامام ابو جعفر الباقی

مطبوعہ تیسرینہ

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ سے عروہ بن زبیر نے پوچھا۔ کیا طوار پر سونا چڑھانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں۔ درست ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی طوار پر سونا چڑھایا تھا۔ میں نے کہا۔ آپ ابو بکر کو در صدیق، کہہ رہے ہیں۔ تو اس پر آپ براقر و عنہ ہو کر قید رخ ہو گئے۔

اور تین مرتبہ فرمایا۔ ہاں وہ در صدیق، میں۔ اور جو انہیں صدیق نہ کہے، اللہ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

مذکورہ احادیث میں سے پہلی حدیث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور دوسری ان کے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ امام جعفر صادق نے صاف صاف فرمادیا کہ کون بد بخت اپنے نانا دادا کو گالی دے سکتا ہے؟ یعنی عام آدمی بھی یہ گوارا نہیں کرتا۔ کہ اس کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا جائے۔ اور امام باقر رضی اللہ عنہ نے تو ایسے شخص کو جو شاہی صدیقی پر حرف زنی کرتا ہے۔ کذاب اور راندہ پارگادابزدی کہتا ہے۔ ان دونوں روایتوں کو دیکھئے۔ اور گزشتہ گستاخی کی عبارت جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کی گئی موازنہ کیجئے۔ تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ ایسی معنی کی روایات جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کی گئی ہیں یہ شیعہ حضرات کی خود ساختہ ہیں ورنہ امام جعفر کیہ نزدیک ان حضرات پر معنی کرنے والا بد بخت، کذاب اور ناعاقبت اندیش ہے۔ لہذا ایسے کذابوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

گستاخی نمبر ۱۲:-

امام قائم ظاہر ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر دودھ،
نافذ کریں گے (معاذ اللہ)

حقائق نقیض :-

و این بابویہ در علل الشرائع روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

کہ چون قائم ظاہر شود، عائشہ رازندہ کند تا براو حد زندہ۔ و انتقام فاطمہ،
را بکشد۔

(حق الیقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات حجت
مطبوعہ ایران)

توجہ :-

”علل الشرائع“ میں ابن بابویہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ جب امام قائم ظاہر ہوں گے۔ تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کو زندہ کریں گے۔ تاکہ ان پر حد لگائیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی
طرف سے انتقام لیں۔

گستاخی نمبر ۱۳ :-

ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی بالترتیب وقت
کے فرعون، ہامان اور قارون تھے (معاذ اللہ)

حق الیقین :-

در اخبار معتبرہ وارد شدہ است در تائیل ایں آیت۔ وَ نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ
عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَيُصِطُّوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً
وَ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَ نَمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ نُرِيَ
فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمْ مِمَّا كَانُوا

يَحْذَرُونَ۔

دپ ۲۰ سورۃ القصص

ترجمہ:

یعنی اللہ فرماتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ زمین کے اندر بسنے والے کمزوروں پر مہربانی کر کے انہیں امام اور وارث بنادیں۔ زمین میں انہیں غلبہ دے دیں اور فرعون ہامان اور ان کے شکروں کو وہی کچھ دکھا دیں جس سے وہ گھبراتے تھے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ

کہ ایں مشیت کہ خدا زود است برائے اہل بیت رسالت کہ موجب تسلی آنحضرت گردید۔ زیرا کہ فرعون ہامان و قارون ستم گردند بر بنی اسرائیل و ایشان و اولاد ایشان را میکشتند۔ و نظیر ایشان در ایں امت ابو بکر و عمر و عثمان و اتباع ایشان بودند۔ کہ سعی میکردند در قتل و قمع اہل بیت رسول۔ خدا کی تعالیٰ وعدہ دادہ است پیغمبرش را کہ ہم چنانکہ ولادت موسیٰ را مخفی کردیم و او را از فرعون غائب گردانیدیم و بعد ازاں اورا ظاہر ساختیم و بر فرعون و اتباعش غالب گردانیم و ہم را بدست او ہلاک کردیم۔ چنانچہ حضرت قائم را ولادتش را پنهان خواہم کرد۔ و از فرعون زمان خود اورا مستور خواہم گردانید۔ و رجعت ایشان را بر دشمنان ایشان غالب خواہم کرد کہ انتقام خود را از ایشان بخشند۔ پس تاویل آیات حسیہ است و میخواہم کہ منت گزاریم بر آنہا کہ ایشان را ضعیف گردانیدہ اند و زمین کہ اہل بیت رسالت اند و بگردانیم ایشان را امامان و بگردانیم ایشان را وادیشان زمین کہ پادشاہی روئے زمین برائے

ایں نشان مسلم گرد و ممکن و اقتدار بدویمیم ایشان را و زین باطل را برانند و حق را
ظاہر گردانند۔ و بنماییم بفرعون و ہامان یعنی ابو بکر و عمر و لشکر ہائی ایشان را و انہما بند
کہ غضب حق آل محمد کردند نہ ہم یعنی از آل محمد آنچه خود میکردند از کشتن و عذاب۔
(حق الیقین باب پنجم در بیان اثبات حجت
ص ۲۱۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

دو و مزید ان نمى على الذين استضعفوا الخ، پانچ و ۴۶۔ آیت کریمہ
کی تعبیر و تفسیر میں وارد ہوا ہے۔ کہ یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی اہل بیت کی ہے۔ تاکہ آپ کی تسلی کا سبب بن جائے۔ کیونکہ فرعون و
ہامان اور قارون نے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم ڈھائے۔ انہیں اور ان کی اولاد
کو قتل کیا۔ ان لوگوں کی مثال اس امت میں ابو بکر و عمر و عثمان ہیں۔ اور وہ لوگ
میں جو ان کے ماننے والے ہیں۔ ان لوگوں نے اہل بیت کے قلع قمع میں
کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ وعدہ فرمایا کہ ہم نے جس طرح موسیٰ
کی پیدائش کو پوشیدہ رکھا۔ اور ان کو فرعون سے غائب کر دیا۔ پھر انہیں ظاہر
کیا۔ فرعون اور اس کے ماننے والوں پر غالب کیا۔ اور تمام کو ان کے ہاتھوں
ہلاک کر دیا۔ اسی طرح امام قائم کی ولادت کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور اس
دور کے فرعون سے چھپا رکھیں گے۔ انہیں واپس لا کر ان کے دشمنوں
پر غالب کریں گے۔ ان سے اپنا بدلہ لیں گے۔ لہذا آیت کی تاویل اس طرح
ہوگی۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔
(یعنی اہل بیت) اور ہم انہیں امام بنائیں۔ اور انہیں زمین کا وارث

بنائیں۔ تاکہ باطل کو بھگائیں۔ اور حق کو ظاہر کریں اور ہم فرعون و ہامان یعنی ابوبکر و
 عمر اور ان کے ساتھیوں کو دکھائیں گے۔ کہ اہل بیت کے حقوق انہوں نے کس
 طرح غصب کیے اور ان سے کشت و خون کا بدلہ لیں گے۔ یعنی قائم آل محمدان و
 قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔

گستاخی ۱۲:

تمام شیعہ نماز کے بعد سو مرتبہ خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ و

یزید پر لعنت بھیجتے ہیں

اللَّهُمَّ خُصِّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِثْقَلِ وَابْدِءِ
 بِهِ اَوَّلَ ثَمَرِ الشَّامِ ثَمَرَ الثَّالِثِ ثَمَرَ الرَّابِعِ اللَّهُمَّ
 الْعَنْ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ خَامِسًا

ترجمہ:

اے اللہ! میری طرف سے تو خود اس شخص پر سب سے پہلے لعنت کر
 جس نے ان پر سب سے پہلے ظلم کیا پھر دوسرے پھر تیسرے پھر چوتھے اور
 پھر پانچویں یعنی یزید بن معاویہ پر لعنت کر

(محفة العوام باب منبواں ما دمحرر کے

بیان میں ص ۱۷۷-۱۷۸)

نوٹ ۱۔

اول ظالم سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرے سے فاروق اعظم میرے

عثمان غنی اور حقیقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور پانچویں سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔

تنبیہ :-

گستاخی ۲، ۳، ۴ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا فرقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا گستاخ نہیں۔ ان تمام گستاخیوں کی بنیاد صرف اور صرف ان کی درمضوعی امامت ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کو غصب کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ حضرات خود اور ان کی صاحبزادیاں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما بھی ان کے عتاب اور گستاخانہ قلم کا نشانہ بنیں۔ اور ان کے بارے میں طرح طرح کے من گھڑت واقعات و افسانے گئے۔ مگر عوام میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑکیں۔

مسئلہ رجعت :-

چونکہ یہ لوگ اپنے دل کی بھڑاس صرف زبان و قلم سے ہی نکال سکتے تھے۔ اور نکالتے رہے۔ لیکن عملی طور پر نہ حضرت ابوبکر صدیق اور نہ ہی فاروق اعظم سے غصب شدہ، خلافت و امامت واپس دلا سکے۔ اور نہ ہی اجماعت المؤمنین سے درانتقام، مے کے۔ اس لیے ان کا رویوں کو پورا کرنے کے لیے ان لوگوں نے ”مسئلہ رجعت“، ایجاد کیا جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ قرب قیامت امام مہدی دوبارہ لوٹ کر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ اور ان کو قتل کریں گے۔ حد لگائیں گے۔ اور ہر طرح سے پورا پورا انتقام لیں گے۔ اور اہل بیت پر کئے گئے مظالم کا بدلہ لیں گے۔

جیت سراس وقت اور بڑھ جاتی ہے۔ جب شیعوں کو کہا جائے۔ اور پوچھا جائے۔
 کہ تمہارا در امام قائم، غائب کیوں ہوا؟ تو جواب دیتے ہیں۔ دشمنوں کے ڈر کی وجہ سے روپوش
 ہو گیا۔ بلکہ ان کی روایات کے مطابق امام حسن عسکری نے کہا۔ کہ امام غائب کا نام تک لینا
 بھی جرم ہے۔ بلکہ ان کا جو بھی نام لے۔ وہ کافر ہے۔ تو جو اپنے پہلے جہنم میں دشمنوں کے خوف
 کے مارے روپوش ہو گیا۔ وہ دوبارہ اگر لوگوں کو قبروں سے نکال کر کیسے قتل کرے گا۔
 کیسے انتقام لے گا۔؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب افسانے ہیں۔ من گھڑت روایات و واقعات ہیں۔
 اگر ان کے وہ اقوال جو امام قائم کے واپس آنے کے متعلق ہیں۔ کوئی پڑھے یا سنتے۔ تو
 اسی وقت پکار اٹھے گا۔ کہ یہ سب کچھ شیعوں کو لوگوں کی چالبازی اور مکاری ہے۔ حقیقت
 کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

جب دس ہزار معتقد ہو جائیں گے۔ تو وہ امام قائم،

ظاہر ہو جائیں گے۔

احتجاج طبرسی:-

احتجاج طبرسی میں امام قائم کے ظہور کے متعلق لکھا ہے۔

يَجْتَمِعُ إِلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ عِدَّةٌ أَهْلُ بَدْرِ (قَدَثَانِيَّةٌ)
 وَثَلَاثَةُ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ وَ ذَلِكَ
 قَوْلُ اللَّهِ آيَةً مَا تَكُونُ آيَاتُ بَلَاءِ اللَّهِ جَمِيعًا إِنْ
 اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - فَإِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هَذِهِ الْعِدَّةُ

مِنْ أَهْلِ الْإِخْلَاصِ أَظْهَرَ اللَّهُ أَمْرَهُ فَإِذَا اكْمَلَ لَهُ الْعَقْدُ
(وَهُوَ عَشْرَةُ آلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِإِذْنِ اللَّهِ فَلَا مِيزَالَ
يَقْتُلُ أَحَدًا وَاللَّهُ حَتَّى يَرْضَى عِزَّ وَجَلَّ -

راحتجاج طبری جلد دوم صفحہ ۲۵ مطبوعہ قم فی
مذکرہ جوابات من ابی جعفر عیسیٰ بن اکثم طبع جدید
طبع قدیم ص ۲۸۸

ترجمہ:-

امام غائب کے لیے دنیا کے مختلف کونوں سے اصحاب بدر کی تعداد
(تین سو تیرہ) کے مطابق لوگ اکٹھے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
”تم جہاں کہیں بھی ہو گے۔ اللہ تم سب کو لے آئے گا۔ کیونکہ وہ ہر چیز
پر قادر ہے۔“ جب امام غائب کے لیے مذکورہ تعداد مخلصین کی جمع ہو جائے
گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ پھر جب دس ہزار کا عدد مکمل ہو
جائے گا۔ تو امام قائم اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا
و خوشنودی حاصل ہونے تک اس کے دشمنوں کو مار تے رہیں گے۔

کیا اب تک شیعوں کی تعداد دس ہزار

نہیں ہوئی؟

ناظرین کرام۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ امام کے ظہور کے لیے شیعوں لوگوں نے دس ہزار
مجتہدین کا عدد ذکر کیا ہے۔ یعنی جب تک اتنی تعداد میں ان کے تمام لیوایہ سیدان میں اجل نہیں گے

تو امام قائم بلا خوف ظاہر ہو جائیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں امام غائب کے نام لمبوا دس ہزار نہیں بلکہ دس کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔ اب کیوں نہیں وہ تشریف لائے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کروڑوں میں سے دس ہزار بھی امام غائب سے مخلص نہیں ہیں۔ بلکہ سب ان کے دشمن ہیں اور وہ ان دشمنوں سے ہی ڈر کر غائب ہو گئے ہیں تو اب ان دشمنوں کے پاس کیسے تشریف لاسکتے ہیں۔ شیعہ حضرات نے یہ بیان کر کے تو خود اپنے پاؤں پر کھار دی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ من گھڑت اور شیطانی ذہن کی پیداوار۔ اول اس ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی ان لوگوں نے انتہائی گستاخی کی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ کے لیے دوبارہ زہمہ کرنے اور پھر انہیں سزا دینے کے لیے سر پاقصے اور واقعات تراشے۔ جس کی وجہ سے یہ انتہائی گستاخ ٹھہرے۔ حالانکہ صاحب درود فقہ الصفا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اسی ضمن میں نقل فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق زیادہ محبت تھی

سوال کرو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ترین مخلوق نزد تو کیست، فرمود کہ عائشہ عمر و گفت سوال میں از رجال است۔ فرمود کہ پیرا و باز پر سیدہ بعد از دی کیست فرمود کہ عمر،

(تاریخ روضۃ الصفا ص ۳۸ جلد دوم)
ذکر احوال قائم الانبیاء

توحید۔

عمر و بنی عاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مخلوقات میں سے کس کو زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ عائشہ کو۔ پھر پوچھا۔ حضور میری مراد مردوں کے بارے میں ہے۔ فرمایا۔ عائشہ کا باپ۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر پوچھنے پر فرمایا۔ کہ ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
ہیں۔

خلاصہ کلام:-

ان تمام روایات و واقعات کو آپ نے پڑھا۔ آپ نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہو
گا کہ شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بھی خوش نہیں۔ کیونکہ دشمن کا دوست
دشمن ہی ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَا حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ۔ الخ
(پاک رکوع ۲۱)

ترجمہ:-

تم ایسے لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ پاؤ
گے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوں۔
اگرچہ وہ دشمن خدا و رسول ان کے باپ دادا بیٹے، بھائی اور دیگر خاندان
والے ہوں۔

قرآن پاک نے جب یہ اصل ذکر فرمادیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن مسلمان کا دوست
نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کے دوست ہیں۔ درانسا ولیکم اللہ و
رسولہ، تو دوست کا دشمن دوست نہیں اور دشمن کا دوست بھی دوست نہیں ہو سکتا
تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ،
عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ، اسم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے تعلق دار اور محبوب میں تو ان سے عداوت، بغض اور کینہ رکھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کب دوست اور خیر خواہ ہو سکتا ہے۔ تو اب خود اندازہ کر لیں۔ کہ ان بد بختوں کو حضور سے کب محبت ہے۔ اگر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے نفرت ہے۔ اور معاذا اللہ ان پر لعنت کو نواب سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی حیثیت کیا ہوگی؟ صاف بات ہے۔ کہ آپ انہیں برگزینہ نہیں فرماتے ہوں گے اور جس کو سرحد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں۔ آپ کے اہل بیت کے نزدیک ازلی مروود اور نامراد ہے۔ یہ ہے ”محبت اہل بیت کے پردے میں دشمنی اہل بیت۔“

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی نے

سیدہ عائشہ ام المومنین کو طلاق دے دی۔

(معاذ اللہ)

شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کا معاملہ اپنے بعد حضرت علی کے ہاتھ دے دیا تھا جیسا کہ سیدہ ہاشم بھرائی نے نقل کیا ہے۔

حلیۃ الابرار:-

قَالَ فَهَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ اسْتَخَذَ لَفَةً رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَجَعَلَ آمَرَ أَوْ وَاحِجًا إِلَيْهِ مِمَّنْ

بَعْدَ دِهْ غَيْرِي

(حلیۃ الابرار جلد اول ص ۲۸۱ الباب الثامن)

(والثلثون)

ترجمہ:- حضرت علی نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو نبی پاک علیہ السلام نے اپنے اہل میں خلیفہ بنایا اور اپنے بعد اپنی ازواج کا معاملہ میرے سوا اس کے سپرد کیا۔
ہاشم بجرانی کی کلام میں اگرچہ یہ ثابت ہے کہ نبی پاک نے حضرت علی کو اپنے بعد اپنی ازواج کو طلاق دینے کا اختیار دیا لیکن اگر کوئی شیخ کہہ دے کہ ہاشم بجرانی کی کلام میں طلاق کا کوئی لفظ موجود نہیں تو اس کا ثبوت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

احتجاج طبری :-

وَرَوَى عَنِ النَّبَاقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَانَ
يَوْمَ الْجَمَلِ وَقَدْ أَشْوَجَ عَائِشَةُ بِالنَّبْلِ قَالَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ مَا أَرَانِي إِلَّا
مُطْلِقَتَهَا فَانْشَدَ اللَّهُ رَجُلًا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا عَلِيُّ أَمْرٌ نَسَاؤِي بِيَدِكَ
مِنْ بَعْدِي لَمَّا قَامَ فَشَهِدَ فَقَالَ فَتَنَامَ
ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فِيهِمْ بَدْرِيَّانِ فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ
سَمِعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ
ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عَلِيُّ أَمْرٌ نَسَاؤِي بِيَدِكَ مِنْ
بَعْدِي قَالَ فَبَكَتْ عَائِشَةُ عِنْدَ ذَلِكَ حَتَّى سَمِعُوا أَبْكَاءَهَا فَقَالَ
عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَقَدْ أَنَبَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَنْبَاء فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُمِذُّكَ يَا عَلِيُّ يَوْمَ الْجَمَلِ بِخَمْسَةِ آلَافٍ
مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ . (۱- احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۸ احتجاج،

امیر المومنین علی الناکثین بیعتہ،

طبع قدیم ص ۸۸ نجف اشرف)

(۲- تذکرۃ الامۃ ص ۶۷ مطبوعہ ایران،

طبع جدید۔)

ترجمہ

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ جمل کے دن
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ تو حضرت علی رضی
نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو اسے طلاق دینے والا دیکھ رہا ہوں
(ایضاً باللہ) پھر ایک آدمی کو حضرت علی نے قسم دلائی۔ جس نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ اے علی! میری عورتوں کا معاملہ
میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ جب اس نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔
تو تیرا آدمی اٹھے۔ جہی میں دو بدری بھی تھے۔ انہوں نے بھی گواہی دی۔ کہ ہم
نے بھی رسول اللہ سے سنا تھا۔ کہ اے علی! میری عورتوں کا معاملہ میرے بعد
تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر عائشہ رو پڑیں۔ لوگوں نے ان کے رونے کی آواز
سنی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
خبر دی تھی۔ کہ جنگ جمل کے وقت اللہ تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار نشان زدہ
فرشتوں سے مدد کرے گا۔

تنبیہ :-

طبرسی شیعہ نے صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا کہ حضرت علی نے مائے عائشہ رضی اللہ عنہا کو

طلاق دے دی۔ اب اہل انصاف اسے بخوبی جانتے ہیں۔ اور یہ بات ان سے مخفی نہیں کہ اس من گھڑت افسانے کے ذریعہ شیعی مصنف طبرسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی توہین کی ہے۔ اور اس طرح اس ناہنجار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا ہے۔

ازواج مطہرات کو طلاق دینے کے اختیار کی بحث

قرآن پاک میں آیا ہے۔ جب اہمات المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیورات وغیرہ کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل فرمایا۔
 وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ
 أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا.
 (پل رکوع ۲۰)

ترجمہ:-

اور اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند فرمایا۔ تو یقیناً،
 اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔
 اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو۔ تو اللہ نے
 تم میں سے جو نیک ہوں گی۔ ان کے لیے بہت بڑا اجر مقرر فرمایا ہے۔
 (ترجمہ مقبول)

فہج الصادقین:-

در روایت آمد کہ بعد از نزول ایس آیت حضرت ہما ازواج را طلبید و ایس آیت

را برایشان خواند و مخیر ساخت انہما را بر مفارقت و بقاء ہمہ اختیار آنحضرت
کروند۔ و مرویست کہ اول کسی از ازواج کہ اختیار بقاء نمود عائشہ بود و بعد از
اُن دیگر ازواج اُن را اختیار نمودند۔ آورده اند کہ چوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ایں آیہ را برایشان خواند فرمود ثناب بکنند و بایدان خود در ایں باب مشاورت
کنند گفتند یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما را در ایں باب با کسی مشاورت نباید
کرد۔ حق تعالی ما را مخیر گردانیدہ میان زینت دنیا و اختیار کردن خدا و رسول و
سراسے آخرت را اختیار کردیم اُن حضرت شاد شد و حق تعالی ایں آیت فرستاد
”وَلَا يَحِلُّ لَكَ الْإِسَاءُ مِنْ بَعْدِ الْإِيمَانِ“

(تفسیر منج الصادقین جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۷۹)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ۔

روایت میں آیا ہے۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تمام ازواج مطہرات کو بلا یا۔ اور یہ آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ اور انہیں
اختیار دیا گیا۔ علیحدگی یا آپ کے پاس رہنے کا۔ تمام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس رہنا پسند کر لیا۔ اور روایت ہے۔ کہ سب سے پہلے جس بیوی نے
آپ کے پاس رہنے کو پسند کیا۔ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے
بعد دوسری ازواج نے بھی یہی پسند کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت سنائی تو فرمایا۔ جلدی نہ کرتا۔ اپنے والدین
سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا کہنے لگیں۔ جب اللہ نے ہمیں اختیار دیا ہے
تو ہم اس بارے میں کسی سے مشورہ نہیں کریں گی۔ ہم نے اللہ، رسول
اور دار آخرت کو پسند کر لیا ہے۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ اور پھر

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَا يَحِلُّ لَكَ الْإِسْكَارُ أَتَىٰ، یعنی اس واقعہ کے بعد آپ کے لیے اور عورتیں حلال نہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے آپ کو پسند کر لیا ہے۔ تو آپ بھی ان کی موجودگی میں اور عورتوں کو نکاح میں لانا پسند نہ کریں۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول اور علامہ کاشانی شیعہ کی تشریح سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ اہمہات المومنین نے اپنے اختیار کو جب اس طرح استعمال فرمایا کہ زینت دنیا کے بدلے انہوں نے اللہ رسول اور دار آخرت کو ترجیح دی۔ تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کی خاطر جب ان عورتوں نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ تو آپ بھی ان کے عقد نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کریں اور نہ ان کو طلاق دے کر کسی دوسری سے نکاح کریں۔

اہل انصاف حضرات غور فرمائیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات سے منع فرمادیا۔ کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دے سکتے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے جنگ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

کو طلاق دے دی۔ کس قدر زبان درازی اور اہمہات المومنین کی گستاخی ہے۔

ایک شبہ:

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں آپ کو زائد نکاح کا اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ یہ منوع ہے۔ اور آپ کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

جواب شبہ:

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تفسیر مجمع البیان میں موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن طلاق کی اجازت نزدیکی تھی۔ یاد رہے۔ شیعہ سنی اتفاق کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ کو نکاح کی اجازت مل گئی۔ لیکن ان نو اہمات المؤمنین کو طلاق دینے کا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ جنہوں نے زینت دنیا کو ٹھکرا کر اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخرت کو پسند کر لیا تھا۔

مسک اہل سنت تو واضح ہی ہے۔ مسک اہل تشیع کی طرف سے علامہ کا شافی شیعہ مفسر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

فہج الصادقین :-

(وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ) و حلال نیست کہ بدل کنی (بیہق) بدیشاں۔
 (مِنْ اَزْوَاجِ) الزنان دیگر۔ دوہج، مزیدہ بچت تاکید استغراق است
 یعنی ترا ہیچ زنی اتقان دیگر جائز نیست۔ با آنکہ یہی ازایشاں را طلاق،
 وہی و بجائے اقلاد دیگر سے رانکاح کنی..... مرویست کہ حق تعالیٰ
 طلاق ایشان را حرام گردانید برائے آنکہ اہمات مومنانند و اختیار خدا
 رسول کو دند و سراسے آخرت را بدو نیا انیار کردند اما نکاح زنان دیگر سے
 را حلال بود۔

(تفسیر فہج الصادقین جلد ہفتم ص ۳۱۴)
 مطبوعہ تہران

ترجمہ :-

اور یہ حلال نہیں ہے۔ کہ آپ ان عورتوں کے بدلے دوسری عورتیں
 تبدیل کریں۔ حرف میں زائدہ تاکید استغراق کے لیے ہے۔ یعنی آپ کے
 لیے دوسری کوئی بھی عورت جائز نہیں۔ اس طرح کہ ان میں سے کسی کو

طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری سے نکاح کرے۔۔۔۔۔ مروی ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کو طلاق دینا حرام کر دیا ہے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ یہ مومنوں کی مائیں
تھیں۔ اور انہوں نے اللہ اس کے رسول اور یوم آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں
پسند کیا تھا۔ لیکن دوسری عورتوں کے ساتھ آپ کو نکاح کرنے کی اجازت
تھی۔

”علامہ کاشانی“ نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے (اور لا یجوز لک الیقضاء الخ) آیت کے ذریعہ اگرچہ ابتداً مزید نکاح کرنے اور
موجود عورتوں کو طلاق دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ لیکن مزید نکاح کی بعد میں اجازت ہو گئی۔
اور موجود عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی حرمت بدستور قائم رہی۔ لہذا آپ اس حکم
کے برقرار ہوتے ہوئے ٹیس عورتوں میں سے کسی کو طلاق نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ
اہمات المؤمنین ہونے اور دنیا کو اللہ اور رسول کے مقابلہ میں خیر باد کہنے کا صلہ یہی ہے
کو وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہی رہیں۔

اس وضاحت کے بعد کوئی بھی شخص جس میں رتی بھرا ایمان ہو۔ یہ تصور نہیں کر سکتا۔
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اختیار خود نہ تھا۔ وہ بعد از وصال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
منتقل فرمادیں۔ جب آپ کے لیے اپنی ادواج کو طلاق دینا حرام تھا۔ تو کسی دوسرے
کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ اسے یہ بات سپرد کی جائے۔ کہ تم میرے وصال کے بعد میری بیوی
کو طلاق دے دینا۔ پھر کسی کے وصال کے بعد اس کی بیوگان کو طلاق دینا کیا مفہوم رکھتا
ہے؟ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بذریعہ
طلاق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی زوجیت سے نکال رہے ہیں۔

غضب بالائے غضب یہ کہ اللہ تعالیٰ ازواج النبی کو در اہمات المؤمنین،
فرمائے۔ روقان واجدۃ اقمنا تمہم، اور مومنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

خود بھی داخل ہیں۔

لہذا ازواج مطہرات ان کی بھی روحانی مائیں نہیں ہوئیں اور آپ ان کے روحانی بیٹے ہوئے۔
تو بقول شیعہ بیٹا اپنی ماں کو طلاق دے رہا ہے۔ اور ایسا لڑا اسی مذہب نامذہب کی خصوصیت ہے۔ کسی دوسرے مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی نشان اور ان کے گستاخوں

کا حال قرآن اور شیعہ تفسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں

«وَإِذِ اتَّخَذَ اللَّهُ تَوَاقِعَ حُكُمِهِ» کے بعد متواتر سورہ آیات یعنی پورے سورہ
رکوع سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئے۔ حتیٰ میں سیدہ کی
ظہارت اور پاکدامنی کا ذکر ہے۔

تفسیر منہج الصادقین :-

بعد ازیں آیات میان ظہارت ذیل عائشہ میکنند از بہمت و افک جمعی از
منافقان برآو۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۵۹)

تفسیر منہج الصادقین :-

پس چیزی دیگر نمیگویم مگر آنچه یعقوب گفت (فصیح جمیل واللہ
المستعان علی ما تصفون) ،، ایں بگفتہ و روسے بدیوار کردم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از اینجانشستہ بود کہ ناگاہ آواز پر جبرئیل برآمد

وچوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از وحی فارغ شد فرمود وَاَبَشِّرْهُ بِبَشَارَتٍ
الْبَصِيَّةِ اَمَّا وَاللّٰهُ فَقَدْ بَيَّنَّ اَمْلِكِ اللّٰهُ، بشارت باد تو را اسے
عائشہ صدیقہ کہ حق تعالیٰ تیرے تو فرمود پس ای آیت تلاوت فرمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۶۱)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس کے بعد کی آیات یعنی ان اللہ تو اب حکیم کے بعد میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور واقعہ انک جو منافقین نے ان پر
باندھا تھا۔ اس تہمت سے برأت کا ذکر آ رہا ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یہ
سب کچھ سننے کے بعد میں حضرت یعقوب کا قول ہی زبان پر لا سکتی ہوں۔
”و صبر بہر صورت اچھا ہے۔ اور اللہ اس کا مددگار رہے۔ جو تم حالات بیان
کرتے ہو۔ اتنا کہہ کر میں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر کے دوبارہ رونما شروع
کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ناگاہ جبریل علیہ السلام کے
آنے کی آواز آئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہو گئے۔
تو فرمانے لگے۔ اسے عائشہ! خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ نے تمہیں پاکدامن
کر دیا ہے۔ اور الزام سے بری کر دیا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

آیت :-

”وَالَّذِي تَوَلَّى كِبٰى يَنْفُسْ لَهُ عَذَابٌ

عَظِيْمٌ،

تفسیر منہج الصادقین؛

اذن جماعت مراد ابن ابی است لعنه اللہ (لہ عذاب عظیم)
مراد است عذاب بزرگ در آخرت یا در دنیا کہ حد قذف خورد و مخدول و
مطرد و گشت و مشہور بنفاق شد۔ و گویند حسان بود کہ آخر عمر نابینا شد یا مسطح
کہ دستہائے او شل شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۶۱)
(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس جماعت سے مراد جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ ابن ابی
کی جماعت ہے۔ اس کے لیے دنیا میں یا آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے
دنیا میں حد قذف لگی۔ اور ذلیل و رسوا ہوا۔ اور لوگوں میں ناقابل اعتبار ہو گیا۔
اور نفاق میں مشہور ہوا کہتے ہیں کہ اس سے مراد حسان تھے۔ جو عمر کے آخری
حصہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ یا اس سے مراد مسطح تھا۔ جس کے ہاتھ شل ہو گئے
تھے۔

تفسیر منہج الصادقین؛

آیت:-

رَاٰ الْكَافِرِيْنَ (بِدْرِسْتِكُمْ اَنَّا نَكْفُرُ بِمُؤْمِنَاتِكُمْ لَمَّا كُنْتُمْ فِي الْاَكْثَرِ) (مِائِدَہ)
زنانِ کافروں! (آلغافل!) کہ بے خبر ہوا کہ انچہ قذف میکنید ایشان را

بِإِلَهِمَّ الصُّدُورِ وَنَقِيَّةِ الْقُلُوبِ أَمَّا زَالِ (الْمُؤْمِنَاتِ) گرویدگان
بجدا و رسول مراد ازواج پیغمبر اند و در وسط آورده کہ این مخصوص بعائشہ صدیقہ
است و جمعیت ال بحبت تعظیم و سیست و توقیر اور نظر امت تا مثل این
لفظ را با واسنہ و نمکند۔

(تفسیر منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۶۶)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

بے شک وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں۔ اور وہ عورتیں
قذف کے سبب سے بے خبر ہیں۔ وہ صاف سینہ والی اور پاکیزہ دل
والی ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی گرویدہ ہیں۔ ان سے مراد حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں۔ وسط میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان عورتوں سے
مراد بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم اور توقیر
کے اعتبار سے بولا گیا۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ ان کی شان میں ہر قسم
کے گھٹیا اور تعظیم سے گرسے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرے۔

تفسیر صافی؛

آیت؛

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالْخَبِيثَاتُ
لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ فِي الْمَجْمَعِ
عَنْهُمَا عِيْلَهُمَا السَّلَامُ الْخَبِيثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلْخَبِيثِينَ

مِنَ الرِّجَالِ الطَّيِّبَاتِ مِنَ النِّسَاءِ لِلطَّيِّبِينَ مِنَ الرِّجَالِ
 (تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید
 ص ۱۶۳)

مجمع البیان میں امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر کچھ
 یوں ہے۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں
 کے لیے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں
 کے لیے.....

امام باقر اور امام جعفر کے نزدیک سیدہ عائشہ ام المؤمنین
 کی طہارت اور پاک و امنی نبی پاک علیہ السلام کی طرح
 کامل تھی

تفسیر منہج الصادقین۔

ابی مسلم وجہائی برائیں وجہ تفسیر کردہ اند کہ زبان ناپاک برائے مردان ناپاک
 اندراغب بدایشاں و زنان پاک برائے مردان پاک اند و مردان پاک
 مائل اند بدیشاں و بعد ازاں گفتہ کہ ای آیہ معنی۔ (الزَّانِي لَا يَنْصَحُ
 إِلَّا ذَا نِيكَةٍ أَوْ مُمْشِرَكَةً) است و این قول از ابی جعفر و ابی عبد اللہ
 علیہ السلام ماثور است و ماسل آیہ آنست کہ جنسیت سبب الفت و محبت است۔

وچوں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ ترین موجودات است پس ازواج او
 البتہ پاک و پاکیزہ اند و ز شایہ بدکاری منترہ و میرا و نبا برای معنی آید در حکم
 دلیل است بر قولہ تعالیٰ (أُولَئِكَ) اَلْاَلِ گرو یعنی اہل بیت یا حضرت رسالت
 صلی اللہ علیہ وسلم از اَلِ عالی تراست (مُبْتَرِقُونَ) بیزار کردہ شدہ اند یعنی
 منترہ و میرہ اند (مَصْحَابًا يَقُولُونَ) از آنچه میگویند از باب انک چه
 منصب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از اَلِ عالی تراست کہ ذیل عصمت زوجات
 طاہرات او بدست جنین شہیدی آلودہ گردو۔ و صفوان مروی پاکیزہ است و
 از اولیائی صحابہ او نیز ازین تہمت برست۔ و ذکر گفتہ کا اسم اشارہ راجع بعائشہ
 رضی اللہ عنہا و صفوان است و جمیع اَلِ از قبیل آیت و قِان کَانَ
 لَہُ الْخَوَلَاءُ، کہ مراد اخوین است چہ اخوین حاجب اند باتفاق و می
 تواند بود کہ ضمیر یَقُولُونَ راجع الی خبیثین و خبیثات باشند راجع باقلین
 یعنی پیغمبر و عائشہ و صفوان بری اند از مثل آنچه اہل خبیثت گویند واضح و اشر
 مشار الیہ ذالک طیبین و طیبات است و ضمیر یَقُولُونَ راجع بخبیثین و
 خبیثات است یعنی اہل طیب و پاکیزگی مبرا اند از مثل آنچه اصحاب خبیث
 میگویند۔ (لَهُمْ مَقْفِرَةٌ) مرایشال راست آمدش از خدای
 دَوِّ ذَقَّ کَرِیْمًا و روزی نیکو یعنی بیرنج و بسیار و پائیدار مراد
 نعمت بہشت است۔

تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۹

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ

ابو سلمہ اور جبائی نے الخبیثات للخبیثین الخ آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں۔ یعنی ان کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اور ناپاک عورتیں پاک مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اس کے بعد کہا۔ کہ اس آیت کا معنی ”الزَّآفِی لَآ یَنۡکِحُکُمُ الَّذِیۡنَ اَنۡیَکَہُ“ کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور یہ قول ابو جعفر اور ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ سے ماخوذ ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم جنس اور ہم خیال ہونا باہم دوستی اور میلان کا سبب ہوتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجودات میں سے پاکیزہ ترین شخصیت ہیں تو اس اعتبار سے آپ کی ازواج بھی پاکیزہ تراور بدکاری کے الزام سے مبرا و منزہ ہیں۔ اس معنی کے مطابق یہ آیت اَوَّلَئِکَ مَبۡسُتَوٰنَ کے لیے دلیل کے حکم میں ہے۔ اولئک سے مراد گروہ ال بیت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و عائشہ اور صفوان مراد ہیں۔ (مبستون) یعنی اس الزام سے مبرا و منزہ ہیں جو لوگ انک کے بارے میں لگاتے ہیں۔ اس لیے کہ منصب رسالت اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے۔ کہ اس کے دامن پر اس کی ازواج پر بدکاری کے الزام کے چھینٹے پڑیں۔ اور صفوان ایک پاکیزہ مرد تھا۔ اور صحابہ کرام میں سے ولی تھا۔ وہ بھی اس قہمت سے پاک ہے۔ ”فرا“، نحوی نے کہا۔ کہ اسم اشارہ ”وذا لک“، کا مزج حضرت عائشہ اور صفوان ہیں۔ اور ان دو کے لیے جمع کا لفظ استعمال کرنا اس طرح ہے۔ جس طرح ”وان کما لہا خوة“ میں لفظ ”خوة“ جمع ہے۔ لیکن اس سے مراد بالاتفاق دو بہنیں یا دو بھائی ہیں۔ کیونکہ دو بہنیں یا دو بھائی باتفاق ماں کے لیے عاجب بن جاتے ہیں۔

(یعنی تیسرے حصہ سے چھٹے کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "یقولون" کی ضمیر خبیثین اور خبیثات کی طرف لوٹے۔ نہ کہ اس کا مرجع نہمت لگانے والے ہوں۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث لوگ ان کے پاسے میں کہتے ہیں۔ اور زیادہ صیح و زیادہ مشہور یہ ہے۔ کہ "ذالک" کا اشارہ طبیین اور طبیبات ہے۔ اور "یقولون"، کی ضمیر خبیثین و خبیثات کی طرف لٹتی ہے۔ یعنی پاکیزہ اور طیب لوگ اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث لوگ ان پر لگاتے ہیں۔ اللهم مغفرة، ان کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش ہے۔ اور نیک روزی ہے۔ یعنی بے محنت اور کافی مقدار میں اور پائیدار روزی ملے گی۔ اس سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں۔

ہر گناہ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے مگر ام المؤمنین سیدہ عائشہ

کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

منہج الصادقین :-

مَنْ أَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْهُ قَبِلَتْ تَوْبَتُهُ إِلَّا مَنْ
خَافَ فِي أَمْرِ عَائِشَةَ۔

(منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۶۸)
مطبوعہ تہران

ترجمہ:-

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) جس آدمی نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ مگر وہ آدمی جس نے سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی۔

مذکورہ آیات کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- ۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دیوار کی طرف منہ کر کے رونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبریل کو بھیجا۔ جن کے پروں کی آواز سنی گئی۔ اور جبریل امین حضرت عائشہ کی بریت اور الزام لگانے والوں کے لیے عذاب عظیم کی وحی لے کر آئے۔ حتیٰ کہ حضرت حسان اور مسطح جیسے مخلص صحابہ نے جو بغیر دلی ارادہ کے منافقین کی ہاں میں ہاں میں ملا بیٹھے تھے۔ اللہ کی گرفت سے نزع سکے۔ حسان عمر کے آخری حصہ میں نایب ہو گئے۔ اور مسطح کا ہاتھ شل ہو گیا۔
- ۲۔ جن لوگوں۔ (ابن ابی منافق) نے ام المؤمنین پر تہمت لگائی تھی۔ ان پر اللہ نے لعنت کی۔ اور دنیا و آخرت میں حد قذف اور عذاب نار کی تہدید فرمائی۔
- ۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک دل اور طاہر و طیب سینہ کی مالک تھیں۔ ”
الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ، الْغَافِلَاتِ“ کے کلمات ان کی شان میں آئے اور جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر ذکر فرمایا گیا۔ تاکہ اس کے بعد کسی کو سوئے ظن کی ہمت نہ ہو۔

- ۴۔ ناپاک عورتیں طبعی طور پر ناپاک مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں۔ اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کی تائید امام باقر و امام جعفر صادق

سے یوں ثابت ہوتی ہے۔ کہ الخبیثات للخبیثین الخ کے تحت انہوں نے فرمایا۔ کہ محبت و صحبت کا سبب ہم جنس ہونا ہے۔ یعنی خباثت خباثت کو اور طہارت طہارت کو پسند کرتی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزگی اور طہارت کے اعلیٰ نمونہ و معیار تھے۔ اس لیے آپ کی زوجیت میں کوئی ایسی عورت جو ناپسندیدہ اور بدکار ہو۔ نہیں آسکتی۔ کیونکہ منصب نبوت کے شایان شان یہ ہے۔ کہ اپنی طرح، طیب و پاکیزہ عورت کی طرف ہی میلان ہو۔ اور عقد میں ایسی ہی عورت آئے جس کی طہارت بے مثال ہو۔

چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات میں سے طہارت کاملہ کے مالک ہیں تو اسی نسبت سے آپ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی طہارت کاملہ کی مالک تھیں۔ لہذا ہم امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق (جو حقیقت پر مبنی ہے) کہہ سکتے ہیں۔ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔ کیونکہ پاکیزگی میں آپ کی ہم جنس ہیں۔

۵۔ دوا و لک، کا اشارہ سیدہ عائشہ کی طرف ہے۔ اور مغفرت و رزق کریم کا وعدہ بھی انہیں کے متعلق ہے۔ یعنی ان کی سابقہ لغزشیں معاف کر دی گئیں۔ اور آئندہ جنت میں نعمتوں کا حق دار بنادیا گیا۔

۶۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

تنبیہ:-

قارئین کرام! مذکورہ امور کو ایک بار پھر پڑھیں۔ غور کریں۔ اور انصاف سے فیصلہ کریں۔ کہ جس روحانی مال کا رونا۔ اس قدر بلاؤں والا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جبریل امین

کو ان کی برأت پاکیزگی اور طہارت کے ثبوت میں اٹھارہ آیات دے کر نازل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تہمت لگانے والوں کو بھی خاصی سزا دی اور ان پر لعنت کی۔ انہیں عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔ یہاں تک کہ حسان اور مسطح جیسے بھولے بھالے مسلمان بھی دنیوی گرفت سے نہ بچ سکے۔ حضرت حسان انہیں گنوا بیٹھے۔ اور جناب مسطح ہاتھوں سے محروم کر دیئے گئے۔ جس روحانی مال کی عظمت و عزت اللہ کی بارگاہ میں اس قدر ہے۔ اس کی بارگاہ میں ریگستانی کرنا کہ ہر نماز کے بعد ان پر لعن طعن کو کار ثواب سمجھا جائے۔ کیا اللہ کی لعنت کا باعث نہیں؟ جہنم میں بھوٹے الزام میں بلا تحقیق ہمنوائی کی۔ وہ گرفت سے نہ بچ سکے۔ اور جن کا عقیدہ ہی لعن طعن کرنا ہو۔ وہ کیونکر گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں ذلت سے کب بچ سکا حاصل کر سکتے ہیں؟ غالباً سینہ کو بی اور زخمیر زنی اسی ذلت کا دنیا میں کچھ اثر ہے۔ اور باقی ہی آخرت تو اس کے متعلق ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ نے پڑھ لیا۔ کہ ام المومنین کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ام المومنین کا گستاخ عذاب الہی سے بچ نہیں سکتا۔

امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں پاکیزہ تر ثابت کر کے ان کی نسبت سے ان کی ازواج کو طیب و طاهر کہیں۔ اور قانون بھی یہی ہے۔ کہ پاکیزگی پاکیزگی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور خباثت خباثت کو چاہتی ہے۔ تو یہ حالشہ رضی اللہ عنہما کی پاکیزگی اور طہارت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ وضاحت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برأت اور نہت کو قرآن میں بیان فرما رہا ہے۔ توجہ دو محب اہل بیت، اپنے امم کے فتویٰ و ارشاد کے مطابق نہ چلے۔ بلکہ ان کی مخالفت کرے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان برأت، حالشہ ہوتے ہوئے ان پر تبرازی کرے۔ اور ہر نماز کے بعد لعن طعن کو جزو ایمان گردانے۔ اس کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ وہ کس سلوک کا مستحق ہے۔ اور اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی و

ہمارت بھی نہ رہی۔ کیونکہ معاذ اللہ آپ کے عقید میں ان کے کہنے کے مطابق ایک ایسی عورت بھی رہی۔ جس پر یمن طعن ضروری ہے۔ اور جس کو امام قائم زندہ کر کے مد لگائیں گے۔ شیعو! غور تو کرو۔ کیا محبت اہل بیت اسی کا نام ہے؟

گستاخی ۵:

تین گے سوا تمام صحابہ اور صحابیات
سرمزد ہو گئے تھے
(معاذ اللہ)

مناقب ابن شہر آشوب

حَمْدُ يَوِيَّةَ وَابِرَاهِيمَ ابْنِ أَنْصِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ عَثْمَانَ عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ
وَمَنْ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمُقْدَادُ بْنُ أَسْوَدَ وَ أَبُو
ذَرٍّ الْغِفَارِيُّ وَ سَلِيمَانُ الْقَارِيسِيُّ ثُمَّ عَرَفَ
النَّاسُ بَعْدَ يَسِيرٍ وَقَالَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ
دَارَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحَاءُ وَ أَبُو أَنْ يُبَايَعُوا
لِإِنِّي بَكْرٌ حَتَّى جَاءَ وَ إِبْرَاهِيمُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ مُكَرَّرًا قَبَائِعَ -

(۱) رجال کثی مطبوعہ کربلا صفحہ نمبر ۱۲ فی

مذکرۃ سلیمان

(۲) مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ۱۹۵

فی ذکر ما ورد فی بیعة علی - طبع

جدید - ۳

(۳) انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۱ - تذکرہ

نور مرقی مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع

قدیم ص ۲۷

ترجمہ -

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام مرتد ہو گئے تھے میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ کہا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلیمان فارسی۔ پھر بہت جلد لوگوں نے پہچانا اور کہا کہ ان لوگوں پر مصائب کی چکیاں چلیں۔ لیکن ابو بکر صدیق کی بیعت نہ کی۔ پھر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے اور آپ نے بیعت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ جن شخصیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
”وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“، اللہ ان سے راضی ہوا۔ وہ اللہ سے
راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے جنت تیار فرمائی۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ

اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: «لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ»، الخ، اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔ پس اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی۔ پھر اس بیعت کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔
 «إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ»،
 بے شک آپ سے بیعت کرنے والوں نے اللہ سے بیعت کی۔ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جسے "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے اس میں شریک کوئی بھی کافر یا منافق نہ تھا۔ کیونکہ کفر و نفاق اگرچہ دیکھا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ ہرگز مخفی نہیں۔ اس لیے اس نے فرمایا: «قَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ»، اللہ ان کے دلوں میں ہر شئی کو جانتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے یہ اظہار فرمایا کہ میری رضا انہیں خلوص نیت اور صفائی قلب کی بدولت ملی۔ اپنے مفسر "علامہ کاشانی" کی سنئے۔

منہج الصادقین :-

آنچہ در دل ہائے ایشان است از خلوص عقیدت و صفائے نیت۔
 یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ان کے خلوص عقیدت اور صفائی نیت کی وجہ سے تھی۔ اس خلوص و صفائی کے ساتھ بیعت کرنے والوں پر اللہ نے جو اخلاقیات کی بارش نازل فرمائی۔ کاشانی کہتا ہے۔

و بقول اشہر واضح ہزار و پانچ صد و بیست و پنج و صاحب کشف از عبد اللہ مغفل نقل کردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در حین اخذ بیعت از اصحاب در زیر

شجرہ ثمرہ قرار گرفته بود و شاخ ازاں درخت بر پشت مبارک او رسیده و من
بر زیر سر او بایستاد و آن شاخ را بدست گرفته از پشت مبارک او برداشتم و همه
اصحاب بیعت کردند بر آنکه مطلقاً راه گریز بخورند تا آنکه گشته شوند ریافتن نمایند
حضرت فرمود که انتم را لیوم خیر اهل الارض شما امروز بہترین
اہل زمین اید و از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس
بدون رخ زرد ازاں مومنوں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند و ایں بیعت را بیعت
الرضوان نام نہادند بہت ائیکہ حق سبحانہ در حق ایشان فرمود۔ لقد رضی اللہ
عن المؤمنین الخ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ سورہ فتح
مطبوعہ تہران)

ترجمہ :-

بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام کی تعداد زیادہ مشہور اور صحیح تر قول کے
مطابق ایک ہزار پانچ سو پچیس تھی۔ اور صاحب کشاف نے حضرت عبداللہ
منفل سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لینے کے وقت
ایک درخت کے نیچے جلوہ فرماتے۔ اور اس درخت کی ایک شاخ آپ
کی پشت اندر پڑ رہی تھی۔ میں نے اس کے نیچے کھڑے ہو کر اسے آپ
کی پشت اندر سے اوپر اٹھائے دکھا۔ تمام صحابہ نے بیعت کی۔ کہ بھاگیں گے
نہیں۔ یا تو مر جائیں گے۔ یا کامیاب ہو جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر بسنے والوں سے کہیں بہتر ہو۔ حضرت جابر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن
مومنوں نے درخت ثمرہ کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان میں سے

کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس بیعت کو ”بیعت رضوان“، اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شریک مومنوں کے حق میں ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ۔ اَلَا يَهْدِي اللَّهُ لِمَوْجِبٍ رَاضٍ ہوا۔ جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی انہ۔

”حاطب بن بلتعہ“ کا واقعہ گزرجاکہ ہے۔ مختصر یہ کہ حاطب بن بلتعہ نے ایک خط لکھ کر مکہ کی ایک عورت کو دیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ مسلمان تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں لہذا آگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا۔ تو آپ نے اسے منگوانے کے لیے اس عورت کے پیچھے چند آدمی بھیجے۔ رقعہ پکڑا گیا۔ حاطب بن بلتعہ نے اقرار کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ حاطب، بدری صحابی میں سے ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ رَاعِمِلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غُفِرَ لَكُمْ، جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تو انہیں صرف غزوہ بدر میں شرکت کی وجہ سے کچھ نہ کہا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ چلتے پھرتے جیتے جاگتے مغفور اور مرحوم تھے۔

حاصل کلام:-

اللہ تعالیٰ نے جن صحابہ کرام کے خلوص نیت اور صفائی قلب کی وجہ سے ان پر اپنی رضا مندی ظاہر فرمائی۔

۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو از اول تا آخر پوری طرح جانتا ہے

اس کی رضا مندی کسی عارضی سبب سے نہ تھی۔ اور چند دنوں تک نہ تھی۔ اسی وجہ سے اس نے اس بیعت کو اپنی بیعت کہا تو جن لوگوں کی بیعت کو اللہ تعالیٰ اپنی بیعت قرار دے

ان پر تبرّازی کرنے والا نہ تو اللہ تعالیٰ کو عظیم بذات الصدور مانتا ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اعلان پر اس کا ایمان ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں شریک ایک ہزار پانچ سو پچیس صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخی نہیں۔ یعنی وہ کامل الایمان ہوتے ہوئے جنتی اور قطعی جنتی ہیں۔ تو جو شخص ان صحابہ کرام کو برکھے۔ جو بفرمان رسول جنتی ہیں۔ تو اس کی لعنت خود اپنے اوپر لوٹے گی۔ کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے۔ اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں۔ تو وہ لعنت واپس بھیجنے والے پر پڑتی ہے۔ جو اہل جنت پر لعنت کرتا ہے۔ وہ خود ملعون اور اللہ کا مغضوب ہے۔ اس کا جنت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

تیسری بات یہ کہ جب آپ نے تمام بدری صحابہ کو جنتی فرمادیا۔ اور یہ بھی آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ جنتی ہیں۔ تو اب جو شخص ان نصوص کے ہوتے ہوئے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صرف یہی صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سبھی مرتد ہو گئے تھے۔ تو کیا اس وقت کوئی بدری صحابی الہی میں کے بغیر نہ تھا۔ اور کیا بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس وقت زندہ نہ تھا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت، تو کجا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور جمل میں بھی بدری اور بیعت رضوان میں شمولیت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ جس کی تائید مناقب ابن شہر آشوب میں یوں مذکور ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب:

فَكَانَ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عِشْرُونَ أَلْفًا — وَجَلِ
مِنْهُمْ أَلْبَدُ رِیُّونَ ثَمَانُونَ رَجُلًا وَهَمِّنُ بَايَعُ تَعَبَ الشَّجَرَةِ
يَمَانُكَ وَخَمْسُونَ۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۱۶۲)

فی حوب الجمل طبع جدید

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۸ خلافت

علی ذکر صفین)

ترجمہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں کل بیس ہزار آدمی تھے جن میں
سے اسی بدری اور دسویچاسی بیت رضوان میں شامل ہوئے والے تھے
تاریخ یعقوبی، جنگ صفین میں تشر بدری اور سات سو بیت رضوان میں شامل
ہوئے والے حضرت علی کے ساتھ تھے۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۸ خلافت علی

طبع جدید)

اگر بدری صحابہ بھی موجود ہوں۔ اور بیت رضوان میں شریک صحابہ بھی زندہ ہوں۔
تو پھر یہ کہنا کہ صرف تین صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
کاذب سمجھنا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور وہ مردود بارگاہ خدا
رسول ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر ۱

حضرت عقیل اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ذلیل ہیں

(معاذ اللہ)

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت عباس جو آپ کے حقیقی چچا ہیں۔ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک (معاذ اللہ) دونوں ذلیل ہیں۔ جیسا کہ در انوار النعمانیہ، میں ایک طویل حدیث مذکور ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جہاد میں نہ جانے کا سبب قلتِ اعوان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انوار النعمانیہ

ولم یبق معی من اهل بیتی احد اطول بہ واقوی
اما حمزۃ فقتل یوم احد وجعفر قتل یوم موتہ
ولقیّت بین خلیفتین خائفین ذلیلین حقیقین بن العباس
وعقیل وہم قریبوا عند بالاسلام۔

۱۔ انوار النعمانیہ جلد اول ص ۱۶۱ مطبوعہ تبریز

طبع جدید تذکرہ نور علوی یکشف

عن سبب تقاعد امیر المؤمنین

(علیہ السلام الخ)

توجّہ: میرے اہل بیت میں سے میرے ساتھ کوئی بھی مجھے تقویت دینے والا

نہ رہا۔ حمزہ یوم احد شہید ہو گئے۔ جعفر جنگ موتہ میں شہادت کا جام نوش فرما گئے۔ اور میں ایسے دو شخصوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ جو ذلیل، حقیر، اور ڈرپوک ہیں۔ یعنی عباس اور عقیل۔ اور ان کے اسلام کا زمانہ ابھی بہت قریب ہے

فروع کافی،

وَمَنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ اَتَمَّا كَانَ جَعْفَرٌ وَحَمَزَةُ
مُضِيًّا وَلَبِّيَ مَعَهُ رَجُلَانِ ضَعِيفَانِ ذَلِيلَانِ حَدِيثًا
عَمْدٌ يَا اِلٰهَ سَلَامٍ۔

(۱۔ فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ

ص ۹۲ مطبوعہ نو کشور طبع قدیم۔)

(۲۔ ارشاد القلوب مصنفہ حسن ابن محمد طلی

شیعی مطبوعہ بیروت جلد دوم ص ۳۹۵،

طبع جدید تذکرۃ علیہ قعود ۴

(عن القتال)

ترجمہ۔

بنی ہاشم میں سے کون باقی تھا؟ جعفر اور حمزہ تھے۔ لیکن وہ انتقال کر گئے۔ اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادئی رہ گئے۔ جو ضعیف اور ذلیل ہیں۔ ان
کا اسلام لانے کا عہد بہت قریب ہے۔ وہ دونوں عباس اور عقیل ہیں۔

✽

فصل پنجم

گستاخی پر

حضرت علیؑ سے شیعوں کی گستاخیاں

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے ووٹ لینے کی خاطر ہر حربہ

استعمال کیا

اجتہاد طبری :-

فَقَالَ سَلِمَانٌ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمَلَ عَلِيٌّ فَاِطْمَأَنَّ
عَلَى حِمَارٍ وَ أَخَذَ بِمِידِ ابْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
فَلَمْ يَدْعُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَلَا
مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَّا أَتَى مَنْزِلَهُ وَ ذَكَرَهُ حَقَّهُ وَ
دَعَاهُ إِلَى نَصْرَتِهِ فَمَا اسْتَجَابَ لَهُ مِنْ جَبِيْعِهِمْ
إِلَّا أَرْبَعَةٌ وَ أَرْبَعُونَ رَجُلًا فَأَمَرَهُمْ أَنْ
يُصْبِحُوا بُكْرَةً مُحَلِّقِينَ رُءُوسَهُمْ مَعَهُمْ
سَلَا حُلُمٌ وَ قَدْ بَايَعُوهُ عَلَى الْمَوْتِ فَأَصْبَحَ
وَلَمْ يُوَافِقْهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ غَيْرُ أَرْبَعَةٍ قُلْتُ

لِسُلَيْمَانَ مِنَ الْأَرْبَعَةِ؟ قَالَ أَنَا وَأَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ
وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّاهِ

- (۱)۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۷
جوسی بعد الرسول صلی اللہ علیہ
وسلمہ طبع جدید مطبوعہ نجف اشرف
طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف
(۲)۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۰۶ انور علوی
مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع قدیم ص ۱۳۵
(۳)۔ بیت الاحزان ص ۸۸ مطبوعہ قم طبع جنت
(۴)۔ کتاب سلیم ابن قیس طالی ص ۸۲ مطبوعہ
بیروت طبع جدید

تَرْجَمَهُ۔

راوی کہتا ہے کہ سلیمان فارسی نے کہا کہ جب رات ہوئی۔ تو حضرت علی
نے حضرت فاطمہ کو گھر سے پر سوار کیا۔ اور حسن حسین کے ہاتھ پکڑے اور بدر
میں شریک ہر ایک ہمارا اور انصار کے گھر گھر گئے۔ اور اپنا حق جتلیا۔
اور اپنی مدد کرنے کو کہا۔ تو ان میں سے صرف چالیس آدمیوں نے حامی بھری
آپ نے انہیں صبح سویرے مسلح ہو کر اور سر منڈوا کر اسے کو کہا۔ ان لوگوں
نے مرنے مارنے پوچھت کی۔ جب صبح ہوئی۔ تو چار افراد کے سوا کسی
نے موافقت نہ کی۔ میں نے پوچھا۔ وہ چار کون تھے؟ کہا میں (سلمان فارسی)
ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام۔

✽

تہذیب المتین :-

منقول ہے۔ کہ جس روز ابو بکر کے ساتھ بیعت ہوئی۔ اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہ کو پشتِ حمار پر سوار کیا۔ اور حسن حسین اپنے دونوں نور چشموں کو ہمراہ لیا۔ اور حملہ مہاجر و انصار شکر کاہ بدر کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔ اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمامِ حجت باکمل وجوہ فرمایا۔ کل چالیس اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ آپ نے ان کو امر کیا۔ کہ کل صبح سر منڈوا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں۔ اور سرو جان کی شرائط پر شرائط بیعت بجالائیں۔ مگر خوف و ہراس نے ان پر غلبہ کیا۔ اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ دن ہوا۔ تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد اسود و عمار یا سرور و اسیتے زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا۔ آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات وعدہ کرتے تھے۔ مگر صبح کو کوئی اسے دفنانہ کرتا تھا۔ اِلا وہی چار اشخاص حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلقت مرتد ہو گئی تھی۔ الا تین اشخاص۔ سلمان۔ ابوذر، مقداد۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد ۱

ص ۲۶۶ تا ۲۶۷ مطبوعہ یوسفی دہلی

گستاخی ۱۵۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موت سے ڈرتے ہوئے مجبوراً

بیعت صدیق کی۔

تہذیب المتین؛

بروایت عباس بن عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ اور روتے ہوئے اُسے اور غل پچاتے تھے۔ لوگو! میرے برادرزادے سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور دُفعہ و مدار کرو اس کے ساتھ۔ میں اس سے بیعت کروں گا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہٴ اول کے ہاتھ سے مَس کر دیا۔ اور وہ اس پر رضامند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے بیعت نہیں کی۔ تا وقتیکہ آنحضرت کے گھر سے دُھواں بلند نہیں ہوا۔

(۱۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین،

جلد اول ص ۲۶۶ مطبوعہ مطبعہ ریسفی دہلی)

(۲۔ بیت الاحزان ۶۶ فیما قال ابو

عبیدہ ابن جراح مطبوعہ قم۔

(۳۔ احتجاج طبرسی بالفاظ ص ۵۲ طبع قدیم

و طبع جدید جلد اول ص ۱۱۱ اکراہ علی

علی البیعت)

✽

گستاخی ۳۔

حضرت کے گلے میں رسی ڈال کر ان سے بیعت لی گئی

جلاؤ العیون ۱۔

پس کفار ان ریسائی درگردن امیر المؤمنین اند اعتقد و لبوسے مسجد کشیدند۔

۱۱۔ جلاؤ العیون جلد اول ص ۲۱۹۔ زمرہ گانی

فاطمہ مطبوعہ طہران طبع جدید

(۲)۔ رجال کشی ص ۱۱۱ مطبوعہ کربلا۔ ذکر

سلمان فارسی

(۳)۔ فیما وقع علی باب بیت فاطمہ

مطبوعہ قم طبع جدید

(۴)۔ جملہ حیدری ص ۲۸۳ مطبوعہ تہران اجری

بردن امیر المؤمنین و امیر

ترجمہ

پس وہ کافر امیر المؤمنین کے گلے میں رسی ڈال کر مسجد کی طرف کھینچے گئے

(معاذ اللہ)

گستاخی ۴:

حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی دباؤ میں
آکر حق کو ظاہر نہ کیا

مجلس المؤمنین ۱۰:

دیگر آنکہ چون حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر
و عمر را معتقد اند و ایشان را بر حق می دانند۔ قدرت بر آن نداشت کہ کاری کند
کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشته باشد بنا بر آنکہ مخالفت قول و
فعل ایشان دلیل است بر آنکہ ایشان ظالم بوده اند۔ و بیاقت خلافت
حضرت بدین غیر نداشتند۔ و چون نہ قدرت بر آن داشته باشد و حال
آنکہ اکثر اہل آن زمان را اعتقاد آن بود کہ امامت حضرت امیر مبنی بر امامت
ایشان است۔ و فساد امامت ایشان را دلیل فساد امامت ادعی دانند
و مشہور است کہ حضرت امیر در ایام خلافت مردم را از نماز تراویح کہ
بدعت عمر است منع کرد و ایشان بغیر او آمدند و آواز بلند کردند کہ او
عمر است! آنکہ آنحضرت بنا بر مصلحت وقت ایشان را بحال خود داشت۔

۱۔ مجلس المؤمنین جلد اول ص ۵۴

مطبوعہ تہران۔ سنی طباعت ۱۳۷۵ھ و رد گرد

۲۔ انوار النہانیہ جلد اول ص ۴۶ نور تفسوی

مطبوعہ تبریز ایران طبع جدید و طبع قدیم ص ۱۵

توجہ :-

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک کو واپس کیوں نہ کیا؟ نور اللہ شوستری اس کا اس مقام پر دوسرا جواب ذکر کر رہا ہے) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سیرت کے، انتہائی معتقد ہیں۔ اور انہیں حتیٰ پر سمجھتے ہیں۔ تو اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان کی خلافت کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ کیونکہ شیخین کے قول و فعل کی مخالفت ان کے ظالم ہونے کی دلیل بنتی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی عدم اہلیت اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتنی ہمت کیونکر تھی۔ اس لیے کہ حالت یہ تھی کہ اس دور کے اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ حضرت علی کی خلافت ان کی خلافت پر مبنی ہے۔ اور لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض شیخین کی امامت ناجائز تھی۔ تو اس سے حضرت علی کی امامت بھی ناجائز ہو جاتی ہے اور مشہور ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو نماز تراویح سے جو کہ حضرت عمر کی بدعت (شرع کردہ) تھی۔ روکا۔ تو لوگوں نے وہاں کا شور مچا دیا۔ اور اس وقت تک لوگ خاموش نہ ہوئے جب تک حضرت علی نے مصلحت وقت کے تحت فیصلہ واپس لے کر لوگوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔



گستاخی ۵۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو گالی دینے
کی اجازت دے دی کیونکہ شیعوں کی اس میں نجات
حضرت کی زکوٰۃ ہے۔
معاذ اللہ

نہج البلاغہ

الْوَاقِعُ سَيَأْتِيكُمْ بَيْتِي وَالْبَرَاءَةُ مِنِّي فَلَمَّا لَسْتُ
فَسَبُّوْنِي فَرَأَيْتَنِي لِيْ زَكَوٰةٌ فَكُفُّوْا نَجَاجًا

(۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۵۷ ص ۹۲ مطبوعہ بیروت)

پھوٹا ساڑن

(۲۔ مناقب ابنی شہر خوب جلد ۱ ص ۲۶)

فی اخبارہ بالغیب مطبوعہ قم

(۳۔ امالی طوسی جلد اول ص ۲۱۳ ابن ابی

مطبوعہ قم)

ترجمہ ۱۔

غور سے سنو! عنقریب وہ تمہیں حکم دے گا کہ تم مجھے گالی دو۔ اور
مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ دین تمہیں ایک بات کی اجازت دیتا

ہوں) تم مجھے گالی دے دینا۔ کیونکہ یہ میرے لیے گناہوں کا کفارہ اور تمہارے لیے ذریعہ نجات ہو گا۔

توجہ ۲۔

خبردار ہو جاؤ۔ وہ تم کو مجھے سب شتم اور مجھ سے بیزاری کرنے کا حکم دے گا۔ یہاں سب شتم تو تم (تقیہ) اس پر عامل ہونا کیونکہ یہ امر میرے لیے درجات عالیہ اور تمہارے لیے (اس کے شر و فساد سے) نجات کا سبب ہے۔

ڈیزنگ فصاحت خطبہ ۵۵ ضمیمہ یوسفی

گستاخی ۶۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گریہ بیان سے پکڑا گیا۔

تو انہوں نے زاری کرتے ہوئے بارگاہ رسالت

میں فریاد کی

جلال العیون ۱۔

در کتاب اختصاں و بصائر الدرجات و سایر کتب بسندائے معتبر از
حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ کہ چوں گریبان امیر المؤمنین
علیہ السلام را گرفتند ایستاد گفت آنچه بارون در جواب موسی گفت کہ

”يَا بَنِي آدَمَ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّوْا فِيْ ذِكَا دَاوَّ اَيَقْتُلُوْا نَبِيَّيَّ، مَنْ
واسے فرزند مادر میں بد رستیکہ قوم مرا ضعیف کو لڑیں۔ و نزدیک شد کہ مرا
بکشند۔

(جلد العیون جلد اول ص ۱۲۲ مطبوعہ تہران)
تذکرہ مشاہدہ غرائب احوال از روضہ منورہ)

ترجمہ:-

کتاب اختصاص، بصائر الدرجات و کما کتابوں میں معتبرند کے ساتھ حضرت
صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا
گریبان لوگوں نے پکڑا اور اٹھا کر انہیں ابو بکر صدیق کی بیعت کے لیے مسجد
میں لے گئے۔ راستہ میں قبر رسول پر کھڑے ہو کر انہوں نے وہ کہا۔ جو حضرت
موسیٰ کے سخت لہجہ کے وقت حضرت ہارون نے کہا تھا یعنی اے میرے
بھائی میری ماں جائے بے شک قوم نے مجھے کمزور اور بے بس کر دیا اور
قریب تھا۔ کہ مجھے قتل کر دیتے۔

گستاخی ک:

حضرت علی کو شیعہ حضرات نے انتہا درجہ کا بزدل

مثابت کیا (معاذ اللہ)

جلد العیون:-

”بروایت دیگر جب دروازہ در دولت پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا
اندر آنے سے مانع ہوئیں۔ اس وقت قنقرہ نے بروایت دیگر ثانی نے

تایا نیز اُسے جناب فاطمہ علیہا السلام پر مارا۔ کہ بازو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا
مغروب ہو کر سو ج گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب امیر علیہ السلام سے ہاتھ نہ
اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو گھر میں اُن سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب سیدہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گر گیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا۔ اور اس فرزندِ نبی شکم میں تھا۔ حضرت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا نام محسن رکھا تھا۔ شہید کر دیا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
نے بھی اسی صدمہ ضربت سے انتقال کیا۔

(جلد البیون جلد اول ص ۲۱۹ / مبرورہ)

تہران ستم حائے واروہ براہل بیت

وہ روایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم دروازہ شکم محترم جناب
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گرا دیا۔ اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید
کر دیا۔ پھر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو مسجد میں لے گئے۔ جفا کار و اشقیاء
امت پیچھے پیچھے تھے۔ اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔ ایمان
والہ و ذر و مقدار و عمار و بریدہ اعلیٰ روتے پیٹتے اور کہتے تھے کیا جلد حضرت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تم لوگوں نے خیانت کی کیونکہ سیدہ کو ظاہر
کیا اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔ اس وقت بریدہ اعلیٰ
نے کہا اے..... سب قریش تیری اہلیت اور نسب کو جانتے ہیں
اور تجھے پہچانتے ہیں۔ کہ کتنی مرتبہ کے زنا سے تو پیدا ہوا ہے۔ ایسا شخص
خاتمِ اہل بیت میں اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے۔ برادر اور وصی رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے۔ جب ابو بکر کی نظر
جناب امیر علیہ السلام پر پڑی۔ لوگوں سے کہا۔ چھوڑ دو جناب امیر علیہ السلام

نے فرمایا۔ اسے ابو بکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تو نے غم غریب میں بیعت کی اور حکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومنوں نے سلام کیا۔ یہ سن کر شمشیر غلاوت کھینچ کر بالائے سر جناب امیر علیہ السلام کھڑا ہو گیا۔ اور کہا ان باتوں کو جانے دو۔ اور بیعت کرو۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے۔ ثانی نے کہا۔ اگر بیعت نہ کرو گے۔ تو قتل کروں گا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ رسول کے بھائی کو قتل کرے گا۔ بخدا سو گند۔ اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت نہ ہو۔ تو ابھی اچھی طرح معلوم ہو جاتا۔ کہ کون زیادہ، ضعیف ہے۔

رجلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۶-۲۷
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایسنی انصاف پریس
ریٹوے روڈ لاہور

لما ذا نحن شیعۃ؟

فَإِنْ قُلْتَ لَمْ يُقَارِطِ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَبَا
بَكْرٍ مَعَ ظُلْمِهِ لَهُ وَغَضَبِهِ حَقَّهُ مِنْهُ بَلْ
كَانَ يُعِينُهُ بِرَأْيِهِ عَلَى أَمْرِهِ وَفِي ذَلِكَ
تَقْوِيَةٌ لِبَاطِلِهِ
قُلْتُ كَانَ ذَلِكَ مِنْهُ عَلَى وَجْهِ الشَّقِيَّةِ
حَثًّا لَدَمِهِ وَدِمَاءِ شِيعَتِهِ فَتَرَانَهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ كَوْ قَاتِلَهُ بِالْمَرَّةِ لَقَتْلَهُ

مَعَ شِيعَتِهِ وَأَوْلِيَآءِهِ فَحَقَّنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذَلِكَ دَمَهُ وَ دِمَاءَ
شِيعَتِهِ وَحَقَّنَ الدَّمَ عِنْدَ الْخَوَافِ عَلَى
النَّفْسِ مِنَ الْقَتْلِ وَاجِبٌ عَقْلًا وَ نَفْسًا
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ إِلَّا أَنْ تَشْكُوتُوا
مِنْهُمْ تُقَاتَ . وَمَعَ ذَلِكَ فَقَدْ كَانَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَشْكُوتُ آبَا بَكْرٍ فِي
كَثِيرٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ .

(لما فاضل شیعہ مصنف محمد رفیع شیعہ ص ۱۰۶)

مطبوعہ قاہرہ مصر

ترجمہ :-

اگر تو کہے حضرت امام (علی) علیہ السلام نے ابو بکر سے قطع تعلق کیوں نہ کیا باوجودیکہ
ابو بکر نے ان پر ظلم کیا ان کا حق غصب کیا، باوجود ازیں حضرت علی اپنی رائے
اور مشورہ سے اس کی مدد کرتے رہے اس طرح ابو بکر کے باطل کام کی تقویت
ہوتی رہی؟

میں جواب یہ دوں گا کہ حضرت علی نے یہ طریقہ کار بطور تقید اختیار کیا تاکہ اپنا
اور شیعوں کا خون بچا سکیں۔ کیونکہ اگر آپ ابو بکر سے ایک بار بھی قطع تعلق
کرتے تو انہیں ان کے شیعوں سمیت قتل کر دیا جاتا۔ اس لیے حضرت
علی نے اس طرح اپنے اور اپنے شیعوں کا خون ضائع ہونے سے بچالیا۔
اور جب اپنی جان کو قتل کا خوف ہو تو اپنا خون بچانا عقلاً بھی واجب
ہے۔ اور شرعاً بھی۔ اللہ فرماتا ہے۔ جب جان کا خطرہ ہو تو کفر یہ لفظ بولا

جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی علیہ السلام اکثر اوقات ابو بکر سے اپنے حق کا شکوہ کرتے رہتے تھے۔

ان بیانات گنگ حنائیوں سے متنبہ ہو کر اہل ہوشیاری بن جائیں

- ۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصول خلافت کی خاطر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے کی پشت پر بیٹھا کر بدر کی ہماجرین و انصاریہ کے دروازوں پر بطور سفارش پھرایا اس کے باوجود چار افراد کے سوا کسی نے حمایت نہ کی۔
- ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلواروں کے سایہ میں بیٹھے دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منت سماجت کی۔ کہ میرے بیٹے کو کچھ نہ کہنا۔ میں ان سے بیعت کر دے دیتا ہوں۔ لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مس کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں سی ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ جب ان کا گور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر ہوا۔ تو پکارا اٹھے۔ "وہ میرے بھائی! لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ اور میرے قتل کے ورپے ہیں۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی جان کے خوف سے ہمیشہ بادل خواستہ باطل کی تقویت کرتے رہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بہتر مشورے دیتے رہے بلکہ ایسا کرنا آپ پر واجب تھا۔
- ۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں بعض احکام شرعیہ نافذ نہ کر سکے۔ اس میں روکا روٹا یہ تھی۔ کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی خلافت کو خلافت علی کے لیے بنیاد سمجھتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین میں سے کسی ایک کے طریقہ کے مخالفت چلتے۔ تو لوگ یہ برواشت نہ کر سکتے۔ اس لیے جب نماز تراویح کو روکنا چاہا۔ جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع

فرمایا خدا تو اسے عماران کے خلافت ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ کو اسے بدلنی پڑی۔
۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کو کوئی کہے۔ تو اس کی بات مان
کر گالی دےنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں حضرت علی کے لیے زہرہؓ اور باتوں جنتی
اور سب دشمن کرنے والے کے لیے نجات ہے۔

تروید امر اول: طلب خلافت کیلئے حضرت علیؓ میں تھے کی تردید مثال اہل بیت کی روشنی میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حصول خلافت کے لیے تمام
ہماجرین و انصار کے دروازہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سے جا کر اپنا حق طلب کیا اس میں
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی توہین نہیں بلکہ سیدہ خاتون جنت کی اتہاد و جگہ ستاخی اور بے ادبی ہے۔
ہم کہہ چکے ہیں کہ خاتون جنت کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خاتون جنت نے
بوقت وصال یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے تاکہ کوئی
شخص مجھے گھسیٹنے میں پڑنا ہو ابھی نہ دیکھ سکے۔ لیکن ان مقام نہاد و مہمان اہل بیتؓ پر صدائے
کاہنوں نے خاتون جنت کو وہ مقام بھی نہ دیا جو ان کی اپنی بیٹیوں کو نصیب ہے۔ انہیں
اگر اپنی بیٹی یا بیوی کو کسی کے گھر پر سوالی بنا کر لے جانا پڑے۔ تو اسے اپنے لیے مار بھینس
گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیکہ اخترؓ جبر کرار کی بیوی اور سبھی توہین
کی دالہ کو ان ظالموں نے ہی گھر میں رکھ کر عداوت کے ذریعہ سوالی بنا کر درد بردہ چرایا۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو یہ کیسے گوارا ہو گا۔ کہ وہ دختر رسولؐ کو درد بردہ لیے پھریں۔ اور خلافت کی
بیکسائیں۔

ماشاء اللہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ گویا اس ایسے کھٹ
دائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک توہین کی گئی۔ اور سیدہ خاتون جنت کی عصمت و حریت
کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت بھی کی گئی۔ اور پھر یہ سب کچھ ”بیت اہل بیتؓ کا ٹھکانہ“

رچا کر کیا گیا۔ جن کی شجاعت و جوانمردی پر زمانہ گواہ نہیں وہ اسد اللہ الغالب، کا لقب لا۔ انہیں تم اس قدر گیا گزرا ثابت کرو۔ اور جن کی عصمت و طہارت اور شرم و حیا کا یہ عالم کہ چاند سورج نے جن کو نہ دیکھا۔ تم ان کے بارے میں دریدر پھرانے کے قصے گھڑو۔ یہ سب کچھ پڑھنے سننے کے بعد اس افسانہ تراشنے والے پر لعنت بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

تروید امر دوم: حضرت علیؑ بنزل تھے کی تردید آپ کے بہادری اقوال کی روشنی میں۔

حضرت شیر خدا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور کھینچ کر آپ کو مسجد میں لایا گیا۔ اور جب آپ روضہ پاک کے سامنے آئے۔ تو رو کر عرض کی کہ میں بے بس کرویا گیا۔ اور لوگ میرے قتل درپے ہیں۔ پھر ابو بکر صدیق کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ مٹ کر اس کے بیعت کا معاملہ ختم کرویا گیا۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد ہر شخص یہی سمجھے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس میں، بھی انتہائی طور پر گستاخی اور بے ادبی کی گئی۔ کیونکہ اپنا بیگانہ بھی جانتے ہیں کہ شجاعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاصہ تھا۔ اور باطل کے سامنے جھکنا انہیں آتا ہی نہ تھا۔ انہی کو یہ شان ہے۔

شاہ مرداں شیریں دواں قوت پروردگار
لافتی الاعلیٰ لایست الا ذوالنعتار

اسی شخصیت کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ انہیں گلے میں رسی ڈال کر پھیر بکریوں کی طرح کھینچا گیا۔ کہاں محبت ہے؟ اور اس تصور کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے کیا تعلق ہے؟ باقی رہا یہ کہ آپ نے بادل نخواستہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ورنہ دل نہ چاہتا تھا۔ یہ بھی گستاخی ہے۔ کیونکہ اس کی تردید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمادی ہے۔ آپ کے اپنے اقوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت علیؑ کے اپنے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں

قول اول:-

مناقب ابن شہر آشوب:-

وَاللّٰهُ كَوْنًا تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِ لِمَا وَلِيَتْ عَنْهَا وَكَوْنًا
اَمْكَنْتِ الْغُرَمُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعَتْ اِلَيْهَا۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۸۴)

فی المسابقة الشجاعة مطبوعہ قم

(۲۔ نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۴۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ

بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ:-

خدا کی قسم! اگر تمام عرب مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں کبھی پشت نہ
دکھاؤں گا۔ جب تک میرے لیے یہ ممکن رہا۔ کہ میں ان کی گزریں ماروں۔
اس وقت تک میں ان پر تابر توڑنے کے کڑے کروں گا۔

قول ثانی:-

نہج البلاغہ:-

لَقَدْ كُنْتُ وَمَا اَمَدْتُ بِالْحَرْبِ وَلَا اَرْهَبُ بِالضَّرْبِ وَانِي

لَعَلَّیٰ یَقِیْنُ مِیْنَ رَّحْمَتِیْ وَ غَیْرِ شِبْهَةِ مِیْنِ دِیْنِیْ۔

(نیج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲ ص ۴۲ مطبوعہ میرٹ پبلشرز)

ترجمہ:-

میدان حرب و ضرب میں قائم رہتا تو میرا ہی جھنڈا ہے۔ میں کبھی لڑائی کے نام سے ڈرایا نہیں جاسکتا۔ اور نہ کبھی ضرب نیزہ و شمشیر سے مجھے خوف دلایا جاسکتا ہے۔ (کسی شخص نے میدان جنگ میں خوف و بیم کی نسبت ہی میری طرف نہیں کی) میں اپنے پروردگار کی جانب یقین پر محکم و استوار ہوں۔ مجھے فتانی اللہ کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور وہ موت جس سے تم لوگ خوف کر رہے ہو۔ اور دوسروں کو بھی ڈرا رہے ہو۔ میرے پروردگار عالم نے اس موت کے خوف سے مجھے نجات عطا فرمائی ہے۔ میں تو اس سے مانوس ہوں۔ حیات ابدی کا شائق ہوں۔ مجھے اس سے فدا بھی خوف یا وحشت نہیں۔ اور مجھے اپنے دین اسلام میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے۔

قول ثالث:-

نیج البلاغہ:-

اَلدَّلِيلُ عِنْدِيْ عَزِيزٌ حَتّٰی اَخَذَ الْحَقُّ لَهٗ
وَالْقَوِيُّ عِنْدِيْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی اَخَذَ الْحَقُّ
مِنْهُ رَضِیْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَاءً ۚ وَ سَلَّمْنَا لِلّٰهِ
اَمْرًا ۚ اَتَرَانِیْ اَكْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اللّٰهُ لَا نَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ
فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلُ مَنْ كَذَبَ عَلَیْهِ فَتَنَرْتُ فِيْ

أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْإِمْثَاقُ فِي
عُنُقِي لِغَيْرِي - (منہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۷ ص ۸۱ مطبوعہ تبریز)
طبع جدید)

ترجمہ:-

ہر ایک ذیل میرے نزدیک عزیز ہے۔ مال و ملک میں اس کے غیر سے اس کا حق
لے لوں۔ اور ہر ایک قوی میرے نزدیک ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ مستحق کا حق
اس سے دلایا جائے۔ (ہر وہ شخص جو اپنی قوت غضبیہ کا پابند ہو کر کسی کا حق
چھین رہا ہے۔ میری عقل اور میری عدالت اُسے مقہور و منکوب کر سکتی ہے) ہم
ہم رضائے الہی کے پابند ہو کر اس کی قضا پر راضی ہیں۔ اور ہم نے اس کے
حکم کو بسر و چشم تسلیم کر لیا ہے۔ (اور ہم بدوں شائبہ شرک کے اس کے حکم کو
اسی سے مختص سمجھتے ہیں۔ اب پیغمبر کی ذات کے بعد جو ہم نے جہاد میں اور احقاق
حق میں تاخیر کی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ اغیار اس کے مستحق ہیں۔ اور ہمیں وہ حق نہیں
پہنچتا۔ بلکہ یہ رضا بقضائے الہی کا معاملہ تھا) کیا تو گمان کرتا ہے۔ کہ میں
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بات نہ دہا ہوں۔ کیا میں معاذ اللہ دروغ
کو ان کی طرف نسبت دے رہا ہوں۔ (وہ اپنے آپ کو ان کا خلیفہ و افعال
ثابت کرنا اور مطابق وحی خدا اپنے تفسیر خلافت کا اظہار رسول اللہ کا بارہا اس
کی تشریح کرنا یہ معاذ اللہ حضرت پر اتہام نہیں۔ اور میں ان پر جھوٹ نہیں بول
سکتا۔ کیونکہ) قسم خدا کی میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول کی تصدیق کی
ہے۔ اور اب میں کیونکر اس کی اول تکذیب کرنے والا ہو سکتا ہوں (اور
یہ اسی صبر و رضا کا پر تو ہے۔ کہ وفات رسول کے بعد) جب میں نے اپنے
امور پر نظر کی۔ تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرا خدا کی اطاعت کرنا اپنے لیے

بیعت لینے سے مقدم ہے۔ (یعنی اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا اپنے لیے بیعت لینے سے مقدم
ہے۔)

(نیز نگ مباحث ترجمہ نہج البلاغہ ص ۵
مطبوعہ روضی۔ دہلی)

قول رابع :- جوابیت کے وجود پر پناہی نہ مانگے میں اس سے لڑتا رہوں گا :-
نہج البلاغہ :-

الَا وَآخِیَ أَقَاتِلْ رَجُلَیْنِ رَجُلًا اِدْعٰی مَا لَیْسَ لَہٗ وَآخَرَ
مَنْعَ الَّذِیْ عَلَیْہِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲ ص ۲۲۸
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :-

خبردار! میں دو شخصوں سے ضرور لڑوں گا۔ ایک اس سے جو ایسی چیز کا دعویٰ
کرتا ہے۔ جو اس کی نہیں۔ دوسرا وہ جو اس چیز کو منع کرے۔ جو اس پر
واجب ہے۔

نوٹ :-

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان اقوال نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جو شخص آپ
کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ آپ کے گلے میں رستی ڈال کو بیعت کے لیے مجبور کیا گیا۔
وہ بہت بڑا کذاب ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی کسی چیز (خلافت) کا

اہل نہ ہوں اور اس کا دعویٰ کرے۔ تو میں اس کے خلاف ضرور لڑو گا۔ اگر میرے مقابلے میں پورا عرب بھی آجائے۔ تو ان کی گردنیں اتارنے میں دیر نہ کروں گا۔ جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت پر جنگ نہیں لڑی۔ اور جہاد نہیں کیا۔ تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اس لیے کی۔ کہ آپ انہیں خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ بلکہ اس بیعت کرنے کو بطور خوشی ذکر کر رہے ہیں۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا ہوا ہے۔ کہ میں آپ کے وصال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رستی ڈال کر بیعت کرنے کا قصہ ایک مظلومانہ فساد ہے۔ اور پھر اس قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول پر گریہ و زاری کرتے دکھانا اور اپنی بے بسی پر روتا ظاہر کرنا اور مظلومانہ انداز میں فریاد کرنا یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی مخافات اور یادہ گویاں ہیں۔ ان کے ذریعہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کما حقہ تعظیم و توقیر کی توفیق بخشنے امین۔

تردید امر سوم :- آپ نے حق نہ ظاہر کیا "آپ کی وصیت کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طہت اس امر کی نسبت کرنا کہ آپ اپنے دور خلافت میں بعض احکامات شرعیہ پر عمل نہ کر سکے یہ بھی آپ کی ذات پر بہت بڑا ہتھان اور اتہام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت اس امر کی صاف صاف تردید کرتی ہے۔

وصیت :-

نہج البلاغہ :-

أَوْصِيَكُمْ بِتَوَاتُي اللَّهِ وَالْأَتْبَعِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ

اَتَّبِعْتُمْ مَا وَلَا تَأْسَفَا عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا ذُوِيَ عَنْكُمْ مَا وَقُولَا
بِالْحَقِّ وَأَعْمَلَا لِلْآجِرِ وَكُونَا لِلظَّالِمِ خَصَمًا وَلِلْمَظْلُومِ
عَوْنًا أَوْصِيَكُمْ مَا وَجَمِعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ
بَلَّغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى اللَّهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ وَصَلَاحِ
ذَاتِ بَيْنِكُمْ۔

(نسخ البلاغہ جھوٹا سا از خطبہ نمبر ۴ ص ۲۲۱)

مطبوعہ بیروت

ترجمہ۔

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر جب ابن بلعم نے تلوار ماری۔ تو آپ
نے حسین کریمین کو کوا کر یہ وصیت فرمائی۔) میں تم دونوں کو خدا سے ڈرنے کی
وصیت کرتا ہوں۔ میری یہ وصیت ہے۔ کہ تم دنیا کو طلب نہ کرنا۔ اگرچہ وہ
تمہیں طلب کرے۔ تمہاری طرف مائل ہو۔ اور کبھی اسی چیز پر حسرت اور
افسوس ظاہر نہ کرو۔ جواز قسم مال دنیوی تم تک پہنچنے سے روک دی جائے
پس بھی باتوں پر زبان کھلے۔ اجر و ثواب کے واسطے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمنی
رہنا اور مظلوم کے مددگار میں تم دونوں کو (خصوصاً) اور تمام بیٹوں اور اہل و
عیال اور جس شخص کو بھی یہ نوشتہ ملے اس کو (علماً) وصیت کرتا ہوں۔ کہ تقویٰ
الہی اختیار کرو۔ اور اپنے امر و نہی کا اہتمام کرو۔

دیزنگ فصاحت ترجمہ نجی البلاغہ ص ۲۲

مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی

وحیت نمبر (۲)۔

نہج البلاغہ۔

وَاللّٰهُ اَللّٰهُ فِي الْقُرْآنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ
وَاللّٰهُ اَللّٰهُ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ وَاللّٰهُ
اَللّٰهُ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تَخْلُوهُ مَا بَشَيْتُمْ فَإِنَّهُ إِنْ
تُرِكَ لَمْ تَنَظَرُوا وَاللّٰهُ اَللّٰهُ فِي الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ
وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنْتِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَعَلَيْكُمْ
بِالتَّوَّاصِلِ وَالتَّبَادُلِ وَإِتَاكُمْ وَالتَّذَابُرِ وَ
التَّقَاطُعِ لَا تَتْرَكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالدُّعَا
عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُؤَلِّى عَلَيْكُمْ شَرًّا رَّكُمُ شَتْمُ
تَدْعُونَ فَلَا يَسْتَجَابُ لَكُمْ۔

(نہج البلاغہ چھوٹا سا نثر خطبہ ۲۷ ص ۲۲۲)

(مطبوعہ بیروت)

ترجمہ۔

رعایت قرآن کرنے میں خدا سے پہنچ کر دے۔ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ کہیں ایسا
نہ ہو۔ کہ تمہارا غیر اسی پر عمل کرنے میں سابق ہو جائے۔ دُرو خدا سے دُرو۔
خدا سے نماز کے بارے میں۔ کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔
دُرو خدا سے دُرو خدا سے اپنے بیت اللہ کی رعایت کرنے میں جب تک تم
زندہ ہو اسے خالی نہ چھوڑو۔ (برابر حج و عمرہ بجا لاؤ) اگر تم اسے ترک کر دو گے۔

تو عذاب خدا سے تمہیں ہلکت نہیں ملے گی۔ اپنے اموال اپنے نفوس اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو تم پر لازم ہے۔ کہ آپس میں مواصلت اور احسان کرتے رہو۔ ایک دوسرے کی طرف رُخ نہ کرنے اور قطع رحمی سے الگ رہو۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑو ورنہ تمہارے اثر اور بدکردار تم پر حاکم ہو جائیں گے پھر تم درگاہِ خدا میں دعا کرو گے مگر وہ قبول نہ کی جائے گی۔

ریننگ فصاحت ترجمہ نیچ البلاغہ ص ۲۳۸
مطبوعہ روئنی دہلی

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام کی وصیتیں اس امر کی وضاحت کر دیتی ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی ظالم کے ڈر سے کبھی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہیں چھوڑا۔ اور نہ ہی آپ کی زبان سے کبھی حق کے خلاف آواز نکلی۔ خود بھی اسی کے پابند تھے اور اپنے بعد حسین کو یمن اور دیگر اعزہ اقارب کو بھی اسی کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے انہیں بار بار وصیت فرمائی۔ کہ تمہاری زبان حق کے لیے کھلنی چاہیے۔ ظالم کی سرکوبی کرنا۔ مظلوم کی یاری و مدد کرنا۔ کسی سے نہ ڈرنا۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کسی حال میں بھی ترک نہ کرنا۔ بار بار خدا کا خوف یاد دلایا۔ اور یہاں تک فرما دیا۔ کہ اگر تم نسکی کا حکم اور بدی سے منع کرنا ترک کر دیا۔ تم پھر ایسے لوگوں کے ماتحت ہو جاؤ گے۔ جو نام و جابر ہوں گے۔ پھر تمہاری دعائیں بھی شرف قبولیت سے محروم ہو جائیں گی۔

جب خود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اوصاف اور تعلیمات کے حامل تھے۔ اور اپنے بعد اپنے اہل و عیال کو بھی ان کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ تو پھر ان کے بارے میں یہ

کہنا کہ مخالفوں سے ڈر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احکام الہی سے روگردانی کی۔ اور امر بالمعروف
و نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ کتنا بڑا بہتان ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا ہے :-

تروید امر چہارم :- حضرت علی کو گالی دینے کے جواز کی تروید احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کو منسوب کرنا۔ کہ جب تمہیں کوئی مجھے گالی
دینے کو کہے۔ تو اس کا کہنا مان لینا۔ کیونکہ مجھے گالی دینے سے میری زکوٰۃ اور تمہیں نجات
حاصل ہو جائے گی۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور دشمنی کی انتہا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

امالی شیخ صدوق :-

لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
سَبَّ عَيْبًا فَقَدْ سَبَّنِي وَ مَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
امالی شیخ صدوق مکتبہ حکمت قم ص ۶۰
مجلس الحادی و عشرون

ترجمہ :-

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔
کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا
اس نے اللہ عز و جل کو برا بھلا کہا۔

”مناقب ابن شہر آشوب“ کی ایک روایت۔

مناقب ابن شہر آشوب :-

مَرَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَفَرٍ كَيْسَبُونَ عَيْبًا فَقَالَ آيُّكُمْ

الشَّائِبُ اللَّهِ فَأَنْكَرُوا قَالَ فَأَيُّكُمْ الشَّابُّ لِرَسُولِ اللَّهِ
فَأَنْكَرُوا قَالَ شَأْيُكُمْ الشَّابُّ عَلِيًّا قَالُوا فَهَذَا نَعَمْ
فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ
سَبَّ اللَّهَ فَقَدْ كَفَرَ -

(مناقب ابن شہر آشوب مطبع علیہ قم ص ۲۲۱)
جلد سوم فی سیر علیہ السلام

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس کا چند لوگوں سے گزر ہوا۔ جو حضرت علی کو گالی دے
رہے تھے۔ ابن عباس نے ان سے پوچھا۔ تم میں سے کون اللہ کو گالی دے
رہا تھا۔ سب نے کہا۔ کوئی بھی نہیں۔ پوچھا۔ تم میں سے اللہ کے رسول کو
کون گالی دے رہا تھا۔؟ پھر سب نے انکار کر دیا۔ پوچھا۔ علی کو کون گالی
دے رہا تھا۔؟ کہنے لگے ہم۔ تو ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی
اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے اللہ کو گالی دی۔
پس میں نے کفر کیا۔ -

خلاصہ:-

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے
والا، اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے رہا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کو گالی دیتا
ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج۔ اب ان من گھڑت روایات کے موجد خود ہی بتائیں

کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسی اجازت دے سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی شخص کافر و مرتد ہو جائے؟ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ ان بیوقوفی روایات کو اگر مان لیا جائے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو کافر اور مرتد دھونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ جو لوگ اپنی بدعتیدگی کی وجہ سے اور اپنے ہی گھڑت عقیدہ و تقیہ کی شان بلند کرنے کے لیے اس قسم کی داہی تباہی بکتے ہیں۔ انہیں اپنی آخرت کی فکر بھی کرنی چاہیے۔ اور کسی وقت یہ بھی سوچنا چاہیے۔ کہ ہم جن باتوں کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کا انجام کیا ہوگا؟ اور ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا؟ یہ تو بات واضح ہے کہ ان فرسودہ اور من گھڑت روایات سے تمہارا دتقیہ، تو زندہ ہو جائے گا۔ اور تمہارا مذہب بھی منظر عام پر آ جائے گا۔ لیکن ایمان کے نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہ رہے گی۔ خدا عقل دے۔ اور ہدایت پاؤ۔

واللہ یمدنی من یشاء اللہ صراط مستقیم

فصل ششم

سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخیاں
گستاخی!۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت

الفاظ میں ڈانٹا

حق الیقین :-

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگزیدہ حضرت امیر انتظار معادوت اور
میکشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت خطا یہاں شجاعانہ
درشت با سیدہ او میا و نمود کہ مانند جنسین در رحم پرودہ نشینی شدہ
و مثل خائناں در غادہ گریختہ و بعد از آنکہ شجاعان دہرا بر خاک ہلاک
افگندی مغلوب این نامراداں گردیدہ۔

۱۔ حق الیقین ص ۱۲۷۔ احتجاج حضرت

زہرا بابا ابو بکر درام فک مطبوعہ تہران

۲۔ امالی طوسی جلد نمبر ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ

قسم مجلسی یوم جمعہ

پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر واپس آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی واپسی
کے منتظر تھے۔ جب گھر تشریف لائیں۔ تو مصلحت کے تحت حضرت علی

سید اوصیاء سے نہایت دلیرانہ گفتگو کی۔ کہ تم بچہ کی طرح شکم مادر میں پروہ نشین ہو گئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح بھاگ اُٹے۔ تم نے زمانہ کہ بہادریوں کو پچھاڑا لیکن ان نامرادوں سے بھاگ کھڑے ہو گئے۔

گستاخی!۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنگدستی کی وجہ سے آپ سے
نکاح ہونے پر سیدہ فاطمہ سخت روئیں

امالیہ الشیخ الصدوق :-

نَحَدَّثُ عَنْ بَحْدِیْثٍ فِی فَضَائِلِ عَلِیِّ بْنِ ابْنِ طَالِبٍ (ع) قَالَ
فَقُلْتُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كُنَّا قُعُودًا
عِنْدَ النَّبِيِّ (ص) إِذْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ (ع) تَبْكِي بُكَاءً شَدِيدًا
فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ (ص) مَا يُبْكِيكِ يَا فَاطِمَةُ قَالَتْ يَا
أَبِي عَمِيرَتِي نِسَاءُ قُرَيْشٍ وَقُلْنِ إِنَّ أَبَاكَ زَوْجَكَ
مِنْ مَعْدُومٍ لَا مَالَ لَهُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ (ص) لَا
تُبْكِينَ فَوَاللَّهِ مَا زَوْجُكَ حَتَّى زَوْجَكَ اللَّهُ مِنْ
فَوْقِ عَرْشِهِ وَ أَشْهَدُ بِذَلِكَ جَبْرِیلَ وَمِیْكَائِلَ
وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِطْلَعَ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا فَاخْتَارَ
مِنَ الْخَلَائِقِ أَبَاكَ فَبَعَثَهُ نَبِيًّا ثُمَّ إِطْلَعَ
ثَانِيًا فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلَائِقِ عَلِيًّا

فَزَوَّجَكَ اَيَّاهُ۔

(۱) دالامالی والمجلس للشيخ الصدوق ص ۲۶۲

مجلس سابع وستون

(۲) ارشاد القلوب جلد ۲ - ص ۳۱ مقصد الثانی

السابع علی مطبوعہ بیروت

ترجمہ :-

راوی کہتا ہے۔ کہ میرا داد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روتی ہوئی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا وجہ ہوئی۔ عرض کی۔ قریشی عورتوں نے طعنہ دیا ہے۔ کہ تجھے تیرے باپ نے ایسے شخص سے بیاہ دیا ہے۔ جو تنگ دست اور غریب ہے۔ حضور نے سُن کر فرمایا مت رو۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اس وقت کی۔ جب عرش کے اوپر اللہ نے تیری شادی

کر دی۔ اور جبریل و میکائیل اس کے گواہ بنے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف دیکھا۔ تو اس میں سے تیرے والد کو پسند فرما کر انہیں بنی بنا کر مبعوث کیا۔ پھر دوسری مرتبہ دیکھا۔ تو ان میں حضرت علی کو پسند فرما کر تیری شادی اُن سے کر دی۔

گستاخی :-

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کی نکاحیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔

جلال العیون :-

در کشف الغمہ از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است۔ کہ روزی

حضرت فاطمہ علیہا السلام شکایت کرواں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کہ ہرچہ بہم
میرساند میان فقر اور مساکین قسمت میکند حضرت فرمود کہ اسے فاطمہ می خدای
کہ مرا بخشم آوری در باب برادر و پسر علم بدرستی کہ بخشم او بخشم فرست و بخشم من خداست
پس حضرت فاطمہ فرمود کہ پناہ می برم بخدا از غضب خدا و رسول۔

(جلد العیون جلد اول ص ۹۴ از زندگانی فاطمہ زہرا
علیہا السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ سے مد کشف الغمہ میں روایت ہے۔ کہ ایک دن حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں حضرت علی کی شکایت کی۔ کہ انہیں
جو کچھ ملتا ہے۔ وہ فقر اور مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ فاطمہ! مجھے غصہ میں لانا چاہتی ہو۔ وہ میرا بھائی اور چچا زاد ہے۔
اس کو ناراض کرنا مجھے نلامی کرنا ہے۔ اور میری ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ تو
حضرت فاطمہ نے کہا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ
چاہتی ہوں۔

گستاخی نہ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علیؑ کے ساتھ اپنے
نکاح کے بارے میں ناخوش تھیں

فروع کافی:-

عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ لَكَثَارَ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ دَخَلَ
عَلَيْهَا وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ لَهَا مَا يُبْكِيكِ فَوَاللَّهِ
لَوْ كَانَ فِي أَهْلِي خَيْرٌ مِنْهُ مَا زَوَّجْتُكِ وَمَا أَنَا
أَزْ وَجْهَ لَكِنَّ اللَّهَ زَوَّجَكَ وَأَصْدَقَ عَنْكَ
الْخُسُوسَ مَا دَاخَلَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ

(افزودہ کافی جلد دوم ص ۱۵۷ مطبوعہ نوکشتور)

طبع قدیم طبع جدید جلد ۵ ص ۲۷۸ کتاب النکاح

مطبوعہ تہران باب ما تزوج علیہ امیر المؤمنین

فاطمہ علیہا السلام

ترجمہ:-

یعقوب بن شعیب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت فاطمہ اور حضرت علی کا رشتہ کر دیا۔ تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
کے پاس گئے۔ اس وقت وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں رو رہی
ہو؟ اللہ کی قسم اگر میرے خاندان میں علی سے کوئی بہتر ہوتا۔ تو میں تیرا
نکاح علی سے نہ کرتا۔ میں نے تو اس لیے تیرا نکاح نہیں کیا۔ بلکہ
یہ نکاح اللہ نے کیا ہے۔ اور خمس کو تیرا مہر مقرر کیا۔ جب تک آسمان و
زمین قائم ہیں۔

گستاخی نہ
سیدہ فاطمہؑ نے ایک غیور مرد کا گریبان پکڑ کر

کھینچا اور انہیں برا بھلا کہا

اصول کافی بر

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا
أَنَّ كَانَ مِنْ أَمْرِ هِرْمَا كَانَ أَخَذَتْ بِتَلَا بِنِيبِ
عُمَرَ فَجَذَبَتْهُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ أَمَا وَاللَّهِ يَا
ابْنَ الْخَطَّابِ لَوْ لَا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُصِيبَ الْبَلَاءُ
مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ عَلِمْتُ أَنِّي سَأُقْسِمُ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ
أَجِدُهُ سَرِيعَ الْجَابَةِ

(اصول کافی جلد اول ص ۲۹۱ مطبوعہ نوکشم)

طبع قدیم

کتاب الحجۃ باب مولد فاطمہؑ مطبوعہ تہران
طبع جدید جلد اول ص ۴۶

ترجمہ

امام باقرؑ اور امام صادقؑ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی طرف سے جو
ہوا سو ہوا تو جناب فاطمہؑ نے حضرت عمرؓ کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا خدا کی قسم!
اے ابن خطاب! اگر مجھے بے گناہ (نیر خوار) کا مصیبت میں پڑنا نہ روکتا۔

کو توجان لیتا۔ کہ میں اللہ کو قسم دے دیتی۔ اور وہ بہت جلد اسے قبول فرمالتا۔

گستاخی ۵:-

سیدہ نے حضرت علی کو دامن سے پکڑا۔ اور ان کے

ہاتھوں پر مارا

الامالی والمجالس للشیخ الصدوق:-

قَالَتْ فَطِيمَةُ اَنَا جَائِعَةٌ وَابْنَايَ جَائِعَانِ وَلَا أَشْكُ
إِلَّا وَآتَكَ مِثْلُنَا فِي الْجُرْعِ لَمْ يَكُنْ لَنَا مِنْهُ دِرْهَمٌ
وَأَخَذْتُ بِطَرْفِ ثَوْبِ عَلِيٍّ (ع) فَقَالَ عَلِيُّ يَا
فَاطِمَةُ خَلِيَّتِي فَقَالَتْ لَا وَاللَّهِ أَوْ يَحْكُمُ بَيْنِي وَ
بَيْنَكَ ابْنِي فَهَيْطَ جَبْرِئِيلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ اللَّهُ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ اقْرَأْ
عَلِيًّا مِثْلِي السَّلَامَ وَقَدْ لَنَا فِطْمَةُ لَيْسَ لَكَ أَنْ تَضْرِبَ
عَلَى يَدَيْهِ وَلَا تَكْزِمِي بِثَوْبِهِ فَلَمَّا آتَى رَسُولُ اللَّهِ
(ص) مَنَزِلَ عَلِيٍّ (ع) وَجَدَ فَاطِمَةَ مُلَازِمَةً لِعَلِيٍّ
فَقَالَ لَهَا يَا بِنْتِ مَا لَكَ مُلَازِمَةً لِعَلِيٍّ قَالَتْ يَا
أَبَ بَاعَ الْحَائِطَ الَّذِي غَرَسْتَهُ لِي بِأَشْيِ عَشَرَ
أَلْفَ دِرْهَمٍ لَمْ يَحْبِسْ لَنَا مِنْهُ دِرْهَمًا كَشَرْتِي

بِهِ طَعَامًا فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ إِنَّ جِبْرَائِيلَ يَقْرَأُ مِنِّي
 تِلْكَ السَّلَامَةَ وَيَقُولُ احْشَرَا عَلِيًّا مَن رَّبِّهِ السَّلَامَ
 وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ لَكَ كَيْسَ لَكَ أَنْ تَضُرِّيَ عَلِيَّ
 بِيَدَيْهِ وَلَا تَلْزَمَنِي بِثَوْبِيهِ۔

- (۱)۔ الامامی والمجالس المشیخ الصدوق ص ۲۸۱
 مجلس حادی و سبعون مطبوعہ ایران قم طبع جدید
 (۲)۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۵۸ نور تفسوی
 مطبوعہ تبریز طبع جدید چار جلدوں میں)

ترجمہ:-

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ حضرت علی کو دیا۔ انہوں نے سلیمان فارسی
 کی وکالت سے وہ بارہ ہزار درہم میں بیچ کر سدی رقم مساکین کو تقسیم کر دی
 جب گھر آئے۔) ریتہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے
 بھوکے ہیں۔ اور تم بھی بھوکے ہی ہو۔ ان درہم میں سے ایک بھی درہم
 ہمارے لیے نہیں تھا؟ پھر حضرت علی کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت علی کہنے لگے۔
 فاطمہ چھوڑ دو۔ جواب دیا۔ نہیں جب تک خدا کی قسم میرے اور تمہارے
 درمیان میرے والد فیصلہ نہ کریں۔ جبرائیل آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور کہا کہ اللہ نے حضرت علی کو سلام پہنچانے کا
 آپ کو حکم دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ میری طرف سے فاطمہ کو کہہ دینا کہ
 مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ حضرت علی کا کپڑا پکڑے۔ اور اس کے ہاتھوں پر
 مارے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے گھر تشریف لائے۔
 تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کپڑا پکڑ رکھا ہے

فرمایا بیٹی۔ علی کے دامن کو کیوں پکڑے ہوئے ہو؟ کہا۔ ابا جان! آپ نے جو باغ انہیں دیا تھا۔ وہ انہوں نے بارہ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ لیکن ہمارے لیے ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔ تاکہ ہم اس سے کچھ کھانا خرید لیتے۔ حضور نے فرمایا۔ بیٹی! جبرائیل نے مجھے اللہ کا سلام پہنچایا اور یہ پیغام خدا دیا کہ علی کو سلام کہہ دینا۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ تجھے کہوں کہ تیرے لیے مناسب نہیں۔ کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے۔ اور ان کے کپڑے نہ چھوڑے۔

گستاخی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک جائز اور مشروع کام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غضب ناک ہو کر میکے چلی گئیں۔

جَلَاءُ الْعَيُّونِ

در علل الشرائع و بشارۃ المصطفیٰ و مناقب البندۃ مائے مستبر از البطلان عباس روایت کردہ اند کہ چوں جنر طیار رضی اللہ عنہ در حبشہ بود برائے اور کنیز کی بہدیر فرستادند۔ و قیمت او چہار ہزار درہم بود۔ چوں حضور مدینہ آمد۔ آل کنیزک را برائے بر اور خود امیر المومنین علیہ السلام بہدیر فرستاد۔ و آل کنیزک خدمت آنحضرت را میگرد۔ روزی حضرت فاطمہ علیہا السلام شجاوندہ آمد و دید کہ سر حضرت امیر المومنین علیہ السلام در دامن آل کنیزک است۔ چوں آنجا رفت را ملاحظہ نمود۔ متغیر گردید۔ پرسید آیا کادے کردی با او؟ حضرت امیر فرمودند کہ نہ بخدا سوگند نہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کاری نکردم الحال

آپ نے میٹھا ہی بگو تا بجا آورم فرمود کہ میٹھا ہم کہ مراد نصرت دہی بخانہ پد رم روم حضرت
فرمود کہ نصرت دادم پس فاطمہ چادر بر سر کرد و برقع افکند و متوجہ خانہ پد بزرگوار خود
گردید پیش از آن کہ فاطمہ بخدمت حضرت برسد۔ جبریل از جانب خداوند
حلیل براو نازل شد گفت خدا تعالیٰ ترا سلام میرساند و میفرماید کہ اینک فاطمہ
نزد تو می آید برائے شکایت علی از او در باب علی چیز می قبول مکن۔

(۱۔ جلاء العیون جلد اول ص ۶۹ از ندگانی

فاطمہ الزہرا طبع جدید۔ تہران)

(۲۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۹۷ نور تفسوی

مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ۔

کتاب علی الشرائع و البشارة مصطفیٰ و غواذی میں حضرت ابن عباس اور ابوذر
سے روایت ہے۔ کہ جب جعفر طیار حبشہ میں تھے۔ تو ان کے لیے ایک
لوٹری ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ جب جعفر
مدینہ آئے۔ تو وہی بطور ہدیہ حضرت علی کو دے دی۔ اس نے حضرت علی
کی خدمت کی۔ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر آئیں۔ تو دیکھا۔ کہ
حضرت علی کا سر اس لوٹری کے دامن میں رکھا ہوا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر غصہ
آیا۔ پوچھا کیا کچھ کام بھی کیا ہے؟ حضرت علی نے کہا۔ اے پیغمبر خدا کی بیٹی۔
خدا کی قسم کچھ نہیں کیا۔ اب تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔ کہو۔ کہا مجھے اجازت دیں
کہ میں اپنے والد بزرگوار کے گھر جاؤں۔ حضرت علی نے اجازت دے دی۔
حضرت فاطمہ نے چادر کا پردہ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر روانہ ہوئیں
ان کے پہنچنے سے پہلے جبریل آئے۔ اور اللہ کا سلام دیا۔ اور کہا۔ کہ

ابھی فاطمہ آپ کے پاس پہنچنا ہی چاہتی ہے۔ اور علی کی شکایت کرے گی۔
اس کا کوئی بات نہ قبول کرنا۔
گستاخی نہ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بادلِ خواستہ امام حسین

کو حنا۔ (معاذ اللہ)

جلال العیون :-

پس حضرت رسالت اکبر صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ را خبر داد بولادت حسین و
شہید شدن او پس حاملہ شد با و با کراہت پس حضرت فرمود کہ ہرگز دیدہ کسی را
کہ بشارت دہند اور ایہ لہری و حاملہ شود با و با کراہت یعنی او مغموم شد و کراہت
داشت از او بسبب شنیدن قتل او و وقت وضع حمل نیز کراہت داشت

(۱۔ جلال العیون جلد اول ص ۴۳۵ ولادت

سعادت آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم

ص ۵۰ فصل فی معجزات مطبوعہ قم طبع جدید

بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ :-

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو امام حسین کی پیدائش اور ان کی
شہادت کی خبر دی۔ پھر وہ ان کے ساتھ بادلِ خواستہ حاملہ ہوئیں
حضرت نے فرمایا۔ کیا کبھی کسی کو تو نے دیکھا ہے۔ کہ اسے بچہ ہونے

کی خوشخبری دی جائے۔ اور وہ اس سے باکراہت عاقل ہو یعنی اس کے قتل ہونے کی وجہ سے مغموم ہو۔ اور ایسے بچے کے بننے کو اچھا نہ سمجھتی ہو۔ اور منع حمل کے وقت بھی آپ ناخوش تھیں۔

گستاخی ۹۔

سیدہ کی شب زفات کو ستر ہزار فرشتوں نے

تکبیر کہی

جلال العیون:-

چوں شب زفات شد جبرئیل و میکائیل و اسرافیل با ہفتاد ہزار ملک بزر
آمدند و لدل را برائے فاطمہ آوردند و جبرئیل بجا مآثر را گرفت و اسرافیل رکاب
را گرفت و میکائیل ایستادہ بود و پہلوئے دل و حضرت رسول جاہلے
اور دست میکرویس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ تکبیر گفتند و سنت جاری
شد و تکبیر گفتن در زفات تا روز قیامت۔

(جلال العیون جلد اول ص ۱۹۳ شرح شب زفات

و شمار ہشتی مطبوعہ تہران۔ جدید)

ترجمہ:-

جب شب زفات آئی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں کے
زمین پر آئے۔ اور دل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام
اسکے پکڑی۔ اور اسرافیل نے رکاب تھامی۔ اور میکائیل پہلوئے دل میں

تھے۔ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاہلانے فاطمہ دست مبارک سے
تھامے ہوئے تھے۔ پس جبریل و میکائیل و اسرافیل و جیسع ملائکہ نے تکبیر کہی
اور تکبیر کہنا سنت شب زفاف ہوا۔

(جلد العیون ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۲۵ مطبوعہ

شیعہ جنرل بک ایبھی)

گستاخی مثلاً۔

شب زفاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور

فاطمہ کو اپنے آنے سے پہلے مخصوص کام کرنے سے

منع کر دیا

جلد العیون ۱۔

ایضاً بسند حسن از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ غیرتے
در حلال رونمست۔ بعد از آنکہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم علی و
فاطمہ علیہما السلام در شب زفاف گفت کہ کاری کہتہ تامن نزد شما بیلیم۔
(جلد العیون جلد اول ص ۹۴۔ تہران جدید

زندگی فاطمہ زہرا علیہا السلام)

ترجمہ۔

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے کہ حلال چیز بیان
کرنے میں غیرت نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے شبِ ذقاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں زندوں کا مہم نہ کرنا۔

(جلاد العیون اردو ص ۲۵۱)

فدکوردن گستاخیوں سے اکٹھا امور ثابت ہوئے

۱۔ باغِ فدک کا مطالبہ نہ کرنے پر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی کو ماں کے پیٹ میں بچہ کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور ذلیل بھی کہید۔

۲۔ سیدہ اپنے نکاح ہونے پر حضرت علی کی تنگدستی پر روئیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس نکاح سے راضی نہ تھیں۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باغ دیا تھا۔ اسے بیچ کر حب اس کی قیمت حضرت علی نے فقراء اور مساکین پر خرچ کر ڈالی۔ تو سیدہ نے اس بات پر حضرت علی کے دامن کو نوچا۔ اور زرد کو ب بھی کیا۔ یہاں تک کہ جبریل نے اللہ کے حکم سے سیدہ فاطمہ کے ہاتھوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑا یا۔

۴۔ خاتونِ جنت نے حضرت عمر کو گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اور انہیں برا بھلا کہا۔ اہم غیر مرد کے ساتھ باہم یوں دست گریبان ہوئیں۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا۔ تو سیدہ ناراض ہو گئیں۔ اور یہاں تک پوچھ لیا۔ کہ کیا تم نے اس سے جماع تو نہیں کر لیا۔؟

حضرت علی نے قسیمہ اس کی تردید کر دی۔ لیکن اس کے باوجود سیدہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اور ناراضگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں۔ ان کے آنے سے پہلے جبریل نے آکر سیدہ کی زیادتی کا ذکر کیا۔ اور خدا کا پیغام دیا۔ کہ سیدہ کی کوئی

بات نہ مانی جائے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ کو ایسے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ جو نہید ہو گا۔ تو ایسے بیٹے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اس کی ولادت کے وقت سیدہ نے کراہت اور ناخوشی کا اظہار کیا۔

۷۔ سیدہ کے ساتھ جس رات حضرت علیؑ نے ہم بستر ہونا تھا۔ اس وقت ستر ہزار فرشتے آئے۔ اور تکبیر کہی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے کپڑے اٹھائے۔ لہذا ثابت ہوا زفات کو تاقیامت تکبیر کہنا سنت ہے۔

۸۔ ہم بستری کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو کام شروع کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے۔

ان امور کے مختصر جوابات . عظمتِ خاتونِ جنت کی دوشنی میں

ماظہری کرام آپ جانتے ہیں۔ کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو ”بتول“ کہا گیا اور یہ لقب شیعہ سنی سب کے ہاں متفق علیہ ہے۔ ”بتول“ کا معنی لغت عربی کی معروف کتاب ”المعجم“ میں یہ لکھا ہے۔

۱۔ بتول بیل سے ہے جس کا معنی ہے۔ دنیا سے کٹ کر خدا کی طرف مائل ہونا۔

۲۔ بے مثل بخشش کرنا۔

۳۔ غیر شرابی شدہ (کنوارا) ہونا۔ سیدہ فاطمہؑ الزہراء رضی اللہ عنہا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ تیسرا معنی تو ان کے متعلق نہیں ہو سکتا۔ البتہ پہلے دونوں معانی کے اعتبار سے لفظ ”بتول“ سیدہ کے شایانِ شان بھی ہے۔ اور سیدہ

واقعی اس کے معنی کی عملی تفسیر بھی تھیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ لقب آپ کو بوجہ سخاوت

غریب و فقرا پروری کی بنا پر دیا گیا ہے۔ یعنی آپ کو مالِ دنیا سے قطعاً لگاؤ نہ تھا۔

اگر کچھ پاس ہوتا۔ تو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پر محتاج کی ضرورت کو ترجیح دیتیں۔ کئی کئی دن فاقہ ہوا۔ لیکن شکایت نہیں کی۔ مختصر یہ کہ یہ گھر اناسنی اور ایشیا پسند تھا۔ جس کے ثبوت کے لیے ایک نہیں بیسیوں واقعات تاریخ کے اوراق کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ تھا ان مقدس شخصیات کی تصویر کا حقیقی رُخ ہے اپنے بیگانے بھی مانتے اور جانتے ہیں۔ اس کا دوسرا رُخ وہ جو در شیخ صدوق اور صاحب جلال العیون،، نے پیش کیا۔ یعنی سیدہ کا حضرت علی کی تنگدستی پر فریاد کرنا، حضرت علی نے فقر ارمساکین کی امداد کی۔ تو سیدہ نے ان کو زود کو بک کیا، اور ان کی ایسی سخاوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ اس رُخ کو پڑھیے۔ دیکھیے۔ تو آپ خود فیصد کر لیں گے۔ کہ شیخ صدوق اس بارے میں ”صدوق“،، نہیں ہے۔ بلکہ شیخ صدوق ہے۔ اور ”جلال العیون“ کی عبارت ”ضیاع العیون“ ہے۔ اور ان عبارات میں صداقت نام تک نہیں۔ بلکہ تمام کی تمام سراسر جھوٹ، کذب، افتراء، بہتان اور الزامات کا پلندہ ہیں۔ جو اللہ نے ان شیعہ لوگوں کی تقدیر میں رکھے ہوئے ہیں۔ سورج پر تھوکنے سے وہ تو گندا نہیں ہو سکتا۔ اٹا تھوک تھوکنے والے کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ کچھ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ سیدہ کی اعلیٰ وارفع ذات پر کیسے پڑا اچھا لانا اور توہین آمیز قصبات سے ان کی سخاوت، ایشیا اور غرباء پروری پر نشتر مارنا اور اصل اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنا اور اپنے رہتے بہتے ایمان کو مہرچ کرنا ہی ہے۔ اُن کا نہ کوئی آج تک کچھ بگاڑ سکا۔ اور نہ ان کی شان ایسے گھٹیا دقیانوسی واقعات سے گھٹ سکتی ہے۔

یہی وہ سیدہ فاطمہ بنت جنت ہیں۔ کہ جن کے چہرہ اقدس اور جسم اطہر کو چاند سورج نہ دیکھ سکے۔ یہی وہ مقدسہ ہیں۔ جنہیں بمطابق وصیت رات کے اندھیرے میں پاکی کے اندر رکھ کر قبرستان لے جایا گیا۔ شرم و حیا کی جھبیکر کہ جبرئیل بھی بلا اجازت گھر داخل نہ ہو سکیں یہ وقار و عزت کہ ان کی آمد پر صاحب لولاک کھڑے ہو کر خوش آمدید کہیں۔ یہی اعلیٰ شخصیت ہیں جن کا عقد عرش علی پر اللہ خود پڑھے۔ ایسی شرم و حیا و عفت و عزت کی پیکر شخصیت کو

یوں دکھانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر کھینچ رہی ہوں۔ اور اپنے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قسم کو حرف مہمل کی طرح بے کار سمجھیں۔

کیا اسی کا نام ”محبت اہل بیت“ ہے۔ محبت تمہیں یہی سبق سکھاتی ہے۔ کہ جس سیدہ محبت کا دعویٰ کرو۔ اُسے غیر محرموں سے الجھتا گریبان پکڑ کر کھینچنا ثابت کرو۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس سے بڑھ کر ان حضرات مقدسہ کے متعلق شب زفات کے جو واقعات گزرے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتاؤ۔ کیا کوئی غیرت مند جوڑا شب زفات کو اسی قسم کی خرافات کا متحمل ہو سکتا ہے۔ فرشتوں کو چھوڑو۔ وہ نظر نہیں آتے لیکن باپ اور سر کی موجودگی میں یہ رسم ادا کرنا کس شریعت کی سنت ہے۔ کیا تم سب ایسی ہی سنت ادا کرتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

بے حیا باشش ہر چہ خواہی کن

امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اور پھر شہادت کی خبر کے بعد حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا ایسے فرزند کو مدت حمل میں ناپسند کرنا پھر ان کے پیدا ہونے کو کڑوا سمجھنا کیا یہ ایک ایسی ماں کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ جو خود جنت کی سردار اور نیکی کا مرقع تھی۔ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہی فوراً نہیں بلکہ والدہ کے انتقال کے بعد جام شہادت نوش کرے گا تو اس کا غم کھانا کیا معنی؟

ہاں اگر خبر یہ ہوتی۔ کہ اللہ تمہیں ایک بچہ دے گا۔ اور تمہیں اس کی خوشیاں دیکھنا نصیب نہ ہوں گی۔ تو شاید متقاضی بشریت سیدہ کچھ طول ہوتیں۔ جو بظاہر ان کے متعلق کہنا سہیے اور بی ہے۔ لیکن بچہ ہوتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ ماں پالتی پورستی ہے۔ اور اپنی عمر طبعی پوری کر کے دار فانی کو چھوڑ جاتی ہے۔ وہ بچہ خود بچوں والا بن جاتا ہے۔ اگر شہید نہ ہوتا تب بھی دنیا چھوڑنا تھی۔ تو پھر دنیا کو چھوڑا شہادت کا جام نوش فرما کر جس

کے ذریعہ اس کے مقام پر انبیاء و رسل کریں۔ اور تم ثابت کر دو کہ اس کی شہادت نوش کرنے پر
 ماں نے برا منایا۔ گویا تمہارے کہنے کے مطابق اگر امام حسین شہید نہ ہوتے۔ تو خاتونِ جنت
 خوش ہو کر ایامِ حمل میں انہیں اٹھائے رکھتیں اور خوشیوں کے ساتھ ان کو تولد دیتیں۔ یہ کیسی
 والدہ بتا رہے ہو۔ اور پھر اس طرح کہہ کر تم ان کی کوئی خدمت بجا لا رہے ہو۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے پاکیاں
 لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت



فصل ہفتم

امام حسن رضی اللہ عنہ سے گستاخیاں

گستاخی عابد

شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا اور کافر کہا۔



سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت ہے۔ کہ جی کے پاس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑی اچھی خبر کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ ”کشف الغم“ میں منقول ہے۔
وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ صَعِدَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ الْمُسْلِمِينَ عَظِيمَتَيْنِ رَوَّجَمَهُ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک امام حسنؑ آگئے۔ آپ نے انہیں سینے سے لگایا۔ اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی اسی وقت پوری ہوئی۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہو کر جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایسے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے خلافت و حکومت کی باگ ڈور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دو مسلم جماعتوں کے درمیان جنگ توڑ لی گئی۔

مگر شیعوں نے امام حسن کی زندگی اجیرن کر دی۔ چنانچہ آپ کی فائزہ پر شیعوں نے سب سے زیادہ ظلم و حسد کیا کہ خدا کا پناہ۔ اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو باہم جنگ سے بچا دیا تھا۔

حضرت امام حسن کو شیعوں کے زخمی کرنے، مال چھیننے،

کافر و مشرک اور مذلل المؤمنین و مسود الوجہ کہنے پر کتب

شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں

حوالہ نمبر (۱) :-

جلال العیون :-

پس مردم را جمع کرد و حمد و ثنائی الہی بجا آورد و فرمود اما بعد بدستیکہ من امید دارم بحمد خدا و نعمت او کہ خیر خدا ترین خلق باشم از برائے خلق او کہینہ از یہی مسلمانان در دل ندارم و ارادہ بدی نسبت کسی بنماط نمی گزارم جمیعیت مسلمانان را از پرگتہ کی ایشان بہتر میدانم و آنچه صلاح شما و آراں میدانم نیکوتر است از آنچه خود و مصلحت خود را و آراں میدانید پس مخالف ام من مکنید۔ و راوی کہ من بآئینہ شما اختیار کنم بزن او مکنید۔ کہ حق تعالی ما و شما را بیا مرز و ہدایت نماید

بہرچہ محبت و خوشنودی اوست۔ چوں اُن منافقانِ ای سخناں را از حضرت شنیدند۔ یکدیگر نظر کردند۔ گفتند از سخنانِ او معلوم میشود کہ میخواہد یا معاویہ صلح کند۔ و خلافت را با او واگزار و۔ پس ہمہ برخاستند۔ گفتند او ہم مثل پدرش کافر شد۔ بخیمہ آنحضرت بمستند۔ و اسباب حضرت را غارت کردند حتی مصلاتی حضرت را از زیر پایش کشیدند و ردائی مبارکش را از دوشش ربودند۔ پس اسب خود را طلبید و سوار شد اہل بیت آنحضرت با قلیلی از شیعیان دور آنحضرت را گرفتند۔ چوں بسا باطمان رسید ملعونی از قبیلہ بنی اسد کہ اورا جراحین سائی می گفتند بحام اسب آنحضرت را گرفت۔ خنجر بران مبارکش زد کہ تا استخوان شکافت و بروایت دیگر بہ ہلوی مبارکش زد و گفت کافر شدی چنانچہ پید تو کافر شد۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۳۹۔ تہران)

ترجمہ:-

لوگوں کو جمع کیا۔ اللہ کی حمد و ثنا بجالائے، اور بعد میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے صدقے چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ کسی مسلمان کے غلات میں دل میں کینہ نہیں رکھتا۔ کسی کے ساتھ برائی کا خیال تک مجھے نہیں آتا۔ مسلمانوں کے اتحاد کو ان کے انتشار سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم اپنے لیے جس بات کو درست سمجھتے ہو۔ میں تمہارے لیے اس سے بہتر جانتا ہوں۔ لہذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔ اور جو اسطرح تمہارے لیے پسند کروں۔ اُسے رو نہ کرو۔ حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں معاف کرے گا۔ اور اپنی خوشنودی اور محبت کی راہ دکھلائے گا۔ جب منافقین نے امام حسن کی یہ گفتگو سنی۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور کہنے لگے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ معاویہ سے صلح کر رہے ہیں۔ اور خلافت اُسے پر دکر رہے ہیں۔

سب منافق اسٹھے۔ اور کہنے لگے۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا ہے
 امام حسن کے خیمہ کی طرف پکے۔ ان کے سامان کو لوٹا۔ حتیٰ کہ جائے نماز ان کے
 نیچے سے کھینچ لی۔ اور کندھوں سے چادر مبارک اتار لی۔ حضرت نے گھوڑا
 منگوا یا۔ سوار ہوئے۔ اور تھوڑے سے ساتھیوں کے گھیرے میں اپنے
 اہل بیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ”ساباط مدائن“ پہنچے۔ تو نبی اسد
 کے ایک ملعون جراح بن نان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ آپ
 کی ران مبارک پر خنجر سے ایک وار کیا۔ کہ ہڈی تک پہنچ گئی۔ دوسری
 روایت کے مطابق آپ کے پہلو پر خنجر مارا۔ اور کہنے لگا۔ اپنے باپ کی
 طرح تم بھی کافر ہو گئے ہو۔

حوالہ نمبر ۲:-

کشف الغمہ:-

اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَا رَجُوْا اَنْ اَكُوْنَ قَدْ اَصْبَحْتُ
 بِحَمْدِ اللّٰهِ وَمِیْنِهِ وَاَنَا اَنْصَحُ خَلْقَ اللّٰهِ لِخَلْقِهِ
 وَمَا اَصْبَحْتُ مُتَحَنِّنًا عَلٰی اَمْرِ مُّسْلِمٍ
 ضَعِیْفَةٍ وَلَا مُرِیْدًا لِّهٖ بِسُوْءٍ وَلَا غَابِلًا
 وَاِنَّ مَا تَكْرَهُوْنَ فِی الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ لَّكُمْ
 مِمَّا تُحِبُّوْنَ فِی الْفُرْقَةِ وَاِنِّیْ نَاظِرٌ لَّكُمْ خَيْرًا
 مِنْ تَنْظِرِكُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَلَا تُخَالِفُوْا اَمْرِیْ وَلَا
 تَرَدُّوْا عَلٰی رَاٰی غَفَرَ اللّٰهُ لِیْ وَلَكُمْ وَاَرْشَدَنِیْ
 وَاِیَّاكُمْ لِمَا فِیْهِ الْمَحِیْتَةُ وَالتَّرَضَاءُ

قَالَ فَنَظَرَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَفَالُوا
 مَا تَرَوْنَهُ يُرِيدُ بِمَا قَالَ قَالُوا نَظَنُّ أَنَّهُ
 يُرِيدُ أَنْ يَصَالِحَ مُعَاوِيَةَ وَيُسَلِّمَ الْأَمْرَ
 إِلَيْهِ فَقَالُوا كَفَرُوا بِاللَّهِ الرَّجُلُ وَشَدُّوا
 عَلَى قُضَايَاهُ فَأَنْتَهَبُوهُ حَتَّى آخِذُوا مَصْلَاهُ
 مِنْ تَحْتِهِ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ
 لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعَالٍ
 الْأَزْدِيُّ فَتَزَعَّ مُطْرِفُهُ عَنْ عَائِقَتِهِ فَبَقِيَ
 جَالِسًا مُتَقَلِّدَهُ الشَّيْثَ بِفَيْرٍ رَدَّ إِلَيْهِ ثُمَّ
 دَعَا بِفَرَسِهِ فَزَكَّيَهُ وَآخَذَ بِهِ طَوَائِفُ
 مِنْ خَا صَّتِهِ وَشِيعَتِهِ وَمَنْعُوا مِنْهُ مَنْ
 أَرَادَهُ وَدَعَا رِيبَعَةً وَهَمْدَانَ فَأَطَاعُوا
 بِهِ وَمَنْعُوهُ فَسَارَ وَمَعَهُ شَرِبُكٌ مِنْ غَيْرِهِمْ
 فَلَمَّا مَرَّ فِي مَظْلِمٍ سَابَأَ بِطِيبِ دَرِّ إِلَيْهِ رَجُلٌ
 مِنْ بَنِي أَسَدٍ اسْمُهُ الْجَرَّاحُ بْنُ سِنَانٍ
 وَآخَذَ بِلِجَامِ فَرَسِهِ وَبِيَدِهِ مَقْسُولٌ
 قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْرَكَتَ يَا حَسَنُ
 كَمَا أَشْرَكَ أَبُوكَ مِنْ قَبْلُ
 وَطَعَنَهُ فِي فَخِذِهِ فَشَقَّه حَتَّى
 بَلَغَ الْعِظْمَ فَتَاَعَتْنَقَهُ الْحَسَنُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَذَا جَمِيعًا

إِلَى الْأَرْضِ -

۱ (کشف الغمہ فی معرفۃ الاثر جلد اول ص ۵۲۹)

مطبوعہ تبریز طبع جدید

۲ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۲)

مطبوعہ قم فی صلحہ علیہ السلام

مع معاویہ

ترجمہ:-

اما بعد! خدا کی قسم! میں امید کرتا ہوں۔ کہ میں صبح کروں اللہ کی حمد و احسان کے ساتھ۔ اور اللہ کی مخلوق کی بہتری میرے پیش نظر ہو۔ اور کسی مسلمان کے ساتھ کینہ پروری کے ساتھ میری صبح نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی کی برائی اور دھوکہ میرے پیش نظر ہو۔ اتفاق کہ جس کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔ وہ اس انتشار و افراق سے بہتر ہے۔ جو تم بہتر سمجھے بیٹھے ہو۔ میں خود تم سے تمہارے لیے بہتر سوچتا ہوں۔ لہذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے رو نہ کرو۔ اللہ تمہیں اور مجھے بخشے۔ اور اپنی رضا و محبت کی طرف راہنمائی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنا کر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا۔ جو کچھ امام نے کہا۔ تم اس سے کس نتیجہ پر پہنچے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اور خلافت انہیں سونپنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم! اس نے کفر کیا۔ یہ کہہ کر آپ کے خیمہ پر چلا اور ہوئے۔ اور آپ کے سامان کو لوٹنے کے بعد آپ کے نیچے سے مصلی بھی کھینچ لیا۔ پھر ایک شخص در عبد الرحمن بن عبد اللہ بن جعال ازری، نے آپ کے کندھے سے چادر اتار لی۔ آپ برہنہ تن تلوار پہنے ہوئے رہ گئے۔

پھر امام نے گھوڑا منگوا یا۔ سوار ہوئے۔ اور اپنے چند خادم اور ساتھیوں کے گھیرے میں روانہ ہوئے۔ وہ آپ کو حفاظت میں لیے ہوئے جا رہے تھے۔ امام نے دربار میں اور ہمدان، کو طلب کیا۔ یہ بھی امام کے ارد گرد اگر دشمنوں کے لیے ڈھال بن گئے۔ ان چند لوگوں کے علاوہ کچھ اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھے جب یہ چھوٹا سا قافلہ دو سابات، کے سایوں میں پہنچا۔ تو بنی اسد کے ایک آدمی جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا کہنے لگا۔ اللہ اکبر! اسے حسن! تم بھی اپنے باپ کی طرح شرک میں گرفتار ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کی ران میں نیزہ مارا۔ جس کا گھاؤ ڈھی تک پہنچ گیا۔ امام حسن نے ایک آدمی کا سہارا لیا۔ اور دونوں زمین پر گر گئے۔

حوالہ نمبر ۳۔

الاخبار الطوال:-

فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى سَابَا طَرَأَ مِنْ أَصْحَابِهِ
فَشَلَّ وَتَوَاضَعَتْ عَنِ الْحَرْبِ فَتَزَلَّ سَابَا ط
وَقَامَ فِيهِمْ حَطِيبًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُمَا
النَّاسُ إِنِّي قَدْ أَصْبَحْتُ غَيْرَ مُتَحَدِّدٍ عَلَى
مُسْلِمٍ ضَعِيفَةٍ وَإِنِّي نَاطِرٌ لَكُمْ كَنَظِيرٍ
لِنَفْسِي وَأَدَى رَأْيًا فَلَا تَرُدُّوْا عَلَيَّ رَأْيَ
إِنَّ الدِّمَى تَكْرَهُونَ مِنَ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنَّمَا
تُحِبُّونَ مِنَ الْفُرْقَةِ وَأَرَى أَكْثَرَكُمْ قَدْ نَكَلَ
عَنِ الْحَرْبِ وَفَشَلَ عَنِ الْقِتَالِ وَلَسْتُ أَدَى

أَنْ أَحْمِلَكُمْ عَلَى مَا تَكْرَهُونَ فَلَمَّا سَمِعَ
 أَصْحَابُهُ ذَلِكَ نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ
 فَقَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِثْمَنٌ يُرَى رَأَى
 الْخَوَارِجَ رَكَفَرَ الْحَسَنُ كَمَا كَفَرَ أَبُوهُ
 مِنْ قَبْلِهِ) فَشَدَّ عَلَيْهِ نَفْرٌ مِنْهُمْ
 فَانْتَزَعُوا مُصَدَّاهُ مِنْ تَحْتِهِ وَانْتَهَبُوا ثِيَابَهُ
 حَتَّى انْتَزَعُوا مُطْرِفَةَ عَنْ عَائِقَةٍ قَدَعَا بِفَرَسِهِ
 فَرَكَبَهَا وَنَادَى (ابْنَ رَبِيعَةَ وَهَذَا) فَتَبَادَرُوا
 إِلَيْهِ وَرَفَعُوا عَنْهُ الْقَوْمَ .

۱) الاخبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داؤد

الدینوری شعیبی ص ۲۱۶ - ۲۱۷ مطبوعہ بیروت

تذکرہ حجت جیوش معاویہ

۲) مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۳

مطبوعہ قم فی سلمہ مع معاویہ

ترجمہ۔

پس جب آپ سا باطرس پہنچے۔ تو اپنے ساتھیوں کو جنگ سے کابل اور سست
 پایا۔ وہاں آپ نے خطبہ دیا اور کہا۔ لوگو! میں اس حال میں صبح کرتا ہوں۔ کہ کسی
 مسلمان کے خلاف میرے دل میں کینہ نہیں ہوتا۔ اور میں تمہارے متعلق اسی طرح
 بے کی بات سوچتا ہوں۔ جس طرح خود اپنے لیے۔ اور میری رائے کو مت
 ٹھکراتا۔ تم اتفاق کو انتشار و تفرقہ سے برا سمجھتے ہو۔ اور تمہاری اکثریت جہاد سے
 گریزاں اور بزدل ہے۔ میں تمہیں اس بات کو ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ جس کو تم

پسند نہیں کرتے۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ کلمات سنے۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔ تو ان میں سے ایک خارجی نے کہا۔ حسن نے ویسے ہی کفر کیا۔ جس طرح اس کے باپ نے کفر کیا تھا۔ پھر کیا تھا۔ ایک جماعت امام حسن پر ٹوٹ پڑی ان کے نیچے سے مصل بھی کھینچ لیا۔ اور کپڑے پھینک دیے۔ یہاں تک کہ کنہوں سے چادر اتار لی۔ آپ نے گھوڑا منگوا لیا۔ سوار ہو کر ربیعہ اور ہمدان کو آواز دی وہ دوڑے ہوئے آپ کی طرف آئے۔ اور مخالفین کو بھیچے دھکیلا۔

حوالہ نمبر ۴۔

مناقب آل ابی طالب ۱۔

وَرَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَكُنَّا سِجِّي
عَلَيْكُمْ بِنَفْسِي ثَلَاثٌ قَتَلْتُمْ آبِيَّ وَطَعْتُمْ إِيَّائِي
وَأَنْتَهَا بِكُمْ مَتَاعِي -

مناقب آل ابی طالب ابی شہر آشوب
جلد چہارم ص ۳۲ قم خیابان

ترجمہ۔

امام حسن نے عراقیوں سے کہا۔ اے عراقیو! (شیعو! میں نے تم پر تین قربانیاں
کیں۔ تمہارا میرے والد کو قتل کرنا۔ اور مجھے نیزہ مارنا اور میرا سامان لوٹنا۔
یعنی میں نے ان میں سے کسی کا بدلہ نہیں لیا۔)

شیعوں نے امام حسن کو مذل المومنین یعنی مومنوں کو ذلیل
کرنے والا کہا۔

حوالہ نمبر ۵۔

مناقب آل ابی طالب :-

قَالَ مَا ذُنُ الرَّاسِيَّ إِنَّهُ لَتَعَا صَالِحَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَ عَزَلَ
وَقِيلَ لَهُ يَا مَذِلُّ الْمُؤْمِنِينَ وَمُسَوِّدَ الْوُجُوهِ فَقَالَ
لَا تَعْدِلُونَنِي فَإِنَّ فِيهَا مَصْلِحَةً -

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب

جلد چہارم ص ۳۷)

ترجمہ

ماذن راہی کہتا ہے۔ جب امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ آپ کو
لامت کی گئی۔ اور کہا گیا۔ اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے اور ان کے منہ
کالے کرنے والے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے لامت نہ کرو۔ کیونکہ اس میں،
مصلحت ہے۔ (یعنی صلح میں بہتری ہے)

حوالہ نمبر ۶۔

رجال کشی :-

روى عن علي بن الحسن الطويل عن علي بن النعمان

عن عبد الله بن مسكان عن ابي حمزة عن ابي جعفر عليه السلام قال جاء رجل من اصحاب الحسن عليه السلام فقال له سفيان بن ابي ليلى وهو على راحلة له فدخل على الحسن عليه السلام وهو مختبئ في فناء داره فقال له السلام عليك يا مذل المؤمنين فقال له الحسن عليه السلام انزل ولا تعجل فترل فعقل راحلته في الدار وقبل يمشي حتى انتهى اليه فقال فقال له الحسن عليه السلام ما قلت؟ قال قلت السلام عليك يا مذل المؤمنين -

(در بیان شی ص ۱۳۳ مطبوعہ کربلا تذکرہ سفیان

بن ابی لیلى الحمدانی)

ترجمہ:-

(بمذت اسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن کے ساتھیوں میں ایک شخص سفیان بن ابی لیلى اوٹھنی پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اس وقت امام اپنے گھر کو گھوم رہے تھے، بوسے تھے۔ اگر کہنے لگائے مومنوں کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام۔ اسے امام حسن نے نیچے اترنے کو کہا۔ اور فرمایا جلد بازی نہ کرو۔ اس نے سواری کو باندھ دیا۔ اور آپ کے پاس چل کر آگیا۔ تو آپ نے اسے پوچھا۔ تر نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ کہنے لگا میں نے یہ کہا تھا۔ السلام علیکم! اسے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔



حوالہ نمبر:-

اجتہاد طبرسی:-

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ لِي طُعِنَ الْحَسَنُ
بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدَائِنِ أَتَيْتُهُ وَهُوَ مُتَوَجِّعٌ
فَقُلْتُ مَا تَرَى يَا بْنَ رَسُولِ اللَّهِ فَإِنَّ النَّاسَ
مُتَحَيِّرُونَ؛ فَقَالَ أَرَى وَاللَّهِ إِنْ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ
لِي مِنْ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَكْتَهَمُوا لِي شَيْعَةً ابْتَغَوْا
قَتْلِي وَانْتَهَبُوا ثَقْلِي وَاخْذُوا مَالِي وَاللَّهِ لَنْ أَخْذُ
مِنْ مُعَاوِيَةَ عَهْدًا حَسَنَ بِهِ دِينِي وَأَوْ مِنْ يَدِهِ فِي
أَهْلِي خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَقْتُلُونَنِي فَتَضَيِّعَ أَهْلُ بَيْتِي
وَأَهْلِي وَاللَّهِ لَوْ قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ لَأَخْذُوا بِعُنُقِي
حَتَّى يَدْفَعُونِي إِلَيْهِ سَلَمًا. وَاللَّهِ لَنْ أَسْأَلِيَهُ وَأَنَا
عَزِيزٌ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَقْتُلَنِي وَأَنَا أَسِيرٌ أَوْ يَمْنُ عَلَيَّ
فَيَكُونُ سُنَّةً عَلَى بَنِي هَاشِمٍ أَخِرَ الدَّهْرِ وَلِمُعَاوِيَةَ
لَا يَزَالُ يَمْنُ بِهَا وَعَقِبُهُ عَلَى الْحَيِّ مِثَا وَالْمَيِّتِ

(۱- اجتہاد طبرسی جلد دوم منہاج اجتہاد الحسن علیہ السلام)

علی من انکر علیہ مصالحتہ معاویہ علیہ نبی شریعہ علیہ

(۲- جلال العیون جلد اول ص ۱۲۲ از زندگان امام مجتبیٰ علیہ السلام)

تہران طبع جدید:-

ترجمہ:-

زید بن وہب جی کہتا ہے۔ کہ مقام مدائن میں جب حضرت امام حسن کو زیرے سے زخمی کیا گیا۔ تو میں ان کے پاس آیا۔ ابھی انہیں درو تھا۔ میں نے پوچھا۔ اے رسول کے نواسے! آپ کی اب کیا رائے ہے؟ لوگ سخت حیرانی میں ہیں۔ فرمایا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں سے میرے حق میں معاویہ بہتر ہے۔ یہ اپنے آپ کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ میرا سامان لوٹا۔ میرا مال لے لیا۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ سے صلح کا عہد کر لوں۔ تو میرا خون محفوظ اور میں اس کی وجہ سے اپنے گھر والوں میں امن سے ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور گھر بار تباہ و برباد کر دیں۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ کے مقابل میں لڑوں۔ تو لوگ مجھے گروں سے پکڑ کر صبح سالم اس کے پاس لے جائیں گے۔ خدا کی قسم! اگر میں عزت و آبرو سے ان کے ساتھ صلح کر لیتا ہوں۔ تو یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قید کی بنا کر قتل کر دے۔ یا احسان کے جان بخشی کر دے۔ تو یہ بعد میں بنی ہاشم کے لیے آخر زمانہ تک ایک طریقہ بن جائے گا۔ اور معاویہ ہمیشہ کے لیے اس کا احسان قبول فرما رہا ہے گا۔ اور اس کی اولاد ہماری زندگیوں پر احسان کرتی رہے گی۔

حوالہ نمبر ۸:-

اجتناب طبری:-

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَتِيقِي قَالَ لَتَعَاصِلَ الْحَسَنُ
بْنَ عَرِيٍّ بِنِ ابْنِ طَالِبٍ مُّعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ
دَخَلَ عَلَيْهِ النَّاسُ نِلَامَةً بَعْضُهُمْ عَلَى

بَيْعَتِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ يُحْكُمُ مَا
تَذَرُونَ مَا عَلِمْتُ وَ اللَّهُ الَّذِي عَمِلْتُ
لِشَيْعَتِي خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ
أَوْ غَرَبَتْ إِلَّا تَعْلَمُونَ آتَى إِمَامَكُمْ وَمُفْتَرِضُ
الطَّاعَةِ عَلَيْكُمْ وَ أَحَدُ سَيِّدَتِي شُبَّانِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ يَنْقُصُ مِنْ رَّسُولِ اللَّهِ عَلَيَّ

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف
طبع جدید)

ترجمہ:-

ابی سعید عقیقی کہتا ہے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے صلح
کی۔ آپ کے پاس لوگ آئے۔ اور بعض نے بیعت کرنے پر ملامت کی۔
امام نے فرمایا۔ افسوس تم پر! تم کیا جانو میں نے کیا کیا؟ خدا کی قسم! میں نے
جو کچھ اپنے ساتھیوں کے لیے کیا۔ وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے۔ جس پر
سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ میں تمہارا امام
ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت فرض کی گئی ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کے دو نوجوانوں میں سے
ایک ہوں۔

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔ شیعوں نے آپ کی ران یا پہلو کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا۔
- ۲۔ شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا تمام مال لوٹ لیا۔
- ۳۔ انہوں نے امام موصوف کے نیچے سے مصلیٰ رجاے نماز تک کھینچ لیا۔
- ۴۔ شیعوں نے آپ کو اور آپ کے والد کو (معاذ اللہ) کافر اور مشرک کہا۔
- ۵۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اتفاق و اتحاد پسند ہے۔ اور تمہیں انتشار و تفرقہ عزیز۔

- ۶۔ آپ نے قسمیہ فرمایا۔ کہ ان شیعوں سے میرے اور میرے خاندان کے حق میں امیر معاویہ بہتر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے قتل کرنے کی ٹھانی۔ مال و متاع لوٹا۔ زخمی کر دیا۔ اور امیر معاویہ سے صلح کرنے میں میری جان اور گھر بار کی حفاظت ہو گئی۔ لہذا میں ان شیعوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اعتبار کرنے پر یہ مجھے پکڑ کر قتل کروادیں۔

- ۷۔ امام حسن نے عراقی (شیعوں) لوگوں کو فرمایا۔ میں نے تین چیزوں سے تم پر احسان کیا۔ (۱) تم نے میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو میں نے قصاص کا مطالبہ نہ کیا۔ (۲) تم نے مجھے نیزہ مار کر گہرا زخم پہنچایا۔ میں نے اس کا بدلہ نہ لیا۔ (۳) تم نے میرا ساز و سامان لوٹ لیا۔ میں نے تمہارا ان طلب نہ کیا۔

۸۔ شیعوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ”یا مذل المؤمنین“ کہا۔ (اسے مومنوں کو ذلیل و رسوا کرنے والے)

۹۔ آپ کو ”یا مسود الوجوہ“ بھی کہا۔ (اسے لوگوں کے منہ کالے کرنے والے)

۱۰۔ شیعوں نے آپ کو ملامت کی۔

مذکورہ امور پر مختصر تبصرہ :-

شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے۔ اور دعوائے بھی کہ ائمہ اہل بیت کے ارشادات واجب الاتباع ہیں۔ اور ان کے فرامین، نصوحی قطعیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم نے گذشتہ اوراق میں جو حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ وہ سب ان کی کتب سے نقل کیے ہیں۔ اور ان میں امام ثنائی سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبات کے ضمن میں آپ کے ارشادات مذکور ہوئے اب ہم ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ جس طرح ائمہ اہل بیت کے ارشادات کا انشا تم پر لازم ہے۔ اسی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو بھی مانیں۔ کہ شیعہ میرے قتل کرنے کے درپے تھے۔ انہوں نے مجھے زخمی کیا میرا مال و متاع لوٹا۔ اور مجھے گالیاں دیں۔ کیا آپ کو ان باتوں کا امام موصوف کے کہنے پر یقین ہے۔ اگر ہے۔ تو پھر بات ہکا صاف ہو گئی۔ کہ ”شیعیان حسن“ ہکا صاف ”دشمنان حسن“ تھے۔ اور اگر انکار کریں۔ تو تہہ دار وہ عقیدہ کہ مر گیا۔ کہ ائمہ معصومین کی باتوں کی اتباع اور انہیں ماننا، واجب ہے۔

ان واقعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ ”ظالم شیعیان حسن“ انتہائی درجہ باک اور منافق تھے۔

امام بار بار انہیں اپنی حیثیت کا تعارف کر رہے ہیں۔ کہ تم پر میری اطاعت بوجہ امام معصوم ہونے کے واجب ہے۔ میں تو جو انسان جنت کے سرداروں میں

سے ایک ہوں۔ اس وقت پوری دنیا میں جیسے اور میرے بھائی کے سوا کوئی دوسرا نواسہ رسول نہیں۔ لہذا میں جس سے صلح کروں۔ تمہیں بھی صلح کر لینا چاہیے۔ اور جس بات کا کہوں۔ اُسے رو نہیں کرنا چاہیے۔

احتجاج طبرسی :-

”آيَهَا النَّاسُ أَتُكْمَلُوا التَّمَسُّتُمْ فِيمَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَمْ تَجِدُوا رَجُلًا مِّنْ وَلَدِ النَّبِيِّ غَيْرِي وَغَيْرِ أَخِي“
(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ نجف شریف)
طبع جدید

ترجمہ :-
لوگو! اگر مشرق و مغرب سچاں ڈالو۔ تو میرے اور میرے بھائی کے بغیر نہیں
اولاد نبی میں سے کوئی نہ ملے گا۔

کشف الغمہ :-

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ صَعِدَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ
إِنَّ ابْنِي هَذَا أَسِيدُكَ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّمَهُ أَنْ يَصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَظِيمَتَيْنِ
(کشف الغمہ جلد اول ص ۵۴۴ مطبوعہ تبریز)

طبع جدید

ترجمہ :- ابوبکر سے روایت ہے کہ ہمیں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

خلیفہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک امام حسن اُسے تو آپ نے امام کو سینہ سے لگالیا۔ اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ سے میری صلح۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہذا تمہیں اس معاملہ میں میری مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ میں ہر صورت میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا واجب اور اطاعت ہونا بھی بتایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا بھی ذکر فرمایا۔ لیکن مجال ہے۔ کہ دران محبت و عقیدت اہلبیت کے ٹھیکداروں نے کسی بات کو قبول کیا ہو۔ اور اپنی ہٹ دھرمی جھوٹری ہو۔ امام نے جب ہر طرح انہیں لا جواب کر دیا۔ تو ان بد نصیبوں نے اہل بیت سے ان صراط دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے۔ امام موصوت کو ”مذل المؤمنین“ اور ”مسود الوجہ“ کے قبیح القابات دیئے۔ اور انہیں اور ان کے والد گرامی کو مشرک اور کافر کہہ کر اپنی دشمنی کی فضا کو ہموار کیا۔ اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں۔ کہ محبت اہل بیت اور ایمان حقیقی کا یہی تقاضا تھا، جو ان کے سلوک سے ظاہر ہوا؟

ان حالات و واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ”دشیمان حسن“ سے بڑھ کر امام حسن کا کوئی دشمن نہ تھا۔ اور ان سے زیادہ کوئی گتخ نہ تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۲:

شیعوں کا ایک عجیب اور ناقابل سماعت مذاق کو امام حسن
کی طرف منسوب کرنا

جلد العیون:-

ایضاً روایت کردہ است کہ روز سے حضرت امام حسن علیہ السلام در مجلس
معاویہ بود مردان بآں حضرت گفت کہ موئے شارب تو زود سپید
شدہ است۔ حضرت فرمود کہ سببش آنست وہاں مابنی ہاشم خوشبو،
میباشد و زنان مادہاں مامیے بر سندان نفس ایشان موئی شارب ماسفید
میشود و وہاں شمایہ امیرچول بدبو است زنان شمایہ از گند وہاں شمایہ احرار می کنند
وہاں خود را بر پہلوئے روئے شمایہ گذارند باین سبب عذار شمایہ زود سپید
می شود پس مردان گفت کہ در شمایہ ہاشم خلعت بدی است کہ شہوت جماع
بسیار دارد حضرت فرمود کہ از زنان ہر دوا شستہ اند و مردان مامادہ اند
و از مردان شمایہ شستہ اند بر زنان شمایہ شستہ باین سبب از عہد زن
بنی امیہ بر تنی آید مگر مرد ہاشمی۔

(۱)۔ جلد العیون جلد اول ص ۱۰۰ مطبوعہ تہران طبع جدید

۳۹۵ھ سبب صلح آنحضرت بروایت امام باقر (ع)

(۲)۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد چہارم

ص ۲۳ مطبوعہ قم خیابان طبع جدید فی سیادتہ علیہ السلام

ترجمہ:-

ایضاً روایت کی گئی ہے ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ مجلس معاویہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سبب اس کا یہ ہے۔ کہ ہم بنی ہاشم کا وہی خوشبودار ہوتا ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ برے خوش استشام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال تیار سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دامن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دھنوں سے احتراز کرتی ہیں اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب سے تمہارے رخسار بہت زیادہ سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا۔ تم بنی ہاشم میں ایک خصلت بدیہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسن نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی اور مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں بکھری گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ زن امویہ سوائے مرد ہاشمی کے دوسرے سے سیراب نہیں ہوتی۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۲ مطبوعہ

حمایت اہل بیت وقف رحبہ ٹولاہور)

گستاخی عتبہ:-

جلاء العیون:-

ابن شہر آشوب از طریق مخالفان روایت کردہ است کہ فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام

بایزید پلید نشہ بود خرمای خوردند یزید گفت یا حسن من ترا دشمن می دارم حضرت
فرمود کہ راست میگوئی شیطان با پدرت شریک شدہ در وقت جماع ادرت
آب شیطان با پدر پلیدت ضم شدہ است تو از آن دو سنگ بہم رسیدہ
باین سبب دشمن من گردیدہ و شیطان با حرب ضم شدہ در وقتی کہ با مادر ابوسفیان جماع
میکرد باین سبب ابوسفیان دشمن جدی بود پدر تو نیز باین سبب دشمن پدر من بود
ہر کہ عداوت ما اہل بیت دارد البتہ فرزند زنا است یا شریک شیطان است
چنانچہ حق تعالی در قرآن می فرماید کہ و نسا د کہہ فی الاموال
والاولاد۔

در جلاء العیون جلد اول ص ۴۰۹ مطبوعہ تہران
طبع جدید۔ سبب صلح آنحضرت بروایت
امام باقر۔

ترجمہ:-

ابن شہر آشوب نے بطریق مخالفین روایت کی ہے۔ ایک روز امام حسن زید
پلید کے ساتھ بیٹھے خرمے نوش فرار ہے تھے یزید نے کہا۔ اے حسن
میں تم کو دشمن رکھتا ہوں۔ امام حسن نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے۔ جب تیرے
باپ نے تیری مال کے ساتھ مجامعت کی شیطان اس وقت
تیرے باپ کا شریک تھا۔ اور شریک ہوا لطفہ شیطان تیرے باپ کے
لطفہ کے ساتھ اکتودو کتول کے لطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے
میرا دشمن ہے۔ اور شیطان حرب کا شریک تھا۔ جس وقت اس نے مادر
ابوسفیان سے مقاربت کی اسی وجہ سے ابوسفیان میرے نانا کا دشمن
تھا۔ اور شیطان حرب کا شریک تھا۔ اور تیرا باپ بھی اسی وجہ سے

میرے باپ کا دشمن تھا۔ اور جو ہم اہل بیت کا دشمن ہے۔ وہ بے شک
فرزندِ زنا ہے یا شیطان اس کے لطفہ میں شریک ہے۔ جس طرح خدا
قرآن میں فرماتا ہے۔ وشارکھ فی الاموال والا اولاد۔

(جلاء العیون اردو جداول ص ۲۲۳)

مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف

(رجسٹرڈ لاہور)

مذکورہ دو عبارتوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت

ہوئے

۱۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا۔ کہ تم (اموی) مردوں کی شہوت
منتقل ہو کر تمہاری عورتوں میں چلی گئی۔ اور ہماری عورتوں کی شہوت منتقل ہو
کر ہم مردوں میں آگئی۔ اسی لیے اموی عورت کی تسلی ہاشمی سے ہی ہو سکتی ہے۔
(اور ہاشمی عورت اموی مرد کے ساتھ بخوبی گزارہ کر سکتی ہے۔) (نعود
بאלلہ من ہذا الخرافات)

۲۔ امام حسن نے اپنی مونچھوں کے جلد سفید ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ کہ
ہمارے منہ سے خوشبو آنے کی وجہ سے ہماری عورتیں اپنا منہ ہمارے منہ
پر رکھ کر لطف اندوز ہوتی ہیں۔ اور ان کی سانس کی گرم ہوا سے ہماری مونچھوں
کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ اور اموی مردوں کے منہ سے بدبو آنے کی
وجہ سے ان کی عورتیں اپنا منہ ان کے رخساروں پر رکھتی ہیں۔ لہذا امویوں کے
رخساروں کے بال پہلے سفید ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ)

۲۔ یزید کے ساتھ کھجوریں کھانے کے دوران امام حسن نے یزید کی اہل بیت سے دشمنی کا سبب یہ بیان کیا۔ کہ تمہاری والدہ کے ساتھ بوقت جماع تمہارے باپ کے ساتھ شیطان شریک ہو گیا تھا۔ اس لیے ان دو کتوں کے نطفے سے تم پیدا ہوئے۔ اسی طرح ابوسفیان کے ساتھ بھی بوقت جماع شیطان شریک ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے درمیان دشمنی ہوئی۔ گویا دشمن اہل بیت والد الزنا ہوتا ہے۔

کیا امام حسن رضی اللہ عنہ کی گفتگو ایک بازاری لفٹے کی گفتگو جیسی ہو سکتی ہے؟

ہر شرم و حیاء والا مذکورہ عبارات کو پڑھ کر شرم کے مارے سر نہیں اٹھا سکتا کیونکہ اخلاق و مروت سے گری ہوئی ایسی گفتگو تو بازاری آدمی بھی کرنے سے کتر آتا ہے۔ اور سننا گوارہ نہیں کرتا۔ چہ جائے کہ شرم و حیاء کی بیکر تو اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی گندی گفتگو فرمائیں۔ ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ۔ امام حسن کی شخصیت وہ عظیم شخصیت تھی۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائی۔ یعنی دنیا کی نمود و نمائش کو چھوڑ کر خلق خدا کے بھلے اور فائدے کی بات کی۔ اور ایسی بروہاری اور ہمت خوش اخلاقی سے پیدا ہوتی ہے۔ تو جس نواسیہ رسول کی یہ شان ہو۔ وہ چھوٹی موٹی باتوں سے غضبناک ہو کر ایسی بے ہودہ گفتگو

گفتگو کر سکتا ہے۔؟

خود امام موصوف کا قول ہے۔ ”رفت و شان اگر ملتی ہے تو ایقان جمیل اللہ ترک قبیح سے،“ یعنی اچھے اخلاق کے ذریعہ آدمی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔
اپنے ہی فرمایا ”سید وہ ہے جو گالی سن کر جواب نہ دے۔“

دکشت الغمہ جلد اول ص ۵۶۹ مطبوعہ تبریز

فی کلامہ وسوا عظمہ علیہ السلام

ابھی چند طور پہلے اپنے دیکھا کہ شیعوں نے آپ کو ”یا مذل المؤمنین“ و ”مسود الوجوه“، کہا۔ لیکن آپ نے اس کا اسی رنگ میں کوئی جواب نہ دیا۔
اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت سامنے رکھ کر مذکورہ روایات کو دیکھیں۔
تو آپ یقیناً کہنے میں باک محسوس نہیں کیوں گے۔ کہ یہ سب کچھ ان گندے لوگوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

بفرض محال اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام حسن نے واقعی یزید کو دو کتوں کی اولاد کہا۔ تو اس کے مفاسد صرف یزید تک نہیں بلکہ امام حسن و حسین اور اہل بیت تک پہنچیں گے۔ جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ گوشتہ اوراق میں بحوالہ رجال کشی ص ۱۳۱ ہم نقل کر چکے ہیں۔ کہ حسنین نے اپنی رضامندی سے امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اور ”مقتل ابی مخنف ص ۵۷“ میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ کی طرف سے امام حسن کو سالانہ دو لاکھ دینار وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اور اپنے پڑھانے۔ کربزید اور امام حسن اکٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔

جو دلہ گ اور دلہ الزنا (معاذ اللہ) ہو۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا، اس سے دو لاکھ دینار وظیفہ قبول کرنا، اور پھر خلامی کے بیٹے حرامی کے ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھانا کہاں کی عبادت۔ اور کہاں کا تقویٰ ہے؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ان من گھڑت روایات سے شیعہ لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ عالیہ پر شدید حملہ کیا۔ اور انہیں نہایت

گھٹیا بازی آدمی ثابت کرتے کی ناپاک حسارت کی۔ اس لیے ثابت ہوا۔ کہ شیعہ کتب کے مطابق شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت خیانت کی۔ "جلاء العیون"، کی عبارت ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:-

بدستیکہ خدا خیانت کنندگان را دوست نمیدارد و او با تو خیانت کرد سائر
شیوعان نیز چنین سخنان بآں حضرت عرض کردند۔

جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول

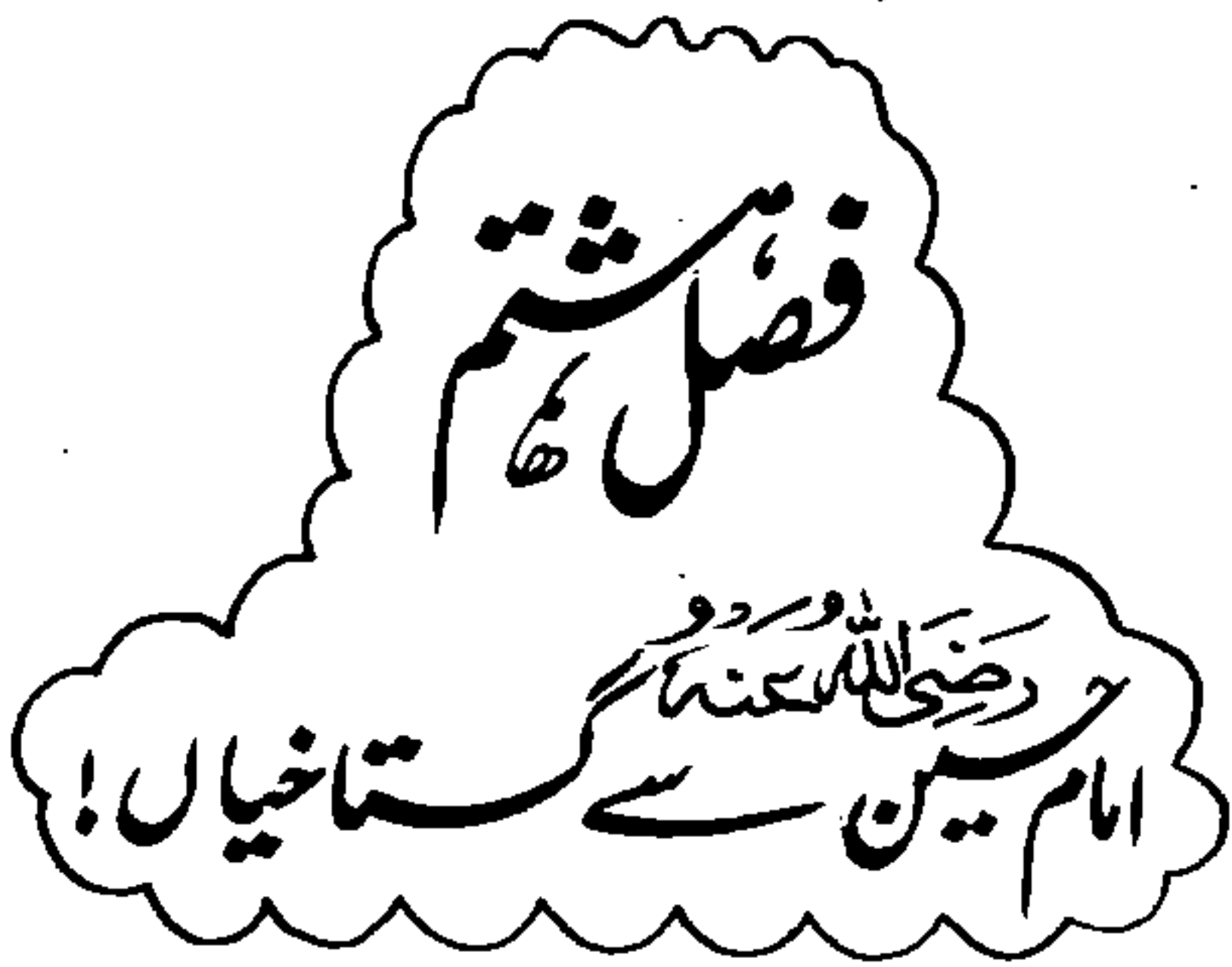
ص ۴۱۔

ترجمہ:-

بتحقیق خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور معاویہ نے آپ
سے خیانت کی۔ پس سب شیعوں نے بھی امام حسن سے اسی طرح خیانت
کی۔

جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول ص ۴۱

اشیعہ جنرل یکا ایہ کہنسی لاہور۔



قتل حسین رضی اللہ عنہ کے اصل ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

ہم اصل مضمون کو ذکر کرنے سے پہلے کچھ کوفہ اور اہل کوفہ کے بارے میں شیعہ کتب سے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں تاکہ جب ان کے متعلق صحیح تصور ذہن میں آجائے گا۔ تو پھر ہم اس حوالہ سے یہ بات کر سکیں گے کہ امام حسین کو کون لوگوں نے اور کس شہر میں بلایا تھا تاکہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا پس منظر معلوم ہو جائے۔ اور پھر اس پس منظر میں آپ کی شہادت بیان ہو۔ لہذا کوفہ اور اہل کوفہ کی شان ملاحظہ ہو۔

فرمان علیؑ: اہل کوفہ سب شیعہ تھے۔

نہج البلاغہؑ۔

فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَيْمَنَةِ ضَجْرًا يَتَنَاقَلُ

أَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ وَمُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِي الرَّأْيِ
فَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبَضُهَا وَأَبْسُطُهَا۔

(نیج البیان خلاصہ نمبر ۲۵ ص ۶۶ مطبوعہ

بیروت۔)

ترجمہ:-

آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا سوائے کوفہ کے اور کوئی میری
مملکت نہیں ہے۔ چاہے میں اسے بیٹوں چاہے کشادہ کروں (جس طرح
چاہوں تصرف کروں۔)

مجالس المؤمنین:-

و بالجمله شیخ اہل کوفہ حاجت باقائدہ دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف
اصل محتاج بدلیل است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۶ مطبوعہ تہران
سن طباعت ۱۳۷۵ھ در ذکر فدک)

ترجمہ:-

کوفہ والوں کا شیخ ہونا دلیل کا محتاج نہیں۔ اور کوفی الاصل کا سنی ہونا خلاف
اصل ہے۔ لہذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگرچہ وہ سنی امام اعظم
ابوحنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

فرات کوفی:-

قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِهْيَمَ مَعْنَعًا عَنْ

عَبْدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ (۶)
فَقَالَ لَنَا مِمَّنْ أَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَقَالَ
لَنَا إِنَّهُ لَيْسَ بِكَ مِنْ الْبُلْدَانِ وَلَا مِصْرَ وَمِنْ الْأَمَّارِ
أَكْثَرُ مُحِيطٍ لَنَا مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِنَّ اللَّهَ هَذَا كُمْ
لَا مَرَجَ لَنَا النَّاسُ فَأَجَبْتُمُونَا وَابْغَضْنَا النَّاسُ
وَصَدَقْتُمُونَا وَكَذَّبَ النَّاسُ.

(۱) - تفسیر فرات کو فی ص ۷۷ مطبوعہ مطبع

حیدریہ نجف اشرف۔)

(۲) - الروضة من الکافی

جلد ۸ ص ۸۱ / احیاء امرهم

و انتظار فرجهم مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:-

(بہت اسناد) عبد اللہ بن ولید سے روایت ہے کہ ہم امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کون لوگوں
میں سے ہو؟ ہم نے عرض کی۔ کوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ملک اور
کوئی شہر ایسا نہیں۔ جس کے باشندے کوئیوں سے بڑھ کر ہمارے
محب (شیعہ) ہوں۔ اللہ نے تمہیں ایک ایسا منصب (شیعہ ہونا)
عطا کیا ہے۔ جس سے لوگ جاہل ہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی۔
لوگوں نے ہم سے بغض و عناد کیا۔ تم نے تصدیق کی۔ لوگوں نے
تکذیب کا کام لیا۔

ترجمہ مقبول:-

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے تعالیٰ نے شہر میں سے چار کو پسند فرمایا پس ارشاد فرمایا۔

ووالثین و الزيتون و طور سینین و هذا البلد الامین
پس والتین سے مراد ہے مدینہ اور الزيتون سے مراد ہے بیت المقدس
اور طور سینین سے مراد ہے کوفہ اور هذا البلد الامین سے مراد
مکہ معظمہ۔

(ترجمہ مقبول ص/ ۱۵۱)

مذکورہ عبارتوں سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کو اپنی پوری مملکت میں سے قابل اعتماد شہر فرمایا۔
گویا مملکت بھی یہی ہے۔ چاہے اسے لپیٹوں یا کھولوں۔
- ۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کوفیوں سے بڑھ کر ہمارا کسی شہر میں کوئی
محب نہیں۔
- ۳۔ کوفی اصل شیعوں ہیں۔ اگر کوئی کوفی اپنے آپ کو سنی کہلاتا ہے۔ تو غلط اہل ہونے
کی وجہ سے اس کے لیے دلیل چاہیے۔ چاہے وہ ابوحنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

حاصل کلام:-

کوفہ اصل کے اعتبار سے شیعوں کا شہر ہے۔ جس میں کسی کاسنی ہونا محتاج دلیل

ہے۔ لیکن شیعہ ہونے کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ میں کوئی ہوں۔ یہ شہر مہمان
ال بیت کا قابل فخر مرکز تھا۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے ”طوسینین“، بھی فرمایا یہی وجہ ہے۔ کہ
سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے اہل شیعہ تھے۔ جب یہ ثابت
ہو گیا۔ کہ امام حسین کو بیگانوں نے نہیں خود اپنے محبوں (شیعوں) نے کوفہ بلا یا تھا۔ تو ہم
اس پس منظر میں واقعہ کو بلا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:-

امام حسین کو کوفہ میں آنے کی دعوت دینے والے آپ کے مخلص شیعہ تھے

”وچوں ایں اخبار باہل کوفہ رسید شیعیان کوفہ در خانہ سلیمان بن مردخزائی جمع شدند
و حمد و ثنائے حق تعالیٰ ادا کردند و در باب موت معاویہ و بیعت یزید سخن
گفتند سلیمان گفت کہ چوں معاویہ بکہنم واصل شدہ و حضرت امام حسین
علیہ السلام از بیعت یزید امتناع نمودہ و بجانب کہ معظمہ رفتہ است و شما،
شیعیان او پدر بزرگوار او ایہ گرمیدائید کہ اورا یاری خواہید کرد با دشمنان
او جہاد خواہید کرد۔ و بجان وال در نصرت او کوشش خواہید نمود نامہ
با و نویسید اورا طلب نمائید و اگر در پاری اوستی خواہید و زید و آنچہ شرط
نیک خواہی و متابعت است بعمل خواہید آورد اورا فریب نہ ہند و در
ہلکہ میفکنید۔ ایثال گفت کہ چوں ایں دیار را بنور قدم خود منور گردان ہیگی
بقدم اخلاص بسوئے او میشتابیم و بدست ارادت با او بیعت می نمائیم

دوریاری اور دفع شرعادی اوجان افشانیال بظہور میر سائیم پس عریضہ باین مضمون
بخدمت آنحضرت قلمی نمودند

(جلال العیون جلد دوم ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ
تہران زندگانی سید الشہداء۔ طبع جدید
۱۳۹۸ھ)

ترجمہ:-

جب یہ خبریں کو فیوں تک پہنچیں۔ کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صر و خزاہی کے
گھر جمع ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد معاویہ کی قوت اور بیعت یزید کے
بارے میں گفتگو چل نکلی سلیمان کہنے لگا۔ جب معاویہ (معاذ اللہ) جہنم
پہنچ گیا ہے۔ اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اور مکہ
روانہ ہو گئے ہیں۔ تم لوگ جو ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ خوب
جان لو۔ کہ ان کی امداد کرو گے۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو گے۔
جان و مال سے ان کی مدد کی کوشش کرو گے۔ ان کو رقعہ لکھنا چاہیے۔ اور
انہیں بلانا چاہیے۔ اگر تم نے ان کی مدد میں سستی دکھلائی۔ اور ان کی متابعت
کو عمل میں نہ لائے تو ان کو فرب دو گے۔ اور ان کو ہلاکت میں ڈالو گے
ان سب نے کہا۔ کہ جب امام ہمارے اس شہر کو اپنے اُسے سے منور
کریں گے۔ ہم سب مخلصانہ طور پر ان کی طرف بھاگیں گے۔ اور ان کی
بیعت کریں گے۔ ان کی مدد میں ان کے دشمنوں کو اپنی جانیں قربان کر
کے دفع کریں گے۔ پھر اسی مضمون کا رقعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں تحریر کیا۔

ارشاد شیخ مفید:-

وَبَلَغَ أَهْلَ الْكُوفَةِ هَلَاكَ مُعَاوِيَةَ فَأَرْجَفُوا بِبَيْرِزْدٍ وَعَرَفُوا
 خَبَرَ الْحُسَيْنِ (ع) وَإِمْتِنَاعِهِ مِنْ بَيْعَتِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ
 ابْنِ الزُبَيْرِ فِي ذَلِكَ وَخَرُوجِهِمَا إِلَى مَكَّةَ فَاجْتَمَعَتِ الشَّيْعَةُ
 بِالْكُوفَةِ فِي مَنْزِلِ سَلِيمَانَ بْنِ صَرْدٍ الْخَزَاعِيِّ فَذَكَرُوا هَلَاكَ
 مُعَاوِيَةَ فَحَمِدُوا اللَّهَ وَاشْتَوَاعَلِيَهُ فَقَالَ سَلِيمَانُ بْنُ صَرْدٍ إِنَّ
 مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ وَإِنْ حُسَيْنًا قَدْ تَقَبَّضَ عَلَى الْقَوْمِ مَبِيعَةً وَ
 قَدْ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ وَأَنْتُمْ شِيعَتُهُ وَشِيعَةُ أَبِيهِ فَإِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
 أَنْكُمْ نَاصِرُوهُ وَمُجَاهِدُوهُ وَاعْدُوهُ وَتَقْتُلُ أَنْفُسَنَا دُونَهُ فَارْتَبُوا إِلَيْهِ
 وَعَلِمُوهُ وَإِنْ خِفْتُمْ الْغَشْلَ وَالْوَهْنَ فَلَا تَغْرُوا الرَّجُلَ فِي نَفْسِهِ
 قَالُوا لَا بَلْ نُقَاتِلُ عَدُوَّهُ نَقْتُلُ أَنْفُسَنَا دُونَهُ قَالَ فَارْتَبُوا
 إِلَيْهِ فَكَتَبُوهُ إِلَيْهِ -

ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۲ مطبوعہ قم خیابان
 ارم فی خروج الحسین علیہ السلام من المدینہ -

ترجمہ:-

کوفیوں کو امیر معاویہ کے فوت ہونے کی اطلاع ملی۔ تو وہ یزید کے بارے
 میں پریشان ہوئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات سے آگاہ ہوئے
 اور پتہ چلا۔ تو کوئی شیعوہ سلیمان بن صرد خزاہی کے گھر جمع ہوئے۔ معاویہ
 کے فوت ہونے کی بات ہوئی۔ اللہ کی حمد و ثناء کہی۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا، معاویہ فوت ہو گئے۔ اور حسین نے قوم کی بیعت لینے سے پس و پیش کیا ہے۔ اور مکہ چلے آئے۔ تم (کوئیو) ان کے اور ان کے والد کے شیعہ (محب) ہو۔ اگر تم جانتے ہو۔ کہ تم ان کے معاون ہو۔ اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنے والے ہو۔ اور ان کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے والے ہو۔ تو انہیں اس بارے میں لکھو۔ اور انہیں بتلاؤ۔ اور اگر تم بزدلی اور کمزوری سے خوفزدہ ہو۔ تو انہیں یہاں بلا کر دھوکہ نہ دینا۔ سب نے کہا۔ نہیں نہیں ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے۔ اپنے آپ کو قربان کریں گے۔ تو اس نے کہا۔ اچھا۔ پھر اب انہیں (اسی مضمون کا) رقعہ لکھو۔ تب رقعہ لکھا گیا (اور امام کو بھیجا گیا)

مقتل ابی مخنف ۱۔

فَلَمَّا بَلَغَ أَهْلُ الْكُوفَةِ وَفَاءَ مُعَاوِيَةَ اِمْتَنَعُوا مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ وَ
قَالُوا الْقَدِ اِمْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ لَعَنَهُ
اللَّهُ وَ قَدْ لَحِقَ بِمَكَّةَ وَ كَسْنَا نُبَايَعُ يَزِيدَ قَالَ أَبُو
مَخْنَفٍ وَ كَانَ عَامِلَ الْكُوفَةِ يَوْمَئِذٍ الْعُمَانُ بْنُ
الْبَشِيرِ الْأَنْصَارِيُّ فَاجْتَمَعَ مِنَ الشَّيْعَةِ جَمَاعَةٌ
إِلَى مَنْزِلِ مُسْلِمَانَ بْنِ صَرْدٍ الْخَزَاعِيِّ قَالُوا اِنْكُتِبْ
إِلَى الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهُمْ يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اِنْ مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ
وَ قَدْ اِمْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ وَ نَحْنُ شِيعَتُهُ وَ
أَنْصَارُهُ فَإِنْ كُنْتُمْ تَقْلَمُونَ أَتَكُمْ تَنْصُرُونَهُ وَ
تُجَاهِدُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَافْعَلُوا وَ إِنْ خِفْتُمْ

الْوَهْنِ وَالتَّخَاذُلِ فَلَا تَغُرُّوا الرَّجُلَ فَقَالُوا
بَلْ نُعَاتِلُ مَعَهُ هَ فَقَالَ اَكْتُبُوا عَلَيَّ اِسْمَ اللّٰهِ
تَعَالٰی فَكُتِبَ اِيْتَابًا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱، مطبوعہ مطبع حیدریہ
نجف اشرف)

ترجمہ:-

کوفیوں کو جب امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو انہوں نے یزید کی
بیعت سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ یزید کی بیعت سے تو امام حسین نے
انکار کر دیا ہے۔ اور کواگئے ہیں۔ ہم یزید کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں
ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ ان دنوں کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر انصاری تھے۔
شیعوں کی ایک جماعت سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئی۔ اور کہا۔
ہم امام حسین کو رقعہ لکھتے ہیں سلیمان نے کہا۔ لوگو! معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے
اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، ہم حسین کے شیعوں اور
مددگار ہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ ان کی مدد کرو گے۔ اور ان کے سامنے جہاد
کرو گے۔ تو کرو اور اگر تم کو اپنی کمزوری اور ذلت کا خوف ہو تو اس مرد کو
کوفہ بلا کر دھوکہ دینا۔ سب نے کہا۔ ہم ان کے دشمن کے خلاف ضرور
لڑیں گے۔ تو سلیمان نے کہا۔ اچھا۔ اللہ کا نام لے کر انہیں لکھو۔ تو حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا گیا۔ (اور بھیجا گیا۔)

لمحلہ فکریہ:-

شیعوں کو ہمیشہ سے یہی سٹ لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور بھولے بھالے

سُنیوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے سُنی ہیں۔ سنیوں نے آپ کو کوفہ بلایا۔ اور ان کی بیعت کی۔ بعد میں غداری کر کے یزید کے حامی اور ہمنوا بن گئے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ لہذا تو اسے رسول کا خون ان سنیوں کے سر ہے۔ یہی قاتلانِ حسین ہیں۔ اور قاتلانِ حسین کس منہ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم ”محبانِ اہل بیت“ ہیں؟ ”محبانِ اہل بیت“، تو ہم ہیں۔ کیونکہ ہم شیعوں نے نہ تو امام کو کوفہ بلوایا۔ نہ ان کی بیعت کر کے غداری کی۔ اور نہ ہی یزید کی ہمنوائی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں ہم نے شہید کیا۔

ہم نے اسی پروجیکٹ کو واضح کرنے اور حقیقت حال کی وضاحت کرنے کے لیے اپنی نہیں ان کی کتب کے تین حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ تاکہ ”گھر کا بھیدی لٹکا دھائے“ کے مطابق خود انہیں بھی اپنے گھر کی خیر ہو جائے۔ اور کہتے پھر رہے۔
 ۴ دل کے پھپھو لے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
 اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چر داغ سے

مذکورہ بالا حواجا ت میں بالکل صاف صاف اقرار ہے۔ کہ ہم کوفہ والے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ یہ شیعیانِ علی اور شیعیانِ حسین، تھے۔ اسی صاف گوئی پر قربان۔ پھر بھی اگر یہی کہو۔ کہ کوفہ میں بلانے والے سُنی تھے۔ تو شاباش تمہاری دیانت داری اور انصاف پسندی پر پھر یہیں اپنے قاعدہ کے مطابق یہ ثابت کرنا پڑے گا۔

کوفی سُنی کیونکر تھے؟ کیونکہ جب تمہارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جہنمیں دنیا سنی کہتی ہے۔ وہ بھی کوفی ہونے کی وجہ سے اپنا سُنی ہونا دلیل سے ثابت کریں گے۔

تب اُن کا سُنی ہونا مانا جائے گا۔ تو جن لوگوں کو تمہاری کتب ”شیعیانِ علی“

کہیں۔ اور جی کے بارے میں صرف کوئی ہونا بھی شیعہ ہونے کے لیے کافی تھا۔ انہیں سنی کہہ دینا تو آسان ہے۔ لیکن ثابت کرنا شاید تمہارے بس سے باہر ہو۔

ان عبارات میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ سلیمان بن صرد خزاعی، نے کہا ہم امام حسین اور ان کے والد کے شیعہ ہیں۔ اس لیے اگر تم اسے اہل کوفہ! ان کی صیح مدد کر سکو۔ اور ان کے مخالفین کے سامنے جہم جاؤ۔ اور اپنی جانوں تک نثار کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہو۔ تو پھر امام حسین کو یہاں آنے کی دعوت دینا اور ان سے بیعت کرنا، اور ان کے حق میں یزیدوں سے مکرانا مفید ہے۔ اور اس کے لیے امام موصوف کو رقعہ بھیجنا ضروری ہے۔ لیکن اگر تم نے بزدلی دکھاتا ہے۔ اور بیعت کر کے کر جانا ہے۔ اور لڑائی کے وقت انہیں اکیلا چھوڑ دینا ہے۔ تو بعد کی ذلت اور رسوائی سے بہتر ہے۔ کہ ابھی چپ سادھ لو۔ اور انہیں یہاں آنے کی زحمت نہ دو۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ اور خود کتب شیعہ اس کی توثیق ہیں۔ کہ ان کو فیوں نے ”سلیمان بن صرد،“ کو قہقین دلایا۔ پھر خط لکھا۔ اور یوں بد بسم اللہ، ہوئی اس پر وگرام کی۔ جس کی دو والناس، میدان کر بلا میں شہادت امام عالی مقام کی صورت میں سامنے آئی۔ امام عالی مقام کو کوفہ بلانے کے لیے ”سلیمان بن صرد،“ کی تقریر کے بعد پہلا رقعہ لکھا گیا۔ اور پھر لگاتار رقعہ جات کی بارش ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کے حوالہ سے اٹھارہ ہزار خط لکھے گئے۔ جن میں سے ہر ایک خط کے اندر اپنی وعدوں اور معاہدات کی پابندی کا عزم فرماتا تھا۔ جس کی بنیاد ”سلیمان بن صرد،“ کے گھر رکھی گئی۔ ہم آئندہ اوراق میں ان خطوط کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کر رہے ہیں۔ تاکہ واقعہ کر بلا اور اس میں طوٹ لوگوں کے پہنچانے میں آسانی ہو۔ اور واضح ہو جائے، کہ خونی حسین کس کے سر ہے۔



امام عالی مقام کی طرف روشنیوں، کے خطوط و دعوت
کو فہ اور صریح اقرار کہ ہم شیعیان حسین آپ کو کوفہ
بلا ہے یہی

جلاء العیون :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ایں نامہ ایست بسوئی حسین بن علی
علیہ السلام از جانب سلیمان بن صد خزاعی و مستبب بن نجیہ و رقاعہ بن شداد
بجلی و حبیب بن مظاہر و سائر شیعیان او مومنان و مسلمانان اہل کوفہ۔ سلام خدا
بر تو باد و حمد میکنیم خدا را بر نعمتہائی کا طہ اور بر او شکر میکنیم اور ابراہیم ہلاک کرد و دشمن
جہار معاند ترا کہ بے رضائی امت برایشان دالی شد و بجا کہ وعدہ ان برایشان
را بنا حق تصرف نمود۔ و نیکیاں ایشان را بقتل رسا قید و بدل ایشان را بر نیکیاں
مسلط گردانید و اموال خدا را بر مال داران و حیاران قسمت نمود پس خدا اورا
لعنت کند۔ چنانچہ تو رم نمود و لعنت کرد۔ ہدایتکے مداریں وقت امامی و پیشوائی
نداریم بسوئی ما توجہ نما۔ و بشہر مقدم رنجہ فرما۔ کہ ما، مکی مطیع تو ایم۔ نشاند کہ حق
تعالیٰ حق را برکت تو بر ما عام گرداند و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ و قصر الامارت
نشستہ است در نہایت مذلت و بجمہ اوصاف غیث شویم و دو عید با او
بیزوں نیر ویم پوں خبر رسد کہ شما متوجہ این صوب گردیدہ اید اورا از کوفہ بیرون
می کنیم تا باہل شام ملحق گردد و السلام

پس ایں نامہ را با عبد اللہ بن مسیح ہمائی و عبد اللہ بن والی بخد مت آل زید علیہ السلام
 عصمت و جلالت فرستادند۔ و مبالغہ کردند کہ ایشان آل نامہ را با نہایت سرعت
 بخد مت آنحضرت رسانند۔ پس ایشان در ہم ماہ رمضان داخل مکہ شدند
 و نامہ اہل کوفہ را با آنحضرت رسانیدند۔ باز اہل کوفہ بعد از دو روز از فرستادن آل
 قاصدان قیس بن مہر و عبد اللہ بن شاد و عمارہ بن عبد اللہ را فرستادند با صد پنجاہ
 نامہ کہ عظماء اہل کوفہ نوشته بودند۔ یک کس و دو کس و چہار کس و زیادہ یک
 نامہ نوشته بودند و باز بعد از دو روزانی بن ہانی بسعی و سعید بن عبد اللہ حنفی
 را بخد مت آل حضرت روال کردند۔ و نوشتند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایں عریفہ لیت بخد مت حسین
 بن علی از شیعیان دہدریان و مخلصان آنحضرت۔ اما بعد۔ بودی خود را۔
 بدوستان و ہوا خواہان خود برسان۔ کہ ہمہ مردم ایں دلالت منتظر قدم
 مستر لازم تواند و بسوئی غیر تو رغبت نمی نمایند البتہ تمجیل تمام خود را باین
 مشتاقان مستہام برسان۔ والسلام خیر تمام۔

پس ثبیت بن ربیع و حجار بن ابی بکر و یزید بن عارث و عروہ بن قیس و عمرو بن
 حجاج و محمد بن عمرو عریفہ دیگر نوشتند باین مضمون۔ اما بعد۔ معراہ سبزشدہ
 و میوہ ہارسیدہ اگر باین صوب تشریف آوری۔ لشکر ہائی برائے تو ہیا و
 عافرانہ شب و روز انتظار مقدم تشریف تو می برند و ہر چند ایں نامہ را
 با آنحضرت میرسد۔ حضرت قائل نمودہ جواب ایشان را نمی نوشت تا آنکہ
 در یک روز ششصد نامہ ازال غداران با آنحضرت رسید چوں
 مبالغہ ایشان از در گذشت و رسولان بسیار نزد آنحضرت
 جمع شدند۔ و از دہ ہزار نامہ ازال نا حید بالے

جناب رسید۔

- (۱۔ جلد العیون جلد دوم ص ۵۱۹ مطبوعہ تہران
طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ کے
درود آنحضرت را)
(۲۔ چہارودہ معصوم جلد اول ص ۵۱۹)

ترجمہ:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علی علیہ السلام کی طرف
من جانب سلیمان بن مردخزائی، ہشیم بن نجیہ، رفاع بن شداد و علی، حبیب
بن مظاہر اور کوفہ کے تمام شیعیان حسین مسلمانوں اور موہنین کی طرف سے
ہے۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اللہ کی ہم پر کامل نعمتوں کے بدلہ اس کی ہم حمد کرتے
ہیں۔ اور اس کا شکوہ ہے۔ کہ اس نے آپ کے ایک ظالم اور جابر دشمن کو
ہلاک کیا۔ جو امت کی مرضی کے بغیر ان کا والی بنا رہا۔ اور ظلم و زیادتی سے ان
کا حاکم رہا۔ ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا۔ نیکیوں کو قتل کیا۔ اور بیروں
کو نیکیوں پر مسلط کر دیا۔ اللہ کا مال، مالداروں اور سرکشوں پر خرچ کیا۔ لہذا
اللہ اس پر لعنت کرے۔ جس طرح اس نے قوم ثمود پر لعنت کی۔ آپ کو
معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و مشوا نہیں۔ ہمارا خیال
فرمایے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ ہم سب آپ کے مطیع
ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے حق ہم پر ظاہر فرمادے۔
نعمان بن بشیر گور زکوفہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی گور نہایت
ذلت سے ہو رہی ہے۔ ہم جمعہ بڑھنے اس کے ہاں نہیں جاتے۔
اور نہ ہی عید کے لیے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ جب ہمیں آپ کے

یہاں آنے کی اطلاع ملے گی۔ ہم آسے کو ذہ سے نکال دیں گے۔ اور وہ شام چلا جائے گا۔ والسلام۔

اس خط کو عبداللہ بن مسعود، ہمدانی اور عبداللہ بن واہب کے ذریعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا۔ اور پُر زور کہا۔ کہ لوگ اس خط کو بہت جلد امام حسین تک پہنچائیں۔ دس رمضان المبارک کو یہ پیغامبر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور کوفیوں کا خط امام موصون کو دیا۔ ان کے دو دن بعد قیس بن مہر عبداللہ بن شداد اور عمار بن عبداللہ کو ڈیڑھ سو رقعہ جات دے کر امام کے پاس کوفیوں نے بھیجا۔ جو رقعہ جات کوفیوں کے بڑے لوگوں کی طرف سے تھے۔ ایک ایک رقعہ دو دو، تین تین، چار چار یا زیادہ آدمیوں کی طرف سے۔ مشترک تھا۔ اس کے دو دن بعد پھر ہانی بن مانی سبعی اور سعید بن عبداللہ شخفی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط امام حسین بن علی کی طرف ان کے نام لیواؤں اور خادموں نے لکھا ہے۔ اباعد۔ بہت جلد آپ اپنے بھی خواہ اور دوستوں کے پاس تشریف لے آئیں۔ اس علاقہ کے تمام لوگ آپ کی مبارک تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا نہیں نہیں بھاتا۔ بہت تاکید ہے۔ کہ آپ ان جانثاروں اور شہداء کا ریکو اپنے لئے سے خوش کریں۔ والسلام خیر ختام۔

اس کے بعد شیبہ بن ربیع، حجاج بن ابجر، یزید بن عازب، مروہ بن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمرو نے ایک اور خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ اباعد۔ صحرا سبز ہو گئے۔ بیوہ جات پک گئے۔ اگر آپ ادھر قدم رنجہ فرمائیں۔ تو آپ کے لئے فوج بالکل تیار ہوگی۔ اور آپ کی تشریف آوری

کا ہم رات دن انتظار کر رہے ہیں۔

یہ خط جس قدر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملے۔ آپ نے ان کے جواب میں جلدی نہ کی۔ حتیٰ کہ ایک دن میں چھ سو رقعے ان مکاروں اور غداروں کے آپ کو پہنچے اور ان کا امر ارعہ سے بڑھ گیا۔ اور بہت سے اپنی آپ کے پاس جمع ہو گئے بارہ ہزار خطوط بھی اس طرف سے وصول ہو چکے تھے۔ انتہی۔

خوٹ:-

مذکورہ روایت میں سعید بن عبداللہ "حنفی" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مقلد ہرگز نہیں، بلکہ مراد ابو حنیفہ قوم کا فرد ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ، امام حسین کی شہادت کے وقت پیدای نہ ہوئے تھے۔ شہادت حسین علیہ السلام میں اور ولادت امام ابو حنیفہ علیہ السلام میں ہے۔

مقتل ابی مخنف:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِلٰی الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ اَبِي
طَالِبٍ مِنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخَزَاعِيِّ وَالسَّيِّدِ بْنِ
نَجِيَّةٍ وَرِفَاعَةَ بْنِ شَدَّادٍ الْبَجَلِيِّ وَحَبِيبِ بْنِ
مُظَاهِرٍ الْأَسَدِيِّ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَلَامٌ
عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَحْمَدُ
اللّٰهَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَنُصَلِّيُّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ
مُحَمَّدٍ وَاعْلَمُ يَا ابْنَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى وَابْنَ عَلِيٍّ
وَالْمُرْتَضَى اَنَّ كَيْسَ لَنَا اِمَامًا غَيْرَكَ فَاَقْدُمُ الْيَنَّا

لَنَا مَا لَكَ وَعَلَيْنَا مَا عَلَيْكَ فَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَجْمَعَنَا
 بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى وَاعْلَمْ أَنَّكَ تَقْدِمُ عَلَيَّ جَنُودَ
 مَجْتَدَةٍ وَأَنْهَارٍ مُتَوَفِّقَةٍ وَعُيُُونٍ جَارِيَةٍ فَإِنْ لَمْ
 تَقْدِمْ عَلَيَّ ذَلِكَ فَأُبْعَثُ إِلَيْنَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ
 يَحْكُمُ بَيْنَنَا بِحُكْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةِ جَدِّكَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ أَنَّ التُّعْمَانَ بْنَ
 بِشِيرٍ فِي قَصْرِ الْأَمَانِ وَكَأَنَّهُ شَهِدٌ مَعَهُ جُمُعَةٌ
 وَلَا جَمَاعَةٌ وَلَوْ أَنَّكَ أَقْبَلْتَ إِلَيْنَا لَكُنَّا أَخْرَجْنَاهُ
 إِلَى الشَّامِ وَالسَّلَامِ.

وَبَعَثُوا الْكِتَابَ مَعَ عُمَرَ بْنِ نَافِذِ التَّيْمِيِّ وَعَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ السَّيِّعِ الْهَمْدَانِي فَخَرَجَا مُسْرِعَيْنِ حَتَّى قَدِمَا
 عَلَى الْحُسَيْنِ وَمَعَهُمَا خَمْسُونَ صَحِيفَةً وَكَبِشُوا
 يَوْمَئِذٍ آخَرَيْنِ وَبَعَثُوا إِلَيْهِ مَسْهَرًا لِنَصَارِيٍّ وَ
 مَعَهُ كِتَابٌ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَى
 الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ آمَنَّا بِعَدُوِّهِ فَإِنَّهُ لَا إِمَامَ
 خَيْرُكَ لَنَا يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْعَجَلُ الْعَجَلُ ثُمَّ كَبِشُوا يَوْمَئِذٍ آخَرَيْنِ وَكَتَبُوا
 كِتَابًا يَقُولُونَ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 قَدْ آيَنَعْتَ الشَّامَ فَأَقْدِمُ إِلَيْنَا يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا قَالَ أَبُو مَخْنَفٍ وَتَوَاتَرَتْ
 الْكُتُبُ إِلَيْهِ فَسَلَّ الرَّسُلَ عَنْ أَمْرِ النَّاسِ فَقَالُوا إِنَّهُمْ

كُلُّهُمْ مَعَكُمْ ثُمَّ كَتَبُوا مَعَ هَانِي بْنِ هَانِيٍّ وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْحَنَفِيِّ وَكَانَ آخِرَ الرِّسُولِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَلَمَّا قَرَأَ
الْكِتَابَ جَمِيعًا كَتَبَ فِي كِتَابٍ -

(۱) مقتل ابی مخنف طبع الحیدریہ قدیم فی انجف

ص ۱۸۰ فی خروج الحسین علیہ السلام

(۲) مناقب ابن شہر آشوب طبع چہارم

ص ۹۰ (فی قتله علیہ السلام)

طبع قم جدید

(۳) اخبار الطوال ص ۲۲۹ / ۱ اہل کوفہ

والحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:-

امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی بن ابی طالب کو سلیمان بن مردخزائی، مسیب
بن نجیہ، رفاعہ بن شداد ابلی، صیب بن مظاہر اسدی اور ان کے تمام ساتھیوں
نے کوفہ سے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ السلام علیک ودعۃ اللہ
وہدکاتہ۔ اما بعد۔ ہم اللہ وحدہ لا شریک کی حمد کرتے ہیں۔ اور
محمد و آل محمد پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ آپ کے بغیر ہمارا
کوئی امام نہیں۔ اس لیے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نفع و نقصان
میں مشترک رہیں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت و سبب
سے ہمیں ہدایت و حق پر جمع کر دے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے
کہ آپ جب آئیں گے۔ تو ایک مضبوط لشکر آپ کی خاطر تیار ہو گا۔ اس

وقت نہری جاری ہیں۔ چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اگر آپ خود تشریف نہ لائیں۔ تو اہل بیت میں سے کسی کو بھیج دیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق فیصلہ کرے۔

آپ کو علم ہو گا۔ کہ کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر انصاری کی قصر دار لامارہ میں ہے۔ اور ہم نہ جمعہ پڑھنے اس کے ہاں جاتے ہیں۔ اور نہ نماز باجماعت میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں۔ تو ہم اُسے فوراً نکال کر شام بھیج دیں گے۔ والسلام

عمر بن نافذ التیمی اور عبداللہ بن اسمعہ ہمدانی کو رقعہ دے کر روانہ کیا۔ یہ دونوں بہت جلد امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پاس پہچاننے کے قریب رقعہ جات تھے۔ ان کے دو دن بعد مسہر الانصاری، کو رقعہ دے کر بھیجا۔ جلد میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد یقین فرمائیے آپ کے بغیر سے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کوئی امام نہیں۔ جلدی فرمائیے۔ جلدی تشریف لائیے۔ پھر دو دن بعد لوگوں نے اس رقعہ لکھا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھل پک چکے ہیں اے نبی رسول کے فرزند بہت جلد ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ پے درپے رقعہ جات پہنچنے لگے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ ایچیوں سے کوفہ کے حالات دریافت فرماتے تھے ایچیوں نے کہا۔ حضرت! وہ سب آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ المنفی کے ہاتھ رقعہ بھیجا۔ کوفیوں کی طرف سے

یہ آخری لمچی تھا۔ جب امام موصوف نے تمام رقعہ جات پڑھے۔ تو پھر جواب تحریر فرمایا۔

ذبح عظیم :-

امیر معاویہ نے جب اپنا بیٹا عمر بن ابی سلمہ کے ساتھ حکومت یزید کے خوار کو دیا اور ملک میں ایک تغیر حادث ہوا۔ تو پیروان علی علیہ السلام نے اس وقت فرصت سمجھ کر کوفہ میں سلیمان بن مرد صہابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر ایک پڑاثر جلسہ کیا۔ جس میں باہم گمراہی کیا گیا۔ کہ نصرت اہل بیت اطہار میں اپنی جان و مال سے دریغ و کریں گے۔ چنانچہ باتفاق رائے اہل جلسہ سلیمان بن مردادہ مستبک بنی نجرہ اور دقاق ابن شداد واد حبیب ابن مظاہر نے ایک عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لکھی۔ جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار غیور ہلاک ہوا۔ فبعدت کما بعدت ثمود۔ اب آپ ہماری پیشوائی اور رہنمائی کے لیے تشریف لائیں۔ جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے۔ ہم حاکم کوفہ کو کوفہ بلکہ حدود عراق سے نکال دیں گے۔ ہم اس سے بالکل جدا ہو گئے ہیں۔ اور جمعہ اور جماعات میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ عبداللہ بن سبع اور عبداللہ بن وال سفیر ونامہ برقرار ہے۔ جنہوں نے دسویں رمضان المبارک کو مکہ منظر میں عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کے حضور میں پیش کی۔ اس کے بعد مسلسل عرضیاں پہنچنے لگیں۔ از انجملہ پانچ سو اکتیس عرضیاں جن میں سے کوئی ایک شخص کی طرف سے تھی۔ کوئی دواور کوئی چار کی طرف سے تھیں

بی مسہر عبد الرحمن بن عبد اللہ اور عمارہ ابی عبید کی معرفت وصول ہوئیں۔ اس
سلسلہ میں شیت ابن لوی حجاز ابن الحارث یزید ابن حارث یزید ابن عدیم عروہ ابن
قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عبید کی عرضیاں پہنچیں۔ جن میں بکمال وضاحت
پر مقصد ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ سب سامان منظم ہو چکا ہے۔ اور لشکر آراستہ
آپ کی نصرت کے لیے تیار ہے۔ جلد تشریف لائیے۔ سب آخر
ہانی بن ہانی اور عبید بن عبد اللہ اہل کوفہ کے سفیر پہنچے۔ اور اس مضمون کی عرضی
لائے۔ کہ اب اُنے میں تاخیر نہ کیجئے۔ جلد آئیے۔ تمام لوگ حشیم براہ ہیں۔
اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضامند نہیں ہیں۔ سبط
ابی جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ بعض عرضیوں پر یہ جملہ بھی درج تھا۔

و ان لم تقبل الینافانت افسر، یعنی اس حالت میں
کہ ہم طالب ہدایت ہیں۔ اور اُمادہ نصرت ہیں۔ اگر پھر بھی آپ تشریف نہ لائے
تو اس کا بوجھ و گناہ آپ پر ہوگا۔

(ذبح عظیم ص ۱۲۶ طبع جدید مصنف خان
بہادر مولوی سید اولاد حیدر)

لمحہ فکریہ:-

شیعہ حضرات کی معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص پر یہ بات
بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ امام عالی مقام کو خطوط لکھنے والے پکے اور کٹر شیعہ تھے۔
اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے خدائی اور جانثار ہونے کے مدعی تھے۔ ان کی وفاداری
اور دعوت سے اطاعت کا یہ عالم تھا۔ کہ امام عالی مقام کے سوا کسی کو امام ماننے کے لیے
تیار نہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کا اس قدر انتظار تھا۔ کہ سب کو قہر،

چشم براہ تھا۔ اور ہر خط و ورقہ میں یہ الفاظ تحریر کر کے اپنی امتیازی شناخت بھی کراچکے۔ کہ ”یہ عریفہ آپ کے اور آپ کے والد کے شیعوں، مخلصوں اور پیروکاروں کی طرف سے ہے“ آپ کو امام بنانے کا اتنا عزم تھا کہ وقت کے گورنر نعمانی بن بشیر کے پیچھے نمازیں پڑھتی چھوڑ دیں۔ اور انہیں مدوہ عراق سے نکلانے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ ان تصریحات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوفہ بکالانے والے سنی تھے۔ اور انہوں نے پے درپے بارہ ہزار قلعہ جات لکھے ؟

ان شیعوں نے امام موصوف کو ہر طرح سے یقین دہانی کرائی کہ آپ کی خاطر شکر جبار تیار رکھا ہے۔ ہمارے پکے ہوئے پھل آپ کے اشارے کے منتظر ہیں۔ اور ہمارے چشموں کا پانی آپ کی خاطر جوش میں ہے۔ خدا را آپ جلد تشریف لائیے۔ جلد تشریف لائیے۔ اگر اب بھی آپ تشریف فرما نہ ہوئے۔ تو کل قیامت کو جواب دہی کے لیے تیار رہیے۔

- ان حوالہ جات سے دو باتیں بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہوئیں۔
- ۱۔ امیر معاویہ کے انتقال کے بعد سلیمان بن مردخراہی کے مکان پر جمع ہو کر مجلس مشاورت قائم کرنے والے اتفاق رائے سے امام حسین کو کوفہ بکالانے والے سب کے سب شیعوں تھے۔
 - ۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط و رسائل لکھنے والے اور انہیں لے جانے والے بھی تمام کے تمام ”شیوعان علی“ اور پکے ”محب حسین“ تھے۔

کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب امام حسین رضا کی طرف سے

جلد العیون :-

حضرت در جواب نامہ اخیر ایشان نوشت :-

بسم الله الرحمن الرحيم۔ این نامہ الیست از حسین بن علی بسوی
گروه مومنان و مسلمانان و شیعیان۔ اما بعد۔ بدستیکہ ہانی و سعید نامہ از شما
آوردند بعد از دسولان بسیار مکاتیب بے شمار از شما بمن رسیدہ بود و بر مضامین
ہمہ اطلاع بہم رسانیدم و در جمیع نامہا نوشتہ بودید کہ ما امامی نداریم۔ بزودی
بیان خواہم شد کہ حق تعالیٰ ما را برکت تو بر حق و ہدایت مجتمع گردانند۔ انیک می
فرستم بسوی شما برادر و پسر عم و محل اعتماد خود پسر عقیل را پس اگر او بنویسد بسوی من کہ
مجمع منہ است رای عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان شما بر آنچه درنا
ہمہ ادرج کردہ بودید انشاء اللہ بزودی بسوی شما می آیم پس بجان خود سوگند
یا دمی کنم کہ امامی نیست مگر کسی کہ حکم کند در میان مردم۔ بکتاب خدا و قیام نماید
در میان مردم بعدالت و قدم از جاوہ شریعت مقدسہ بیرون نگذارد و مردم
را بر دین حق مستقیم بدارد۔ والسلام۔

در جلد العیون صفحہ ۲۵ جلد دوم مطبوعہ تہران

طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ

برائے درود آنحضرت را

ترجمہ یہ از مترجم جلد العیون۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔ یہ خط حسین بن علی کا شیعوں،

مومنوں مسلمانوں اہل کلمہ کی طرف ہے۔

اما بعد۔ بہت سے قاصدوں اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے خط لانی و
سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا۔ مجھے پہنچ گیا۔ سب تمہارے خطوط مجھے پہنچے۔
اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا کہ تم نے سب خطوط میں میرے پاس
لکھا ہے۔ کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیے
خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے
پاس اپنے برادر سپہ سالار و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھے
جو کچھ خطوط میں تم نے مجھے لکھا۔ بمشورہ عقل و دانایان و اشراف و بزرگان
قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا
میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ امام وہی ہے۔ جو درمیاں مردم بکتاب
خدا حکم اور بعدالت قیام کرے۔ اور قوم جاوہ شریعت مقدسہ سے باہر نہ
رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام۔ حسین بن علی بن ابی
طالب علیہ السلام۔

ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۱۹۰ مطبوعہ
شیعہ جنرل بک انسٹیٹیوٹ انصاف پریس
لاہور طبع جدید

ذبح عظیم:-

ووالہ تعالیٰ ان کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ
فرما کر جیسا کہ ہمارے معزز ہمعصر نے لکھا ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر
زیب رقم فرمائی۔ جس کو ہم بحسنہ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى الْمَلَائِكَةِ
 مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَانِيًا
 وَسَعِيدًا أَقْدَمَا عَلَيَّ بِكُتُبِكُمْ وَكَانَ آخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ
 مِنْ رُسُلِكُمْ وَقَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِي اقْتَصَصْتُمْ وَذَكَّرْتُمْ
 وَمَقَالَ جَلِكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا إِمَامَةٌ فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ
 يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى وَأَنَا بِأَعْيُنِ الْيَوْمِ
 أَخِي وَأَبْنِ عَتَمِي وَبِثِقَتِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ
 فَإِنْ كَتَبَ إِلَيَّ أَنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَائِكُمْ وَذَوِي
 الْحُبِّ وَالْفَضْلِ مِنْكُمْ عَلَيَّ مِثْلَ مَا قَدِمْتُ بِهِ رُسُلُكُمْ
 وَقَرَأْتُ فِي كُتُبِكُمْ فَإِنِّي أَقْدَمُ إِلَيْكُمْ وَثِيكَاتٍ
 شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَلْيُعْمِرْهُ مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْحَاضِرُ
 بِالْكِتَابِ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ الدَّائِنُ بِدِينِ الْحَقِّ الْحَاضِرِ
 نَفْسَهُ عَلَى ذَلِكَ لِلَّهِ وَالتَّلَامُ

دفع عظیم ص ۱۴ مطبوعہ کتب خانہ اشنا
 عشریہ لاہور طبع جدید

ترجمہ:-

یہ خط ہے حسین بن علی کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام واضح ہو کہ
 سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر آئے۔ اور تمہارا

سابق ولاحق خطوط میں جو مقاصد مرقوم تھے۔ میں نے ان کو سمجھا۔ تم نے باتفاق اپنے تامل و پیام میں ظاہر کیا ہے۔ کہ ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے کوئی امام نہیں۔ تم آؤ۔ تو امید ہے۔ کہ خدا ہم سب کو تمہاری رہنمائی سے راہِ راست اور مسلکِ حق پر فائز فرمائے۔ لہذا میں اپنے برادرِ عظم زاد اور اہلِ خاندان سے معتمدِ مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اور ان کو میں نے حکم دیا ہے۔ کہ وہ تمہارے حالات اور معاملات سے آگاہی حاصل کر کے حقیقتِ امر سے مجھے مطلع کریں۔ پس اگر انہوں نے لکھا۔ کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالبِ حق ہو۔ اور آخرتِ حق پر آمادہ ہو۔ تم میں جو اربابِ عقل و فضل ہیں۔ وہ سب تم سے متفق الائے ہیں۔ جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کر چکے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ اور نیز واضح رہے۔ کہ امام پس وہی امام ہے۔ جو مطابق کتابِ خدا عمل کرے۔ اور طریقِ عدل و حق پر قائم ہو۔ اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکامِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا مقید و پابند رکھے۔ والسلام۔

مقتل ابی مخنف :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى الْمَلَأِ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَمَّا بَعْدُ - فَإِنَّ هَازِنًا وَسَعِيدًا
قَدِمَا إِلَيَّ يَكْتُبُكُمُ وَكَانَ أَحَدَهُمَا قَدِمَا إِلَيَّ
مِنْ تُسْلِكُمُ وَقَدْ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتُمُوهُ أَنَّكُمْ
لَيْسَ لَكُمْ إِمَامٌ غَيْرِي وَتَسْأَلُونِي الْقُدُومَ
إِلَيْكُمْ فَبِهَذَا أَخْبَى وَأَبْنُ عَمِي الْمُنْضَلُ عِنْدِي مِنْ

أَهْلَ بَيْتِي مُسْلِمٌ بَنُ عَقِيلٍ مُرْسَلٌ إِلَيْكُمْ وَقَدْ أَهْرَسْتُ أَنْ
تَكْتُبَ إِلَيَّ بِحُسْنٍ رَأَيْكُمْ وَمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَأَنَا
أَقْدَمُ إِلَيْكُمْ لِلنِّسَاءِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

(راعیل ابی مخنف ص ۱۹ فی خروج الحسین،

مطبوعہ حیدریہ نجف طبع قدیم)

(۲- ارشاد شیخ مفید ص ۴۰۴ مطبوعہ قم

فی نزول مسلم بن عقیل علی

الکوفہ)

(۳- الاخبار الطوال ص ۲۳۰ / اہل کوفہ

والحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ:-

بسم الله الرحمن الرحيم- حسین بن علی کی طرف سے مومنین
کو فہ کے معززین کی طرف۔ اما بعد۔ ہانی اور سعید تمہارے رقعہ جات
لے کر میرے پاس پہنچے۔ یہ تمہارے لمپھول میں سے آخری انچھی ہیں۔
جو کچھ تم نے لکھا۔ میں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ تمہارا میرے بغیر کوئی امام نہیں۔
اور تم مجھے اپنے ہاں آنے کو کہتے ہو۔ میرا بھائی اور چچا نادا اور میرے اہل بیت
میں سے میرا قابل اعتماد و مسلم بن عقیل، تمہارے پاس آ رہا ہے۔ میں نے
اسے کہا ہے۔ کہ وہاں جا کر تمہارے متعلق اچھی رائے اور تمہارے حالات
مجھے لکھے۔ میں انشاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔

نوٹ:-

تقریباً ایک ہی مضمون کی عبارات ہم نے مختلف کتب سے مکمل طور پر الے

تحریر کی ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ تمام شیعوہ مؤرخین و محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ذریت کو ذرینے والے کو فی شیعوہ ہی تھے۔

خلاصہ کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کے جواب میں جو دو سطری جواب تحریر فرمایا۔ اس میں کوفیوں کی اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ کہ تم نے لکھا ہے۔ کہ ”ہمارا آپ کے بغیر کوئی امام نہیں“، آپ نے اپنے چچا زاد بھائی ”موسلم بن عقیل“ کو بیجا اور انہیں کچھ ہدایات بھی دیں۔ اور مسلم بن عقیل کے تسلی بخش جواب کے بعد خود بھی کوفہ آنے کا وعدہ فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے خط میں جو یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

”والی الملاح من المومنین“ یعنی یہ خط میں کوفہ کے ان معز زین کو لکھ رہا ہوں۔ جن کے خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ خط لکھنے والے، خط لانے والے اور خط کا جواب وصول کرنے والے سب کے سب کوفی شیعوہ تھے۔

جب امام مسلم رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کوفیوں شیعوں

نے بیعت کی۔ تو انہوں نے امام حسین کو خط لکھا۔ کہ

آپ جلدی کوفہ آ جائیں

جلال العیون:-

پنوں داخل شہر کوفہ شد۔ درخانہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نزول اطلال فرمود مردم

کوفہ از استماع قدم مسلم اظہار سرور بسیار نمودند و فوج فوج بخدمت اومی آمدند و نامہ حضرت امام حسین را برایشان میخواندند از استماع آن نامہ گریہاں گزیده بیعت میکردند تا آنکہ بروست مسلم ہجده ہزار نفر از اہل کوفہ بشرف بیعت آنحضرت سرفراز گردیدند پس مسلم عراضیہ بخدمت آن حضرت نوشت کہ ما حال مجبده ہزار نفر از اہل کوفہ در بیعت شماور

آمده اند۔ اگر متوجہ این طرقت گزیدہ مناسب است سچوں تروو شیعاں بخدمت مسلم بسیار شد۔ نعمان بن بشیر کہ از جانب معاویہ و یزید والی بود بر حقیقت حال مطلع شدہ بمسجد درآمد۔ و بر منبر بعد از حمد و ثنائی الہی و درود بر حضرت رسالت پناہی گفت۔ اما بعد! اے بزرگان خدا۔ از حق تعالی بترسید و بسوی قتلہ و فراق امت مسطرعت نمایند کہ موجب شستن مردان و نخلن خون مسلمانان و تہب و غارت اموال ایشان می گردد۔ عبد اللہ بن مسلم یزید نام نوشت و در نامہ درج نمود کہ مسلم بن عقیل بکوفہ آمدہ و شیعاں برائے حسین بن علی با بیعت مینمایند اگر کوفہ را می خواہی کسی را بحکومت کوفہ بفرست کہ در امر دشمنان تمام نماید۔ بعد کہ نعمان بن بشیر با تہاب مقاومت ندارد و روانستہ میامد می نماید۔

رجلار العیون جلد ۱ ص ۵۲۱ فرستادن مسلم

ترجمہ۔

لوگ فوج در فوج خدمت حضرت مسلم می آستے تھے۔ اور مسلم نامہ امام حسین پڑھتے تھے۔ اور وہ لوگ نامہ سی کر دتے تھے۔ اور بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار کوئی شرف بیعت امام حسین سے مشرف ہوئے۔ اس وقت ایک عریضہ امام مسلم نے خدمت امام حسین میں لکھا۔ کہ اس وقت اٹھارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگر آپ

یہاں تشریف لائیں۔ تو مناسب ہے۔ جب بہت شیعہ حضرت امام مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ اور نعمان بن بشیر جو کہ معاویہ اور یزید کی طرف سے حاکم کوفہ تھا۔ حقیقت حال سے مطلع ہوا۔ مسجد میں آکر منبر پر گیا۔ اور بعد حمد و ثنائے الہی و دو۔ حضرت رسالت پناہی نعمان نے کہا۔ اے بعد اے بزرگانِ خدا۔ لازم ہے۔ کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور امت میں فتنہ نہ کرو۔ کہ موجب قتل و خون ریزی مسلمانان و غارت اموال بزرگان نہ ہو۔ خطبہ کے بعد بنو امیہ کے ایک حلیف عبداللہ بن مسلم ربیعہ نے یزید کو نامہ لکھا۔ اور اس خط میں درج کیا۔ کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعان کوفہ مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت کرتے ہیں۔ اگر کوفہ کی ریاست منظور ہے۔ کسی کو حاکم کوفہ بنا کر بھیج دو۔ کہ دشمنوں کے قدمیں مثل تمہارے اہتمام کرے۔ اس لیے کہ نعمان بن بشیر کو تاب مقابلہ نہیں۔ یادانستہ تباہی کرتا ہے۔

دجلاد العیون مترجم اردو۔ جلد دوم ص ۱۹۲

مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف

پریس لاہور۔ طبع جدید۔

ذبح عظیم

حضرت مسلم کے خاص حالات صاحب صلاح النشائین لکھتے ہیں۔ جب حضرت مسلم داخل کوفہ ہوئے، تو اہل کوفہ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کو مطمئن کر دیا۔ کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذیقعدہ کو عایس بن شیب کے ہاتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا۔ و سب واقعہ ہیں۔ کہ پیش رو قافلہ اپنے اہل قافلہ

سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اب مناسب ہے کہ آپ بہت جلد تشریف لائے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں۔ اور میں نے آل معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

از برج عظیم ص ۱۴۹ مطبوعہ تہران طبع جدید
غیر کتب خانہ اشعار عشریہ رجسٹرڈ مولوی
(اولاد حسین)

اسی ہزار شیعوں نے امام مسلم کی بیعت کی اس پر

ایک یزیدی نے یزید کو کیا خط لکھا۔

مقتل ابی مخنف :-

حَتَّى وَصَلَ الْكُوفَةَ فَتَزَلَ كَيْدًا فِي دَارِ سُلَيْمَانَ
بْنِ صُرْدٍ وَقِيلَ فِي دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدَةَ
الشَّقِيفِي فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُونَ إِلَيْهِ فَاَقْرَأَهُمْ
كِتَابَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوا يَبْكُونَ وَيَنْتَحِبُونَ
فَقَامَ عَائِشُ بْنُ بَكْرِ بْنِ فَحْمِيدٍ اللَّهُ وَأَشْأَى عَلَيْهِ
وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَأَقْبَلَ
عَلَى مُسْلِمٍ وَقَالَ إِنِّي كَسْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِ النَّاسِ وَلَكِنْ
أَخْبَرَكُ بِمَا فِي نَفْسِي إِذَا دَعَوْتُمُونِي أُجِيبُكُمْ وَأَضْرِبُ
بِسَيْفِي عَدُوَّكُمْ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ جَلَسَ وَ

قَامَ حَبِيبُ بْنُ مَظَاهِرٍ وَقَالَ يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَدْ قَضَيْتَ
مَا عَلَيْكَ وَأَنَا وَاللَّهِ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ قَالَ أَبُو مُخَنَّفٍ
وَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ بَعْدَ
عَشْرَةٍ وَخَمْسِينَ بَعْدَ عَشْرِينَ وَأَقَلَّ وَ أَكْثَرُ حَتَّى بَايَعَهُ
فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ ثَمَاشُونَ أَلْفَ رَجُلٍ۔

اس کے بعد عبداللہ بن شعبہ یزیدی نے یزید کو یہ خط لکھا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَرَدَ الْكُوفَةَ وَقَدْ بَايَعَهُ شِيعَةُ
الْحُسَيْنِ فَإِنْ كَانَ لَكَ فِي الْكُوفَةِ حَاجَةٌ فَأَنْفِذْ إِلَيْهَا رَجُلًا قَوِيًّا
فَإِنَّ الثُّعْمَانَ ضَعِيفٌ وَيَتَضَاعَفُ۔

(مقتل ابی مخنف فی دخول مسلم بن

عقیل الکوفۃ ص ۲۰-۲۲ طبع قدیم

ترجمہ۔

یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کو قریب پہنچے۔ رات کے وقت سلیمان بن صردیا
منتار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر آئے۔ لوگ ان کے پاس آنا شروع ہو گئے انہیں
امام حسین کا رقصہ پڑھ کر سنایا۔ وہ رونا شروع ہو گئے۔ عابس بکری کھڑا ہوا۔
اللہ کی حمد و ثناء اور حضور کی ذات پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ اور امام مسلم کی طرف متوجہ
ہو کر کہا۔ لوگوں کے دلوں کی بات تو میں جانتا نہیں ہوں۔ مجھے اپنا پتہ ہے
تم جب بھی مجھے پکارو گے۔ حاضر ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے دشمنوں میں اس
وقت تک تلوار چلاؤں گا کہ اللہ سے جا لوں۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر
اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ آپ نے اپنے ذمہ حق کا حق
ادا کر دیا ہے۔ اور خدا کی قسم! میں بھی تمہاری طرح ہمد کرتا ہوں۔ ابو مخنف

نے کہا۔ کوئی ان کے پاس دس دس بیس بیس یا کم و بیش اُتے رہے۔ اور اس دن اتنی ہزار مردوں نے بیعت کی (عبداللہ بن جعفرؓ) مابعد مسلم بن عقیل کوفہ آچکا ہے۔ اور امام حسین کے شیعوں نے اس کی بیعت بھی کر لی ہے۔ مگر تمہیں کوفہ کی ضرورت ہے۔ تو یہاں کسی مضبوط آدمی کو بھیجو۔ کیونکہ نوحان کمزور ہے۔ اور بہت ہی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔

خلاصہ گفتگو:-

کوفہ پہنچنے پر جن اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسین کے لیے بیعت کی۔ یہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے چکے شیعوں تھے۔ کیونکہ انہیں کے خطوط کے جواب میں امام حسین نے مسلم بن عقیل کو بھیجا۔ اور جب مسلم بن عقیل انہیں امام موصوت کا رقعہ پڑھ کر سناتے۔ تو یہ زار و قطار روٹے۔ اور پھر امام مسلم کے سامنے ان کے سر کردہ آدمیوں نے بڑے جانثارانہ اور غلامانہ خطبات کہے۔ ان کی اتنی بڑی تعداد اور ان کے دلفریب خطبات نے مسلم بن عقیل کو یہ باور کرا دیا۔ کہ کوفی شیعوں امام حسین کے واقعی فدائی اور شیدائی ہیں۔ اسی لیے امام مسلم نے امام حسین کو خط لکھ دیا۔ کہ حالات سازگار ہیں۔ لہذا آپ کوفہ تشریف لے آئیے۔ چنانچہ اسی پیغام کے ملنے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ مگر ہرگز یہ کہ انہیں کی اطلاع پر یزید کو زربصرہ عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ سے تبدیل کر کے کوفہ پر مقرر کر دیا۔

گورنر کو فدا میں زیاد کی دھمکیوں سے شیعوں نے امام حسین

کی بیعت توڑ دی

مقتل ابی مخنف :-

ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمُنْبَرِ وَأَمَرَ مَنْادِيَهُ ينادي في قَبَائِلِ
الْعَرَبِ أَنْ أَتِبْتُوْا عَلَيَّ بَيْعَةَ يَزِيدَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَبْعَثَ
إِلَيْكُمْ مِنَ الشَّامِ رِجَالًا يَتَتَلَوْنَ رِجَالَكُمْ وَيَسْتَبُونَ
حَرِيمَكُمْ قَالَ أَبُو مَخْنَفٍ فَلَمَّا سَمِعَ أَهْلُ الْكُوفَةِ جَدَّ
يَنْظُرُ بِمُضْطَمِّلٍ إِلَى بَدَنِهِ وَيَقُولُونَ مَا لَنَا وَالِدُ خَوْلٍ
بَيْنَ السَّلاطِينِ وَنَقَضُوا بَيْعَتَ الْحُسَيْنِ وَبَايَعُوا يَزِيدَ
قَالَ أَبُو مَخْنَفٍ وَكَانَ مُسْلِمٌ قَدْ أَصْبَحَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ
مَوْءُوفًا فَلَمَّا يَخْرُجُ لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الظُّهْرِ
خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَكَانَ وَاقِفًا وَصَلَّى وَحْدَهُ
وَلَمْ يَصَلِّ مَعَهُ أَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذْ
هُوَ بِغَلَامٍ فَقَالَ لَهُ يَا غُلَامُ مَا فَعَلَ أَهْلُ الْمَصْرِ
فَقَالَ يَا سَيِّدِي إِنَّهُمْ نَقَضُوا بَيْعَةَ الْحُسَيْنِ
وَبَايَعُوا يَزِيدَ -

(مقتل ابی مخنف ص ۲۵-۲۶ طبع قدیم فی ذہاب)

ابن زیاد من البصرة للكوفة -

ترجمہ:-

ابن زیاد خطبہ دے کر جب منبر سے اترے اور نداوی کرنے والے کو قبائل عرب میں نداوی کرنے کو کہا۔ کہ ”یزید کی بیعت پر پختہ رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شام سے تمہاری خاطر کچھ لشکر بھیجے۔ پھر وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں اور تمہارے آزاد عورتوں کو قیدی بنالیں“ ابو مخنف کہتا ہے۔ جب کوفیوں نے یہ سنا۔ تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ ہمیں حکمرانوں کے درمیان مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے امام حسین کی بیعت توڑی اور یزید کی بیعت کر لی۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ اس دن امام سلم نے پریشانی میں صبح کی۔ نماز صبح پڑھنے کے لیے مسجد بھی نہ گئے۔ ظہر کے وقت مسجد میں جا کر اذان اور اقامت کہی۔ اور تنہا نماز پڑھی۔ کوئی بھی نماز نہ آیا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک غلام سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا۔ اسے غلام! شہر والوں نے کیا کیا؟ غلام نے کہا۔ میرے مولا! ان کوفیوں نے امام حسین کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے۔

حاصل کلام:-

ابن زیاد کی دھکی لسی کا اگر ہوئی۔ کہ وہ کوئی شیعہ جو ایک وقت امام حسین کے لیے مرنے مارنے پر بیعت کر رہے تھے۔ اور جوان کا پیغام سن کر روتے روتے چپ نہ کرتے تھے۔ جنہوں نے قسمیں کھائی تھیں۔ کہ ہم نہیں پھر یں گے۔ صرف ایک ہی دن میں بات یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ مسلم بن عقیل خود ہی اذان و اقامت اور اکیلے ہی نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے مارے ڈر کے ایسا ارتقیہ کیا۔ کہ بے شمار وعدے کرنے کے باوجود امام حسین کی بیعت توڑ دی۔ اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اور حرعالات نے یوں پٹا

کھایا۔ اوصہ امام حسین رضی اللہ عنہ، مسلم بن عقیل کا پیغام سن کر کوثر روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اپنے بیگانے اُبار ہے ہیں۔ اور ہر قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ایسے کچھ اس کی جعلی بھی دیکھیں۔

صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی سابقہ

غذاریاں یا دولائیں اور بہت روکا مگر آپ نے شیعوں کے

خطوط پر اکتفا دیکھا اور روانہ ہوئے۔

مقتل ابی مخنف:-

فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ نَاشَدْتُكَ اللَّهُ يَا أَخِي أَنْ لَا
تَسِيرَ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا أَبَاكَ وَغَدَرُوا بِأَخِيكَ
فَأَقْبَرُوا عِنْدَ حَرَمِ جَدِّكَ وَإِلَّا فَأُدْجِعَ إِلَى
حَرَمِ اللَّهِ فَإِنَّ لَكَ فِيهِ أَعْوَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ لَهُ
لَا بُدَّ مِنَ الْمَسِيرِ إِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَ
لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا بَنَ الْعَمْرِ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكَ يُرِيدُ
الْعِرَاقَ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ قَدْ أَجْمَعَ رَأْيِي عَلَى
الْمَسِيرِ فَقَالَ يَا بَنَ الْعَمْرِ تَسِيرُ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا
أَبَاكَ وَغَدَرُوا بِأَخِيكَ فَلَسْتُ أَعْمَنُ عَلَيْكَ
أَنْ تَمُرَّ وَكَ نَاشَدْتُكَ اللَّهُ أَنْ لَا تَخْرُجَ فَأَبَى

الْحُسَيْنُ وَ دَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ
فَحَدَّثَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَسْتُ أَدْرِي
لَا فِي حَالٍ تَرَكْنَا هَذَا إِلَّا مَرَّيْتَوَلَاهُ
غَيْرُنَا فَقَالَ الْحُسَيْنُ قَدْ كَتَبَ إِلَيَّ شَيْعَتِي
وَأَشْرَافُ أَهْلِ الْكُوفَةِ بِالْقُدُومِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۰ / مسند الحسین

الی العراق طبع : قدیم نجف اشرف

ترجمہ :-

امام حسین سے محمد بن عقیقہ نے کہا۔ آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ آپ ایسی
قوم کے پاس نہ جائیے۔ جس نے آپ کے والد کو قتل کیا۔ اور آپ کے
بھائی سے غداری کی۔ آپ اپنے نانا جان کے حرم مدینہ منورہ میں ٹھہر
جائیں۔ ورنہ مکہ تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں آپ کے بہت سے معاونین
ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اعرات جانا ہی ہے۔۔۔۔۔
پھر امام حسین کو ابی عباس نے کہا۔ مائے میرے چچا کے بیٹے۔ مجھے پتہ چلا
ہے۔ کہ آپ عراق جانے کی تیاری میں ہے۔ امام حسین نے کہا۔ میری رائے
اسی پر مبنی ہے۔ کہ میں وہاں جاؤں تو ابی عباس نے عرض کی۔ ایسی قوم کے پاس
جانا چاہتے ہو۔ جس نے تمہارے والد کرم کو شہید کیا۔ اور تمہارے بھائی
سے دھوکا کیا۔ مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے۔ کہ وہ آپ کو بھی دھوکہ
دیں گے۔ تو تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ وہاں نہ جائیے۔ امام حسین نہ مانے
عبداللہ بن زبیر نے۔ کچھ باتیں کہیں۔ پھر کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ ہم نے کس حال

میں اس معاملہ کو چھوڑا۔ اور انہیں اس پر قبضہ کر بیٹھے۔ امام حسین نے کہا۔ مجھے میرے شیعوں اور کوفہ کے کرتے دھرتے لوگوں نے وہاں آنے کو کہا ہے
ابنہذا میں جاؤں گا۔

ذبح عظیم :-

عبداللہ بن عمر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں بقصد حج آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن عمر اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی۔ ہم وہ بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد مصمم دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے پوری احتیاط برتنی چاہیے۔ اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ ان کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ لوگوں نے عام طور پر یزید سے بیعت کر لی ہے۔ اور کوفہ والے بھی دولت و زر کے لالچ سے اس کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یا آپ کو شہید کر دیں گے۔ اس لیے آپ امن و امان سے خدائے گہریں بیٹھے رہیں۔

(ذبح عظیم مصنفہ اولاد حیدر شیعہ ۱۴۳-۱۴۴
کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

جلال العیون :-

پس ابن عمر نے کہا۔ یا حضرت آپ موضع جسد اطہر اپنا جسے رسول خدا چومتے تھے۔ مجھے دکھا دیجئے۔ پس حضرت نے موضع ناف مبارک

دکھایا۔ اور اس نے میں مرتبہ بوسا اس موضع اظہر کالیا۔ اور باگریہ وزاری کہد
میں آپ کو خدا کے پیر دکتا ہوں۔

(جلال العیون اردو جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۸)
فصل چودہویں)

حاصل کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، محمد بن حنفیہ اور
ابن زبیر نے آپ کو کوفہ جانے سے بہت روکا۔ اور اہل کوفہ کی ہر غداری اور دھوکہ بازی
یا دولائی۔ آپ کے باپ کو قتل کرنا اور آپ کے بھائی سے دھوکہ کرنا بھی یاد دلایا۔ اور
تسمیر عرض کی۔ آپ اوجھڑا ارادہ متوی فرمادیں۔ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں۔ ورنہ چل کر کوہِ معطر
تشریف رکھیں۔ یہیں آپ کی بہتری ہے۔ لیکن ان تمام حضرات کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے
یہی کہا۔ کہ میرے مخلص شیعوں اور کوفہ کے رئیسوں نے مجھے ملایا ہے۔ لہذا میں ضرور
جاؤں گا۔

عبداللہ بن عمر کو جب یقین ہو گیا۔ کہ امام اب رکتے نہیں ہیں۔ تو انہیں اپنی ناف مبارک
دکھانے کو کہا۔ تاکہ آخری وقت اس مقدس مقام کو چوم سکیں۔ جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ اسے تین مرتبہ چچا۔ اور پھر عرض کی سا چھا۔ خدا حافظ۔ اور یہ
کہہ کر حضرت عبداللہ بن عمر روئیے۔ یہ بھی معلوم ہوا صحابہ کرام امام حسین کے حق میں مخلص تھے۔

سفر کربلا میں عبداللہ بن یقطیر اور مسلم بن عقیل کی شہادت

کی خبر سن کر امام حسین کا ارشاد کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے

رسوا کر دیا۔

مقتل ابی مخنف:-

حَتَّىٰ اِنْتَهَىٰ اِلَى زُبَالَةٍ فَتَزَلَّ بِهَا شَرَّ قَتَامٍ
خَطِيْبًا فَتَحَمِيدَ اللّٰهِ وَ اَشْنَىٰ عَلَيْهِ وَ ذَكَرَ الشَّيْخَ
فَصَلَّىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ نَادَىٰ بِاَعْلَى صَوْتِهِ اَيُّهَا النَّاسُ
اِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ عَلٰى اَنَّ الْعِرَاقَ فِي قَبْضَتِي وَ قَدْ
جَاءَنِي خَبْرٌ صَحِيْحٌ اَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ وَ
هَانِيَّ بْنَ عُرْوَةَ قَتِلَا وَ قَدْ خَذَلْنَا شِيعَتُنَا
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَصْبِرُ عَلٰى ضَرْبِ السُّيُوفِ وَ
طَعْنِ الرِّمَاحِ وَاِلَّا فَلْيَنْصَرِفْ مِنْ مَوْضِعِهِ هَذَا
فَلَيْسَ عَلَيْهِ مِنْ زَمَانِي شَيْءٌ فَسَكُّتُوا جَمِيْعًا
وَجَعَلُوا يَتَفَرَّقُوْنَ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا حَتَّى لَمَّا بَقِيَ
عِنْدَهُ اِلَّا اَهْلُ بَيْتِهِ وَ مَوَالِيْهِ وَ قَالُوا وَ اللّٰهِ
مَا نَرْجِعُ حَتَّى نَأْخُذَ بِشَارِنَا اَوْ نَذُوْقَ الْمَوْتَ
غُصَّةً بَعْدَ غُصَّةٍ وَ هُمْ يَنْفُكُوْنَ وَ سَبْعُونَ رَجُلًا

وَهُمُ الَّذِينَ خَرَجُوا مَعَهُ مِنْ مَكَّةَ .

(مقتل ابی منصف ص ۴۳ مسیروالحسین

الی العراق مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف

۱۳۶۵ھ)

ترجمہ۔

امام حسین رضی اللہ عنہ زبالہ کے مقام پر پہنچے۔ سواری سے اترے۔ اور خطبہ دیا۔
اللہ کی حمد و ثناء کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر بلند آواز سے کہہ لوگوا
میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا کہ عراق میری مٹھی میں ہے۔ اور ابھی ابھی صحیح خبر
آئی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ ہشیدہ کے دیئے گئے ہیں ہمارے شیعوں
نے دہوا کر دیا ہے۔ تمہیں سے جو غواروں اور نیزوں کے زخم پر داشت کر
سکتا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اسی مقام سے واپس ہو جاؤ۔ واپس جانے والے
پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ سب خاموش ہو گئے۔ اور دائیں بائیں کھسکنے لگے۔
یہاں تک کہ آپ کے ساتھ اہل بیت اور غلاموں کے علاوہ کوئی شیعہ نہ
رہا۔ ان لوگوں نے کہا۔ خدا کی قسم! ہم امام مسلم کا بدلہ لے بغیر نہیں جائیں گے۔
یام جائیں گے۔ یہ لوگ ستر سے کچھ اوپر (بہتر) تھے۔ اور ہی تھے جو امام حسین
کے ساتھ مکہ سے آئے تھے۔

ارشاد شیخ مفید۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ أَنَا خَيْرٌ فِطْنٌ قُتِلَ مُسْلِمٌ
بُنُ عَقِيلٍ وَهَانِ بْنِ عُرْوَةَ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ يَقْطِيبِ
وَقَدْ خَذَلْنَا شِيعَتَنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ

الْأَنْصِرَافَ فَلْيَنْصَرِفْ فِي غَيْرِ جَرَجٍ مَعَهُ ذِمَامٌ
فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ وَأَخَذُوا يَمِينًا وَشِمَالًا حَقًّا
بَقِيَ فِي أَصْحَابِهِ الَّذِينَ جَاءُوا مَعَهُ مِنَ الْمَدِينَةِ
وَكَفَرُوا كَيْفَ يَرْتَمِنُ انْضَمُّوا إِلَيْهِ -

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۲/ فی توجہ

الحسین علیہ السلام الی الکوفة

مطبوعہ مکتبہ بصیرتی قم خیابان)

ترجمہ:-

اما بعد! ہمیں ایک افسوس ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ مسلم بن عقیل،
ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن قحطیر کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تحقیق ہمارے شیعوں نے
ہمیں ذلیل و خوار کیا ہے۔ پس تم میں سے جو واپس جانا چاہے تو بڑی خوشی
سے چلا جائے۔ اس پر کوئی رد و کد نہیں ہوگی۔ یہ سن لوگ (شیعہ) شتر بتر ہو
گئے اور دائیں بائیں سے چلتے بنے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس صرف آپ
کے وہی جان نثار رہ گئے جو مدینہ شریف سے آپ کو ساتھ ہوئے تھے اور وہ
چند لوگ جو ان کے کہنے پر ساتھ ل گئے تھے۔
مذکورہ دو عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ

حاصل کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کوفہ میں منزل زبالیہ پر جب یہ خبر سنی کہ امام مسلم اور عبداللہ بن قحطیر
اور ہانی بن عروہ شہید ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے۔
کیونکہ آپ کو خط لکھنے والے اور ملانے والے شیعہ تھے۔ اس لیے آپ نے فرمایا ہمارے

شیعوں نے ہمیں رسوا کیا ہے تو اس سے صاف واضح ہوا کہ امام حسین اور آپ کے اہل بیت کو ذلیل کرنے والے شیعہ ہی ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ساتھ چلنے والوں کو یہ بات سنائی اور فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے جس کی مرضی میرے ساتھ رہے اور جس کا دل چاہے چلا جائے کیونکہ اب وہ بات ختم ہو گئی کہ ہم اپنے شیعوں کے پاس جا رہے ہیں تو سب لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے سوائے ان لوگوں کے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل مکہ و مدینہ اہل بیت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی محب تھے اور اہل کوفہ مصنوعی محبت کے روپ میں حقیقتاً غدار اور اسلی قاتلان اہل بیت تھے۔

جنگ پہلے میدان کر بلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے

اپنے شیعوں کو وفاداری و جان نثاری کے دعوے

یاد دلائے مگر وہ ہر چیز سے مکر گئے۔

مقتل ابی مخنف :-

بَشَّرَ قَامَ الْحُسَيْنُ فِي إِزَارٍ وَثَقَلَيْنِ فَحَمِدَ اللَّهَ
وَ أَتَى عَلَيْهِ وَ ذَكَرَتْ بَيْتَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ مَعْذِرَةٌ إِلَى اللَّهِ وَ إِلَيْكُمْ حَدَّثِي أَتَيْتِي
كُتِبَ لَكُمْ أَنْ أَقْدِمُ عَلَيْكَ لَكَ مَا لَنَا وَ عَلَيْكَ مَا
عَلَيْنَا لَا يَسِرُّ لَنَا إِمَامٌ مِنْ مِثْلِكَ فَإِنْ كُنْتُمْ لِقَائِي

كَارِهِيْنَ رَجَعْتُ عَنْكُمْ اِلَى مَا شِئْتُ مِنَ الْاَرْضِ
فَقَالَ الْحُرُّ اَنَا وَاللّٰهُ لَسْتُ بِمَقْنٍ كَتَبَ اِلَيْكَ
فَقَالَ الْحُسَيْنُ لِعَقْبَةِ بْنِ سَمْعَانَ اَخْرِجِ
النَّحْرَجِيْنَ الْمَمْلُوْثِيْنَ كُتُبًا فَاَخْرِجْهُمَا
وَقَرَأْهَا عَلَيْهِمَا۔

وَمَقْلٌ اِلَى مَخْتَفِ صَلَاحِ مَلَقَاتِ الْحَرَمِ

الحسين۔ مطبع حیدر یلعجفت

(اشرف)

تجربہ۔

پھر امام حسین چاروں طرف سے گھیرے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا۔ پھر کہا۔ لوگو! میں اللہ اور تم سے معذرت خواہ ہوں۔ جسے کہ میرے پاس تمہارے رقعہ جات آئے۔ جی میں مجھے یہاں آنے کو کہا گیا تھا۔ اور تمہارا وعدہ تھا۔ ہم خوشی غمی سب میں تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور آپ کے بغیر ہمارا کوئی امام نہیں۔ اگر تم میرے یہاں آنے سے بیزار ہو۔ میں واپس چلا جاتا ہوں۔ جہاں میری مرضی ہو۔ خوسلے کہا۔ خدا کی قسم! میں رقعہ کھنسنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر امام حسین نے عقید بن سمعان کو فرمایا۔ خطوں سے بھرے ہوئے دو تھیلے لاؤ۔ اور ان میں سے رقعہ جات نکالو۔ اس نے رقعہ جات نکالے۔ اور ان (شیعوں) کو پڑھ کر سنائے۔

جلال العیون ۱۔

ایہا الناس! بنیام لبوسے شہاگر بعد از آنکہ نامہ اسے متواتر و متوالی،

وچکھائے شہا پیانی بمن رسیدہ و نوشته بودید کہ البتہ بیا بسوئے ما کہ البتہ پیشوائے
نداریم شاید کہ خدا مارا دشمار برحق و ہدایت مجتمع گردانند۔ اگر بر سر عہد و گفتار خود مستعد
ہیماں خود را تازہ کنید۔ و خاطر مرا مطمئن گردانید و اگر از گفتار خود برگشتہ اید و ہیماں
ہارا شکستہ و آمدن مرا کار میدن بجائے خود میگروم..... حضرت عقبہ بن
سحان را فرمود کہ خرمینی کہ ناہماکے آنجاست حاضر ساز چوں خرمین را آورد و معلو
بود از ناہماکے کوفیاں بے وقایح گفت من اطلاع ندارم از ای ناہماکے و از
جانب ابن زیاد و مامور شدہ ام کہ چوں ترا ملاقات نمایم از تو جدا نشوم تا تیرا بنزد
ابن زیاد برسم حضرت فرمود تا زندہ ام بای مذلت راضی نہ خواہم شد۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۴۲ - ۵۴۳)

آنحضرت بعراقا و آمدن حرم مقابله

آنسرور مطبوعہ تہران طبع جدید مطبوعہ

تہران ۱۳۹۵ھ

ترجمہ:-

ایہا الناس میں تمہاری طرف نہیں آیا۔ مگر جب کہ متواتر تمہارے خطوط اور
تمہارے قاصد بیا پٹے میرے پاس پہنچے۔ تم نے لکھا۔ کہ آپ ہمارے پاس
تشریف لائیے کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں ہے۔ شاید خدا ہم کو اور آپ کو
حق و ہدایت پر متفق کر دے۔ اگر تم اپنے عہد و گفتار پر قرار ہو۔ مجھ سے
عہد و ہیماں تازہ کر کے دل میرا مطمئن کرو۔ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے
ہو۔ اور عہد و ہیماں کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو۔
میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں..... حضرت نے عقبہ بن سحان
سے فرمایا۔ کہ وہ خرمین جن میں خطوط آئے تھے کہ آؤ۔ جب خرمین لائے۔ جو

خطوط کو بیان بے وفا سے بھری ہوئی تھیں۔ حُسن نے کہا۔ مجھے ان خطوط کی اطلاع نہیں ہے۔ مجھے ابن زیاد نے مقرر کیا ہے۔ کہ جب آپ کے ملاقات کروں۔ جَدانہ ہوں۔ تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں حضرت نے فرمایا۔ جب تک زمرہ رہوں۔ یہ ذلت مجھ سے گوارا نہ ہوگی۔

(جلاء العیون اردو ص ۲۱۵-۲۱۶ جلد دوم)
مطبوعہ شیخ جنرل بک آنکھنسی لاہور۔

مقتل ابی مخنف۔

ثُمَّ نَادَى الْحُسَيْنُ وَ يَلْكُ يَا شَيْثُ بْنُ رَبِيعٍ وَيَا كَثِيرُ
بُنْ شِهَابٍ وَيَا فُلَانُ وَيَا فُلَانُ أَلَمْ تَكْتُبُوا إِلَيَّ
أَنْ أَقْدِمَ عَلَيْكَ مَا لَنَا وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا
فَقَالُوا أَلَمْ تَفْعَلْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ
إِذَا كَرِهْتُمْ مُؤَنِّي دَعَوْنِي أَنْصَرِفْ إِلَى مَا شِئْتُمْ
مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ قَيْسُ بْنُ الْأَشْعَثِ أَنْزِلْ عَلَيَّ
حُكْمَ الْأَمِيرِ ابْنِ زِيَادٍ فَمَا تَرَى إِلَّا مَا نَحِبُ
فَقَالَ الْحُسَيْنُ وَاللَّهِ لَا أُعْطِي بِمِثْلِ مَا أُعْطِيَ
الدَّلِيلُ وَلَا أَفِرُّ فِرَارَ الْعَبِيدِ ثُمَّ تَلَا إِنِّي عُذْتُ
بِرَبِّي وَرَبِّكَ مِنْ كُلِّ مُسْتَكْبِرٍ لَا يُؤْمِنُ
بِیَوْمِ الْحِسَابِ۔

مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مضائقہ القوم
لحمین نجف اشرف (حمید ریم)

ترجمہ ۴:-

میدان کرلا میں امام حسین نے شیث بن رملی، کثیر بن شہاب اور دوسرے لوگوں کو کہا۔ تم برباد ہو جاؤ۔ کیا تم نے مجھے یہاں آنے کا نہ لکھا تھا۔ اور نفع و نقصان میں ساتھ دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ہم نے ایسی کوئی بات نہ لکھی اور نہ کہی۔ امام حسین نے فرمایا۔ اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔ تو میرا بیچھا چھوڑ دو۔ میں جہاں مرضی ہو چلا جاؤں۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ امیر ابن زیاد کے حکم سے گھوڑے پر سے نیچے اتر آئیں۔ تمہارے ساتھ اب جو ہم چاہیں گے۔ وہ سلوک ہو گا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اپنے ہاتھ (بیعت کیلئے) قویل آدمی کو نہیں دے سکتا۔ اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اِنْ خِفْتُمْ عَذَابَ

بِیِّنَاتٍ الْخِ

جلد العیون: امام حسین کو بلانے والے ہی آپ کے قاتل بنے۔

چول روز دیگر شد عمر بن سعد با چہار ہزار منافق عنید کمرہ لاریسید و در برابر لشکر امام سید فرو آمدند پس عمر، عروہ بن قیس الحمیری را طلبید و خواست کہ برسات بخد مت حضرت بفرستد چول آل نامروانز انہا بود کہ نامہ بان حضرت نوشته بودند قبول رسالت نکرد۔ و بہر یک از رؤسائے لشکر کہ میگفت باین علت ابامیکروند۔ زیرا کہ اکثر از انہا بودند کہ نامہ بحضرت نوشته بودند۔

جلد العیون جلد دوم ص ۵۴۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔ زندگانی سید الشہداء۔

ترجمہ:- جب دوسرا دن ہوا۔ عمر بن سعد لعین مع چہار ہزار منافقین داخل کر بلا

ہوا۔ اور مقابل لشکر امام حسین (رضی اللہ عنہ) اتر لیا اور عروہ بن قیس اسی کو ہلاکے چاہا
بطور قاصد کی امام حسین کے پاس بھیجے۔ مگر چونکہ وہ نامہ اُن میں سے تھا۔ جنہوں
نے خطوط امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے۔ اُس نے قاصد ہی قبول نہ کی۔ اور جس
امیر و رئیس لشکر سے کہتا تھا۔ کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ اس لیے ان میں اکثر وہی لوگ
تھے۔ جنہوں نے خطوط لکھے۔ اور عراق میں بکلیا تھا۔

(جلال العیون اردو ص ۲۲۰ جلد دوم مطبوعہ

لاہور۔)

جلال العیون :-

دی بنیم شمار کہ جمع شدہ اید پر اسے اسے کہ خدا را بخشم آوردہ اید بہر خود غضب
اور امتوجہ خود گردانیدہ اید و از رحمت او خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار
ہست پروردگار ما و بد بند گانید شمار بر اسے کشتن و ریت و عزت او شیطان
بفرمان برداری او ایمان آوردید و نظام ہر پر پیغمبر او و اکوئل جمعیت کردہ اید
بر اسے کشتن و ریت و عزت او۔ شیطان بر شما غالب گردیدہ الیست۔ و یاد
خدا را از خاطر شما محو کردہ است پس لعنت بر شما باد و بر ارادت شما باد اسے
بیوفایان جفا کار خدا را اور ہنگام اضطراب بعد و یاری خود طلبید چوں اجابت
شما کردیم و بہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بر رویے کشیدہ اید و دشمنان
خود را بر یاری گردید و از دوستان خدا دست برداشتید۔

(جلال العیون جلد دوم ص ۵۵۷ مطبوعہ تہران

خطبہ آل سرور و دربار سیاہ کوفہ)

ترجمہ :- میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے جمع ہوئے ہو کہ خدا کو تم نے اپنے

اور چٹکیں کیا ہے۔ اور اس کے غضب کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے اور اس کی رحمت سے محروم ہو گئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار شکوہ کار ہے۔ اور تم اس کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور آپ ہی اس پیغمبر کی قدرت و عزت کو قتل کرنے پر جمع ہو گئے ہو۔ شیطان تم پر غالب ہوا ہے اور اس نے یا خدا تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے۔ تم پر اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو۔ اسے یہ فایاں جفاکاراں تم پر ملے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی مدد کو مجھے بلایا۔ اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت و ہدایت کرنے کو اید اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔ اپنے دشمنوں کی تم نے یار کا مدد گاری کی اور اپنے دوستوں سے دستبردار کر کے دشمنوں سے مل گئے۔

(علامہ العیون اردو جلد دوم ص ۲۳۲-۲۳۳)

(مطبوعہ لاہور)

مقتل ابی مخنف

فَلَمَّا سَمِعُوا كَلَامَ زُهَيْرٍ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ حَتَّى نَقْتُلَ
صَاحِبَكُمْ وَمَنْ يُبَايِعْهُ أَوْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ.

(مقتل ابی مخنف ص ۵۶ مضامین)

القوم للحیوٰۃ مطبوعہ طبع حیدرہ

(نعت اشرف)

ترجمہ۔ جب کوئی شیعوں نے میدان کر ملا میں امام حسین کے ایک ساتھی زہیر سے

گفتگو سنی۔ (جس میں انہوں نے ان شیعوں کو خطوط لکھنے اور ان میں وعدے کیے جانے کا ذکر کیا تھا۔) تو انہوں نے جواب دیا۔ ہم امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا زید کی بیعت پر آمادہ ہو جاؤ۔

ان خطبات حسین رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

- ۱۔ میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مخاطبین وہ لوگ تھے جنہوں نے پے درپے خطوط لکھتے تھے۔ اور قسیر لکھا تھا کہ ہماری موت و حیات اور نفع نقصان سب کچھ آپ کی خاطر ہے۔
- ۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اتمامِ حجت کے لیے انہیں دو بوریاں کھول کر ان کے جب خطوط دکھائے۔ تو سب نے انکار کر دیا۔ اور کہا ہم نے کوئی خط نہیں لکھا۔
- ۳۔ میدانِ کربلا میں امام کے ساتھیوں میں سے زہیر بن قیس نے شیعوں کو ان کے وعدے اور قسیر یا دولائیں تو انہوں نے کہا۔ ہم تم سب کو قتل کر دیں گے بیعت دیگر زید کی بیعت کر لو۔
- ۴۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے جب کسی کو کان دار بتایا جاتا تو وہ اپنے خطوط یاد کر کے عزمت محسوس کرتا۔
- ۵۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں خط بھیجنے والوں کو فرمایا۔ کہ تم نے مجھ سے وعدے کیے۔ اور مجھے یہاں آنے کا ترغیب دی۔ ہم تمہارے وعدوں پر یقین کر کے آ گئے۔ اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریعہ۔ اور عزت

کے قتل کے درپے ہو۔ تم پر اللہ کی لعنت۔ تم غداروں کے وفائے نہ کیے۔ بلکہ تمہاری آٹھ سو بیوفائی بالکل واضح ہو گئی۔

حاصل کلام:-

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے، بارہ ہزار خطوط اور بہت سے قاصدین بھیجنے والے، مسلم بن عقیل کی اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والے اور نعمان بن بشیر گورد کو شام کی طرف دھکیلتے کا وعدہ کرنے والے سب کے سب ”شیعان علی و شیعان حسین“ تھے، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں میدان کربلا میں آنے والے بھی یہی تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے انہیں خطوط دکھلائے۔ اور ان کی قسمیں وعدے یاد کرائے۔ کیونکہ یہ سب لوگ ”کوفی الاصل“ تھے۔ ان میں کوئی حجازی یا شامی نہ تھا۔ ”مقتل ابی مخنف“ نے کہا۔

مقتل ابی مخنف:- امام حسین کے مقابلہ میں کوئی شامی نہ آیا سب کوفی تھے۔

فَتَكَا مَلُؤُا شَمَانُونَ أَلْفَ قَارِيَةٍ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ
لَيْسَ فِيهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حَبَشَانِيٌّ

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:-

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جو اسی ہزار کا لشکر آیا وہ سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں کوئی بھی حجازی یا شام کا رہنے والا نہ تھا۔
”ابی مخنف“ کی اس عبارت سے تصدیق ہو گئی۔ کہ اسی ہزار کا لشکر جو میدان کربلا میں امام کے مقابل تھا۔ وہ سب کوفیوں کا تھا۔ پچھلے اوراق میں آپ نے کوفی لوگوں کے بارے میں پڑھا۔ کہ سب ”شیعان علی“ تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام کو

بلائے والے بھی شیعوہ تھے۔ مسلم بن عقیل کے ہاتھ امام کے لیے بیعت کرنے والے اٹھارہ ہزار بھی شیعوہ تھے۔ اور میدان کر بلا میں امام اور اہل بیت کے قتل پر آمادہ بھی یہی اسی ہزار شیعوہ تھے۔

میدان کر بلا میں شہادت حسین کے بعد اہل بیت

کو لوٹنے اور رونے والے شیعوہ تھے۔

روح عظیم و نور لعین :-

علامہ اسحاق اسفرائینی حضرت زینب علیہا السلام کی زبانی لکھتے ہیں۔ کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے۔ کہ ناگاہ بہت سے مرد خیموں کے اندر چلے آئے۔ ازاں جملہ ایک شخص ازرق چشم تھا۔ اس نے خیمہ کا کل اسباب لے لیا۔ اور پھر اس نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ وہ ایک چتر سے پر پڑے ہیں۔ وہ چتر بھی اُس نے ان کے نیچے سے نکال لیا۔ ان کو زمین پر ڈال دیا۔ بعد اس کے میرے سر سے اس نے مٹن لے لیا۔ اور پھر اُس نے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اُٹار لے کر میرا کان بھی کسی قدر بھٹ گیا۔ کیونکہ اُس نے ان کو کھینچ لیا تھا اور خون میرے کانوں سے بہنے لگا تھا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی جاتا تھا پھر اُس نے اس غلطی کی طرف نظر کی۔ جو فاطمہ صغریٰ کے دونوں پیروں میں تھیں۔ اس کو اُٹارنے لگا۔ جب نہ اُتریں۔ تو اُس نے ان دونوں غلطیوں کو توڑ ڈالا۔ اور توڑ کر پیروں سے اُٹار لیا۔ پس میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو ہم کو لوٹتے بھی ہے۔ تو روتا کیوں ہے۔؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں اس مصیبت پر روتا ہوں،

جو تم اہل بیت پر نازل ہوئی ہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔ کہ میں اپنے کان کے دروے اور حضرت فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے اور زیادہ رونے لگی۔ اور میں نے کہا۔ کہ خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کر دے۔ بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے۔ کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس کا جواب سن کر اس سے کہا۔ کہ جب تجھ کو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے۔ تو پھر زیور کیوں لیے لیتا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ اس وجہ سے یہ زیور لیے لیتا ہوں۔ کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ تو کوئی دوسرا نہیں ضرور لے لے گا۔ اس لیے اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ میں ہی لے لوں۔ بہر حال ہمارے معزز مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ درخولی ابن یزید الاصمعی، تھا۔

(۱۔ نور العین ص ۱۳۸)

(۲۔ مقتل ابی مخنف ص ۹۷۔ هجوم القوم

علیٰ خیم الحسین) طبع کتبہ حیدریہ نجف

اشرف (قدیم)

(۳۔ ذریعہ عظیم ص ۲۰۶۔ ۳۰۷ غارت خیام

اہل بیت علیہم السلام۔ مطبوعہ لاہور۔

(۴۔ انوار نعمانیہ جلد سوم ص ۱۲۷ تذکرہ نور

فی بعض اقوال الطوائف)

ۛ

شہادت حسین کے بعد بازار کو فرمیں اہل بیت نے
ماتم کرنے والے شیعوں کو مکار و غدار کہا اور اپنا،

قاتل ٹھہرایا

خطبہ زین العابدین

اے ماتم کرنے والو ہمارا قاتل تمہارے سوا کون ہے

جلال العیون :-

چوں (اہل بیت رسالت) داخل کو نہ حضرت زین العابدین علیہ السلام لادیند
بسیار رنجور و نحیف است و دست مبارکش را در گردن تل کرده اند و مخدرات
استار عصمت را بر شترال برہنہ سوار کردہ اند صد بنوم و شیون و گریہ بلند
کردند حضرت باواز ضعیف گفت کہ شملہ را نو ص و گریہ می کنید پس کہ مارا کشتہ
است ۔

(۱۔ جلال العیون جلد دوم ص ۵۹۳ خطبہ حضرت

زینب خاتون در کوہ مطبوعہ تہران طبع جدیداً

(۲۔ احتجاج طبری جلد ۲ ص ۲۹۱ خطبہ زینب بنت علی مطبوعہ قم طبع جدید طبع قدیم ۱۴۵)

می تا بیل و بازی کشود و شمایز شستہ ایمان خود را گشاید۔ کفر خود برگشاید و نیست در میان شما
گرد عوئی بے اصل سخن باطل و تعلق فرزند کنیزان و عیب جوئی و دشمنان فرستید گرانندگی
کو در فرنبہ روئد فقرہ کد آراکش قبر کرده باشد۔ بد تو شہ خود با خرت فرستاید۔ و خود را محمل
در جہنم گردانیدید۔ اما شمار با گریہ و نالہ مکنید۔ خود را گشتہ اید و بر ما میگرسید بلے واللہ
باید کہ بسیار بگریید و کم خندہ مکنید۔

(۱)۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۲، مطبوعہ تہران

جدید خطبہ حضرت زینب خاتون

(۲)۔ اجتاج طبری جلد دوم ص ۲۹، طبع جدید

و طبع قدیم ص ۱۶۵

(۳)۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۱۱۵،

فی مقتلہ مطبوعہ قم طبع جدید

ترجمہ

حرمین بشر اسلام کی کتاب ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب دختر امیر المومنین نے اشارہ
کہا۔ خاموش رہو۔ اس حالت اضطراب و شدت میں اس طرح کلام کرنا نہیں۔
گویا امیر المومنین کلام فرماتے ہیں۔ پس بعد اسے حمد الہی و درودید مختار و آل بیت
انصار و عزت اطہار فرمایا۔

اما بعد! اے اہل کورہ! اے اہل کورہ و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ امد تم
نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور
تمہارے ستم سے ہمارا فریاد نالہ ساکن نہیں ہوا۔ اور تمہاری مثل اس عودت
کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط بنیتی اور کھول ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی دسٹی ایمان
کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے۔ تمہارا دعویٰ مگر سراسر بے اصل اور

اور ایک فن باطل ہے۔ اور مانند خوشامد کنیزاں و میب جوئی
 دشمنان اور مثل تمہاری ایسی ہے جیسے گھاس گھورے پراگی ہو قبرِ پاد و تیر و تار پر
 آرائشِ نقرہ کار کی گئی ہو۔ تم نے اپنے لیے آخرت میں نوشہ و ذخیرہ بہت خراب
 بھیجا۔ اور اپنے کو ابد الابد سزاوارِ جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و فغا کرتے ہو۔ خود تم نے ہی
 ہمیں قتل کیا۔ اور خود ہی روتے ہو۔ اے اللہ کی قسم! تمہیں زیادہ روؤ گے۔ اور کم
 ہنسو گے۔

(ترجمہ جلاء العیون ص ۲۷۰، انصاف پسین لاہور)



خطبہ فاطمہ بنت حسین رضی

اے ماتمیو! ہمارے قتل سے تمہارے دل شاد
 ہو گئے۔

جلاء العیون:-

بعد ازاں فاطمہ و خیر حضرت سیدہ شہداء اہل خطبہ خواجہ..... اے
 اہل کوفہ و اہل مکہ و مدینہ و حیلہ حق تعالیٰ اہل بیت رسالت را بے شما مبتلا گردانید
 دشمنان را بامتحان ساختہ و ابتلائے اہل بیت رسالت گردانید و علم خود را بامدادہ و فہم
 معارف را بامطالعہ کردہ و لایم سند و حق علم خدا و مخزن حکمت خدا و محبت خدا و زندہ
 جمیع عباد و بلاد گرامی داشتہ است اے اہل کرامت خود و تفضیل دادہ است

مارا ببرکت پیغمبر خود بسیاری از مخلوقات بفضیلت بسیار ظاہر پس شما تکذیب
 کرید مارا و مارا کافر شمارید و قتال مارا حلال دانستید و اموال ارا غارت کرید و مارا اسیر
 کرید مانند اولاد ترک و کابل چنانچہ ویروز جہار اکتید و پیوستہ خون اہل بیت از دم
 شمشیر ہائے شما میچکد برائے کینہ دیرینہ و دہائے شما شاد شد۔

(۱۔ جلال العیون جلد دوم ص ۵۹۴ تا ۵۹۵)

خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ مطبوعہ تہران جدید

(۲۔ احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۷ طبع جدید)

طبع ص ۱۶۵

ترجمہ:-

اس کے بعد سیدہ فاطمہ دختر سید الشہداء نے خطبہ پڑھا..... اے اہل بیت کو قہراہل قدر و کرد و تبحر و جیلہ حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت کو تمہارے ہاتھ مقبل
 کیا ہے۔ اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے۔ اور ملاؤں کو ہم پر نعمت بنایا ہے
 اور اپنا علم ہم کو دیا ہے۔ اور فہم و ادراک ہم کو عطا کیا ہے۔ اور ہم زمری خدا پر
 صندوق علم خدا و مخزن حکمت خدا جمیع جہاد و بلا و پریشانی اور ہم کو اپنی کرامت سے
 بزرگ کیا ہے۔ اور ہم کو اپنے پیغمبر کی برکت سے تمام مخلوقات پر فضیلت
 دی ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی۔ اور کافر بھا۔ اور ہم پر قتال کرنا حلال
 سمجھے۔ اور ہمارے مال کو غارت کیا۔ اور ہم کو مانند اسیران ترک و وایلم اسیر کیا۔
 کل کے روز تم نے ہمارے پدر بزرگوار کو قتل کیا۔ اور بسبب کینہ ہائے دیرینہ
 ہر وقت ہم اہل بیت کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپکتا رہا اور ہمارے قتل
 کرنے سے تمہارے دل شاد ہوتے رہے۔

(ترجمہ جلال العیون ص ۲۷۱ تا ۲۷۲ جلد دوم)



خطبہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ

کو فیو! تمہارا برا ہو تمہارے منہ سیاہ ہو جائیں۔

جلاء العیون:-

پس ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ بلند کرد و از ہووج محترم ندا کرد حاضر
افرا کہ اسے اہل کوفہ بدر بحال شما و ناخوش با و اولیائی شما پیچہ سبب برادر م حسین را
خواندید و یاری او نہ کردید و او را بقتل آوزید و اموال او را غارت کردید و پردگیان خرم
سرائے او را سیر کردید وائی بر شما و لعنت بر رویہائے شما گزید و نید کہ چکار کردید۔
فرچہ گناہان او زار و ریشیت خود بار کردید و چہ خونہائی محترم رو بختید و چہ دختران محترم کرم
را اتلاں کردید

(جلد اول عیون جلد دوم ص ۵۹۵ تا ۵۹۶ مطبوعہ
ایران جدید۔ خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ

ترجمہ

بعد اس کے ام کلثوم دوسری دختر جناب فاطمہ نے جیدائے گریہ و زاری بلند کی۔ اور
رور و کرا و آزدی۔ کہ اسے کوفہ والو۔ تمہارا مال و مال برا ہو۔ اور تمہارے منہ سیاہ ہوں
تم نے کسی سبب سے میرے بھائی حسین کو بکلیا۔ اور ان کی مدد نہ کی۔ اور انہیں
قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا۔ اور ان کے پردگیان عصمت و طہارت
کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم

کیا ہے۔ اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار کیا ہے۔ اور کیسے خونہائے محترم کو بہایا
دختران محترم کو نالال کیا۔ اور کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹا۔

(۱)۔ جلال المیون مترجم۔ جلد دوم ص ۷۳ ۷۴ جلد ۲

مطبوعہ لاہور

(۲)۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۰۱ مطبوعہ حیدرہ

نجف اشرف طبع قدیم

حاصل کلام:-

میدان کربلا میں امام عالی مقام کی شہادت اور آپ کے رفقاء کی قربانی کے بعد اہل بیت
کے خیر سے ساز و سامان لٹنے والا، امام زین العابدین کے نیچے سے چمڑے کا تکیہ لے اڑنے
والا، سیدہ زینب کے سر اور سے چادر اتارنے والا۔ فاطمہ صغریٰ کے پاؤں سے غلغلہ توڑ کر اتارنے
والا اور سیدہ زینب کے ہیکل کا نول کے گوشوارے کھینچ کر اتارنے والا جس کا نام ”خولیٰ بن یزید“ مسیحی تھا
یہ لیٹر اکثر ماتھی کوئی شیعہ تھا۔ سیدہ زینب نے پوچھا۔ نام راویہ تو بتلا کہ ہمیں لوٹ بھگا رہا ہے اور ماتم
بھی کرتا ہے، کہنے لگا۔ یہ دونوں باتیں محبت کی دلیل ہیں۔ لوٹ اس لیے رہا ہوں۔ کیونکہ اگر میں
نے نہ لوٹا تو کوئی دوسرا لازمی طور پر لوٹ ہی لے گا۔ تو یہاں اچھا ہوگا۔ کہ میرے آقاؤں اور اہل بیت
کی نشانیاں میرے پاس آئیں۔ اور میں انہیں دیکھ کر جذباتِ محبت و عقیدت کا اظہار
کرتا رہوں۔ اور اس لیے رہا ہوں۔ کہ آخر آپ اہل بیت کا پرانا خادم اور محب ہوں
آپ کے دکھ اور درد نہیں دیکھے جاتے۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اس لیے آنکھیں
آپ کو پریشان دیکھ کر جذباتِ محبت میں بے قابو ہیں۔ اور آنسوؤں کی لہریں پرور رہی ہیں۔
لہذا سیدہ! میرا لڑنا بھی محبت اہل بیت کا مظہر اور میرا رونا بھی غم اہل بیت کا اظہار
ہے۔ ”شیعان علی“ میں سے ہوں۔ اور ہم نے ہی آپ کو یہاں بلایا۔ پھر کیوں لا تعلق رہ

سکتا ہوں۔

ادھر جب محرمات اہل بیت ایسرانہ کو پہنچیں۔ تو وہاں بھی چاروں طرف ”شیعان علی اور
محبان اہل بیت“ کے نوحہ اور گریہ و فغان کی آوازیں سنیں۔ ان کو بھی ان ستم زدہ خواتین نے خطاب
میں کہا۔ تم نے ہمیں خطوط لکھ کر یہاں بلوایا۔ ہمارے آجانے کے بعد تم غدار نکلے۔ اور ہمارے
شیعہ ہونے کے دعویدارو! ہمیں کافر کہا۔ پھر ہمیں قتل کیا۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد اب روہے
ہو۔ اور ہمارا ماتم کر رہے ہو۔ اللہ کی تم پر لعنت ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں
رکھے۔ اور اسے غدار و انتہیں (اور تمہاری نسلوں کو) قیامت تک پیٹنا نصیب ہو۔ اور
ہفتنا کم نصیب ہو اور تمہارے منہ کالے رہیں، اہل بیت کی ہر دعا قبول ہوئی اور قاتلان
حسین نے اپنے منہ کالے کرنے کے علاوہ کچھ بھی کالے کر لیے۔

خلاصہ واقعہ کربلا

قادیانی حضرات! آپ کتب شیعہ کے حوالہ جات سے یہ معلوم کر چکے۔ کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد کوفہ میں شیعوں کی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ جس میں یہ سٹے
پایا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا جائے۔ اس کی خاطر رقعہ جات تحریر ہوئے۔ قاصدین
بھیجے گئے۔ اور رقعہ جات میں حلیہ لکھا گیا۔ کہ ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ اجتماع کرنے
والے، امام مظلوم کو کھلانے والے۔ خطوط لکھنے والے۔ خطوط پہنچانے والے اور ان خطوں
میں قسیمہ ہمدردیمان کرنے والے۔ اپنی موت و حیات کو امام موصوف کی موت و حیات سے
وابستہ کرنے والے، امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں اٹھارہ
ہزار بیعت کرنے والے سب کوئی اور شیعہ تھے۔ بلکہ انہیں درشتیمان علی، کھلانے
پر فخر تھا۔

اس کے ساتھ ہی امام مسلم کے ساتھ بیعت توڑ کر یزید کا بیعت میں داخل ہونے

والے۔ امام مسلم کو شہید کرنے والے۔ میدانِ کربلا میں امام حسین کے مقابلہ میں لڑنے والے، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والے۔ مستورات کے خیموں میں لوٹ مار کرتے والے۔ سیدہ زینب اور فاطمہ کے زیورات نوچنے والے، میدانِ کربلا میں لوٹ کرتے ہوئے رونے، والے، کوفہ پہنچنے پر مستوراتِ اہل بیت کو نوحہ و ماتم کر کے محبت جتانے والے یہ سب کے سب وہی اشخاص تھے۔ جن کو پکے شیعوہ کہا جاتا ہے۔

لہذا خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے یہ یقین کر لینا درست ہے۔ کہ امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کو شہید انہی کوفیوں (شیعوں) نے کیا۔ جنہوں نے آپ کو کوفہ آنے کو لکھا۔ اور اہل بیت کی مستورات کی بے حرمتی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک بھی انہی لوگوں کا تھا۔ اس لیے وہ تو مر گئے۔ لیکن اب ان کے گدی نشین لوگوں کو اپنے عقائد سے توبہ کر کے مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم ہو جانا چاہیے۔

انعام۔

فقہین نے کتبِ شیعوہ سے جتنے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک حوالہ بھی مذکور کتاب میں نہ ملے۔ تو اس نشانہ ہی کو تے والے کو فی حوالہ میس ہزار روپیہ ادا کر دیں گا۔ اور اس کے علاوہ جو سزا چور کی رہی میری

(ہا تو اب ہانک کر ان کتبِ صادقین)

ایک دھوکہ

قاتلانِ امام حسینؑ ”اہل سنت تھے“



ایک نئے شیعہ مجتہد کا نرا لہ اجہتاؤ۔

ہماری نظر سے ایک رسالہ گذرا۔ مصنف کا نام ”سید العلماء الحاج مولانا سید علی نقوی“ اور رسالہ کا نام ”قاتلانِ حسین کا مذہب“ ہے۔ اس رسالہ میں مصنف نے بڑی ڈھٹائی اور فریب دہی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے سُنی تھے۔ حیرت اس بات پر بھی ہوئی کہ فریقین کی کتب میں مذکور ہے کہ امام حسین کو بلوانے والے ”شیعیان علی“ تھے۔ خط لکھ کر اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے والے میدان کربلا میں تلواریں لئے مقابلہ پر اترے تھے۔ ان حقائق کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ اور دودھ کو دھوکے پیش کرنا ثابت کرنا پڑا کہ قاتلانِ حسین ”اہل سنت تھے“۔

پہلا دھوکہ،

واقعہ کربلا کے وقت کوفہ سے شیعہ ختم ہو چکے تھے

قاتلانِ حسین کا مذہب، ابو الحسن مدنی نے کتاب الاسدات میں اس

زمانے کی مرتع کشتی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”لَكَانَ أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً حِينَئِذٍ أَهْلُ
الْكُوفَةِ يَكْثُرُ مِنْ بِهَا مِنْ شِيعَةِ
عَلِيٍّ فَاسْتُعْمِلَ عَلَيْهِمْ زِيَادُ بُرْت
سُمِّيَهُ وَصُتِرَ إِلَيْهِ الْبَصَرَةُ
فَكَانَ يَتَّبَعُ الشَّيْعَةَ وَهُوَ بِهِمْ
عَارِفٌ لِأَنَّهُ كَانَ مِنْهُمْ آيَاتُ
عَلِيٍّ فَقَتَلَهُمْ تَحْتَ كُلِّ حَجَرٍ
وَمَذَرَهُمْ وَأَخَافَتَهُمْ وَقَطَعَ الْأَيْدِي
وَالْأَرْجُلَ وَسَمَلَ الْعُيُوتَ وَ
صَلَبَهُمْ عَلَى جَذُوعِ النَّخْلِ
وَطَرَدَهُمْ وَشَرَدَهُمْ عَنِ
الْعِرَاقِ فَلَمْ يَبْقَ بِمَا مَعْرُوفٍ
مِنْهُمْ“

ترجمہ:

معاویہ کے دور حکومت میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ
تھے۔ اس لیے کہ وہاں شیعہ ان علی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم بھی
زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا۔ اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا
وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا۔ کیونکہ علی کے زمانہ میں وہ ان ہی لوگوں کے
ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا اور ہاتھ پاؤں قطع کئے۔
آنکھوں میں سلاخیاں پھروائیں۔ درختوں پر سولیاں دلوائیں۔ اور عراق

سے جلا وطن کیا۔ یہاں تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص ان میں سے باقی نہیں رہا۔
 اس صورت حال کے چھتہ ہوئے ممکن تھا کہ کوفہ کے اندر شیعہ جماعت کے لیے
 کوئی نمایاں حیثیت باقی رہتی۔ بلکہ مارے جانے، سولی پاتے اور جلا وطن ہونے کے بعد
 جو بچے کچے اشخاص موجود بھی تھے۔ وہ گوشوں کے اندر اور پردوں کے نیچے زندگی بسر کرنے
 پر مجبور تھے۔ اور شیعیت کا نام بھی زبان پر لانا اپنے استحقاق قتل کی دستاویز خیال
 کرتے تھے۔۔۔ یہ صورت حال دو ایک ماہ، دو ایک سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم
 رہی۔ جس میں بچے جوان اور جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے۔ شیعیت ایک مخصوص
 با معرفت اور صاحب ایمان جماعت میں مخفی حیثیت سے پرورش پا رہی تھی۔ اور وہ
 جماعت کوفہ کے اتنے بڑے شہری گم نامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔

(قاتلان حسین کا مذہب ۶۲ تا ۶۴)

(مطبوعہ لاہور)

جواب اول

سوالہ میں ذکر کی گئی کتاب کا مصنف شیعہ مذہب کا ہے

علی نقی نے کتاب الاحداث کی جو عبارت نقل کی۔ وہ ابو الحسن مائنی شیعہ المذہب
 کی تخریر ہے۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات اور
 کتاب فاطمیات وغیرہ تخریر کیں۔ ان کتابوں میں زیادہ مواد شیعیت کا ہے اور مسلک
 شیعہ کے بڑے بڑے مجتہدین نے اس کی عبارات پر اعتماد کر کے اس کی روایات کو نقل
 بھی کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ابو الحسن مائنی ہم اہل سنت کا نہیں بلکہ اہل شیعہ

کا قابل اعتماد آدمی ہے۔ اس امر کا ثبوت شیعہ کتاب سے ملاحظہ ہو۔

الکفی والاقاب

ابو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ بصری مدائنی شیخ متقدم و خیر ماہر صاحب تصنیفات فراوان کہ از آنست کتاب خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ و کتاب خطبہ ہائے امیر المومنین علیہ السلام و کتاب کسانیکہ از طالبین کشتہ شدند و کتاب فاطمیات و غیرانیہا۔ ابن ابی الحدید مدائنی در شرحش برہنج از او نقل نموده و ہم شیخ مفید و ارشد و غیر آں نیز از او روایت کرده اند۔

کتاب الکفی والاقاب تصنیف شیخ
عباس قتی۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۲ تذکرہ مدائنی
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

ابو الحسن مدائنی پرانے بزرگوں میں سے بہت بڑا عالم اور استاد تھا۔ بہت سی تصنیفات کا مالک تھا جن میں ”خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم“ خطبہ ہائے امیر المومنین علیہ السلام اور آل بیت کے ان افراد کے بارے میں جو قتل کر دیئے گئے قابل ذکر ہیں کتاب فاطمیات بھی اسی کی تصنیف ہے۔ ابن ابی الحدید مدائنی نے نہج البلاغۃ کی شرح میں اس کی بہت سی عبارات نقل کیں۔ اسی طرح شیخ مفید نے ”ارشاد شیخ مفید“ میں اور بہت سے دوسرے لوگوں نے اس سے روایت کی ہے۔

یہ جو کچھ تحریر ہوا شیعہ کتاب سے تھا۔ اہل سنت کی اسماء و رجال کے موضوع

پر لکھی گئی کتابوں میں ابوالحسن مدائنی کو ”صاحب اخبار“ کے الفاظ سے روشناس کرایا گیا اور سند والی روایات بہت کم ذکر کرنے والا بتایا گیا۔

میزان الاعتدال

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَدَائِنِيُّ
الْأَخْبَارِيُّ صَاحِبُ التَّصَانِيفِ ذَكَرَهُ
ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ
مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَيْفٍ الْمَدَائِنِيُّ
مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ لَيْسَ
بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ وَهُوَ
صَاحِبُ الْأَخْبَارِ قَلَّ مَالُهُ مِنْ
الرِّوَايَاتِ الْمُسْتَدَّةِ -

(میزان الاعتدال للذہبی جلد ۲
ص ۲۳۶ حروف العین - مطبوعہ مصر
طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوالحسن علی بن محمد مدائنی اخباری بہت سی تصانیف کا مالک ہے ابن عدی
نے الکامل میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوالحسن مدائنی مذکور
عبدالرحمن بن سمرہ کا آزاد کردہ غلام تھا حدیث میں قوی نہیں تھا اور صاحب
الخبر تھا روایات مسندہ کی اس نے بہت تھوڑی تعداد میں روایت
کی ہے۔

ہذا لیے اخباری اور غیر قوی آدمی کی عبارت سے خیر مستغنیف کو رو کر ناکم علی اور
جہالت کی دلیل ہے۔

جواب دوم

یہ کہنا غلط ہے کہ واقعہ کر بلا کے وقت کوفہ میں شیعوں معدوم

ہو گئے تھے

علی نقی نقوی کے دعوہ میں دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور
میں شیعیت تخت مرگ پر تھی۔ اور اس کے چاہنے والے ایک ایک کر کے ختم کئے جا رہے
تھے۔ یہ پہلو ایک ایسی دیدہ دلیری ہے۔ جو حقائق کو ہرگز چھپا نہیں سکتی۔ کتب شیعہ بھی اس
کی تردید کرتی ہیں۔ اور خود اس شخص کے بیان سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ جو واقعہ کر بلا
کا پہلا راوی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ لکھتا ہے۔ کہ جب شیعوں نے
امام حسین کو خط لکھے۔ تو انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہم آپ پر جان قربان کر دیں گے۔
ہمارے شکر آپ کے شکر ہوں گے۔ امام مسلم جب نمائندہ کی حیثیت سے تشریف
فرما ہوئے۔ تو اتنی ہزار شیعہ آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کے لئے حوالہ
پیش خدمت ہے۔

مقتل ابی مخنف۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا مَالٌ غَيْرُكَ فَأَقْدِمُ إِلَيْنَا
لَنَا مَالَكَ وَ عَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا فَتَعَلَّ
اللَّهُ أَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى

وَاعْلَمْنَا أَنَّكَ تَقْدِمُ عَلَيَّ جُنُودَ مُجَنَّدَةٍ .
 (مقتل اہل محنت مشائی خروج الحسین
 مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ۔

بات یہ ہے کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ لہذا آپ ہمارے پاس
 ضرور تشریف لے آئیں تاہم آپ کا فائدہ ہمارا فائدہ اور آپ کا نقصان ہمارا نقصان
 ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق و ہدایت پر جمع
 کر دے اور آپ کو جاننا چاہئے کہ جب آپ تشریف لائیں گے۔ تو
 تیار شکروں کی طرف تشریف لائیں گے۔

مقتل اہل محنت۔

سَارَ حَتَّى وَصَلَ الْكُوفَةَ فَتَزَلَ
 لَيْلًا فِي دَارِ سُلَيْمَانَ بْنِ مُرَّةٍ وَ
 قِيلَ فِي دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدَةَ
 الشَّقِيقِيِّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُونَ
 إِلَيْهِ مَا قَرَأَ مِنْ كِتَابِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوا
 يَبْكُونَ وَ يَنْتَحِبُونَ فَقَامَ عَائِشُ الْبَكْرِيُّ
 فَحَمِدَ اللَّهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ وَ ذَكَرَ الشَّيْخَ
 فَصَلَّى عَلَيْهِ وَ أَقْبَلَ عَلَى مُسْلِمٍ وَ قَالَ
 إِنِّي لَسْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِ
 النَّاسِ وَلَكِنْ أُخِيرُكَ بِمَا فِي نَفْسِي

إِذَا دَعَوْتُ مُؤَنِّيَ أَحَبَّتْكُمْ وَأَضْرَبُ بِسَيْفِي
عَدُوَّكُمْ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ شَمًّا
جَلَسَ وَ قَامَ حَبِيبُ بْنُ مُظَاهِرٍ وَقَالَ لَهُ
يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ وَأَنَا
وَاللَّهِ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ قَالَ أَبُو مَخْنَفٍ وَ
جَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ
عَشْرَةَ بَعْدَ عَشْرَةٍ وَعِشْرِينَ وَاقْتَلَّ
وَ أَكْثَرَ حَتَّى بَايَعَهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُونَ
أَلْفًا جُلًّا -

ترجمہ

رکھوں کے مسلسل خطوط آنے پر امام حسین نے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ
لینے کے لیے کوفہ بھیجا، آپ چلتے چلتے کوفہ پہنچ گئے رات کے وقت
سیمان بن مراد یا مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر تشریف فرما ہوئے لوگ
آپ کی آمد سن کر زیارت کے لیے آنا بانا شروع ہو گئے۔ آپ نے
انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ سن کر وہ رو دیئے
اور آہ وزاری کرنے لگے۔ عابس بکری کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء
کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد کہنے لگا "اے مسلم!
مجھے اور لوگوں کے دلوں کا تو پتہ نہیں میں اپنے دل کی بات کرتا ہوں
آپ جب بھی مجھے بلائیں گے۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اپنی تلوار کے
ساتھ آپ کے دشمنوں کو مار بھگاؤں گا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے
ملاقات کر جاؤں (مر جاؤں) پھر یہ بیٹھ گیا اور حبیب بن مظاہر نے

کھڑے ہو کر کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور خدا کی قسم! میرے جذبات بھی وہی ہیں جو عالس بکری کے ہیں۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ کوئی دس دس کی بیس بیس کی ٹولیوں میں یا کم زیادہ تعداد میں آتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں ہی امام مسلم کی اتنی ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی۔

نیزنگ فصاحت۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا۔ سوائے کوفہ کے اور کوئی میری ملکیت نہیں ہے چاہے میں اسے پیٹوں چاہے کشادہ کروں جس طرح چاہوں (تعرف کروں)

(نیزنگ فصاحت ترجمہ نیچ البلاغہ
ص ۳۹ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی قدیم)

مجالس المومنین۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقائدہ دلیل ندارد کہ کسی بودن کوئی الاصل خلاف
اہل محتاج بدلیل است و اگر چہ ابو حنیفہ کوئی باشد۔

(مجالس المومنین تصنیف نور اللہ
ثو ستری۔ جلد اول ص ۵۶
مطبوعہ تہران)

ترجمہ۔

کوفیوں کے شیعہ ہونے کے لیے دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت

نہیں ہے اور اصل کوفہ کے رہنے والے کا اپنے آپ کو نسنی کہنا چونکہ خلاف اصل ہے۔ لہذا اسے اس کی دلیل دینا پڑے گی۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ کو فی ہی کیوں نہ ہو۔

لمحہ فکریہ۔

آپ حضرات نے ملاحظہ کیا کہ علی نقی نے کس طرح دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اپنے گھر کی بات کو اپنی دلیل بنا کر اہل سنت کا رد کرنا کیسی بے معنی بات ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ تشریف لانے کے وقت یہ کہنا کہ شیعہ چُن چُن کر ختم کر دیئے گئے۔ اگر یہی حقیقت تھی۔ تو خطوط بھیجنے والے اور امام مسلم کی ایک ہی دن میں اسی ہزار بیعت کرنے والے کون تھے؟ کوفیوں کا امام حسین کو اپنا امام تسلیم کرنا اور اپنے لشکر کو ان کی کمان میں دینے کا اظہار کرنا اور کوفہ کے گورنر کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اس کو شکست دینا ان تمام باتوں کے لیے تیار کھڑے ہونا کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کیا ایسے ارادے والے چند آدمی ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کہنا اپنے قتل کے مترادف سمجھتے ہوں۔ امام مسلم بن عقیل کے سامنے حلف و فدا داری اٹھایا جا رہا ہے۔ اور جگہ کی قلت کی وجہ سے دس دس بیس بیس کر کے آنے والے اسی ہزار تک پہنچ گئے۔ کیا ان تمام حالات و واقعات سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ شیعیت پر حالت مرگ طاری تھی۔ مقام حیرت ہے کہ علی نقی کا یا تو مطالعہ کم ہے۔ یا جھوٹ بولنے اور حق کو چھپانے کی پرانی عادت ہے۔ پھر اس کے باوجود ”سید العلماء“ کہلاتا ہے۔ کیا اسے یہ علم نہ تھا کہ امام مسلم کی بیعت کرنے والے اپنی کتب میں ان کی تعداد کتنی تھی؟ اگر معلوم تھا۔ تو پھر یہ کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ تشریف لانے کے وقت چند شیعہ باقی تھے وہ بھی چُپ چُپا کر وقت گزار رہے تھے۔ کتاب بڑا فریب ہے۔ ابو مخنف کے

علاوہ دوسروں کے نزدیک خطوط لکھنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ کوفہ میں شیعہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ پھر یہ کون تھے؟ جیہ کہ انہوں نے خطوط میں اپنی شیعیت کا واسطہ دیا۔ اور اس کا اقرار بھی کیا۔

اس کے علاوہ نور اللہ ثوستری (شہید ثانی) نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ کوئی بلا دلیل شیعہ ہیں۔ اور ان میں سے اہل سنت کا دعویٰ کرنے والے کو اپنے سُستی ہونے کی دلیل دینا پڑے گی اگرچہ وہ مشرق و غرب میں مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لہذا ثابت ہوا کہ علی نقوی کا یہ کہنا کہ کوفی اہل سنت تھے۔ اور انہوں نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ بہت بڑا دھوکہ اور بھوٹ کا پلندہ ہے۔ ہم سی پوچھئے کہ قاتلان حسین خود تمہاری کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں بتائیں کہ کون تھے؟ قاتلان حسین وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے پے در پے کوفہ سے امام کو خطوط لکھے۔ جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اور اپنے آپ کو خالص و مخلص شیعین علیؑ کیا۔ پوچھئے تو یہ لوگ کون تھے؟

دوسرا دھوکہ

علی نقی نے ایک چال چلی۔ تاکہ بھولے بھالے اہل سنت کو دھوکہ دے کر اپنا اُتو سیدھا کرے۔ چال یہ چلی کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو جس قدر خطوط لکھے گئے۔ وہ اجماعی طور پر تھے۔ ان میں دو باتوں کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ ہم لکھنے والے قاتل کے شیعہ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ معاویہ اور اس کی آل غاصب امامت ہے اور آپ امامت کے حقی دار ہیں۔ لیکن آخری خط جو سات آدمیوں کی طرف سے تھا۔ اس میں یہ

دونوں باتیں نہ تھیں اور انہی سات آدمیوں اور ان کے ساتھیوں نے امام کو شہید کیا۔ باقی
اجتماعی خطوط لکھنے والے تو میدانِ کربلا میں اپنی جانثاری کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ قاتلانِ حسین اجتماعی خطوط والے نہ تھے۔ بلکہ آخری خط لکھنے والے سات اور
ان کے ساتھی تھے۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کھلانا پسند نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی معاویہ اور اس
کی آل کو غاصبِ امامت کہنے پر تیار تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے امام حسین کو امامت کا حق
دار کہا۔ دیکھئے اس کی کلام اس کے اپنے الفاظ میں۔

قاتلانِ حسین کا مذہب

اب تک جو کاروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہ اجتماعی کہی جاسکتی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں
جماعتِ شیعہ اور اس کے ذمہ دار نمائندے پیش نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ کاروائیاں
اس خط پر ختم ہو گئیں جو اپنے معنوں کے اعتبار سے بھی بالکل آخری کہا جاسکتا ہے لیکن اس
کے بعد ایک خط کوفے سے جاتا ہوا نظر آتا ہے امام حسین علیہ السلام کے نام جس
کے الفاظ یہ ہیں۔

” اَمَّا بَعْدُ فَتَعَدَّ اَخَصَرَ الْجَنَّةِ وَ اَيْتَعَتِ

الْاَشْعَارُ وَ طَعَتِ الْاَجَامُ فَاِذَا شِئْتَ فَاقْدِمُ

عَلٰی جَنَّتِكَ لَكَ مَجْتَدٌ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ “

” کہتیاں ہلہار ہی میں۔ اور مجھے درختوں میں رسیدہ ہیں۔ تالابِ بیدیز

میں۔ پس جب آپ پا میں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو

آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔ “ والسلام

اس پر سات آدمیوں کے دستخط ہیں شبیب بن ربیع، حجار بن الجراح، یزید بن عمار

یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن الجراح، زبیری محمد بن عمیر تمیمی۔ ذرا سے پہلے

خطوط اور اس خط میں عنوان کی حیثیت سے ملزوم کیجئے۔ ان خطوط میں سے ہر خط میں برابر اپنے تشیع و ایمان کا حوالہ ہے۔ معاویہ اور آل معاویہ کے غضب خلافت کا تذکرہ ہے۔ حسین بن علی کے استحقاق امامت کا اعتراف ہے۔ لیکن اس خط میں یہ کچھ بھی نہیں۔

اس کے علاوہ یہ سات آدمی اگر اس جمیعت کے رکن تھے۔ جو امام حسین کو دعوت دیتے کی بانی تھی۔ تو ان اجتماعی خطوط میں ان کا کہیں نام کیوں نظر نہیں آتا۔ باوجودیکہ یہ لوگ کوئی گم نام اشخاص نہیں۔ بلکہ دوسلے عثمان اور شیوخ قبائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم تھا کہ سلیمان بن مراد و صیب بن نجہ اور رفاقہ بن شداد اور صیب بن مظاہر ایسے مہراب عبادت میں زندگی گزارنے والے بے ایم و رسم اشخاص کا تو اس میں نام ہو۔ اور یہ لوگ نظر نظر کر دیئے جائیں۔ پھر جب کہ وہ کیٹی ایک آخری کاروائی کر چکی تھی۔ جس میں پرزور الفاظ میں تعجیل کی درخواست تھی۔

اور پھر میری قوت شامتہ کو تو اس خط کے طرز تحریر اور اس کے الفاظ سے بھی کوئی غلوں و محبت کی بوجھیں نہیں ہوتی۔ بلکہ برعکس اس کے مجھ کو اس کے اندر استہزاء اور تمسخر کا جو ہر کارفرما نظر آ رہا ہے۔

آخر حسین کو لہبائی کمیٹیوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض، اور اب ریز تالابلہ سے کیا مطلب؟ پھر اس میں امام حسین کی تشریف آوری کی خواہش کا بھی پتہ نہیں ہے۔ بلکہ آنے کو آپ کی مشیت پر محمول کر کے ایک خبر رسانی کی سی صورت ہے۔ یہاں پر تیاریاں ہو گئیں۔ جب آپ کا دل چاہے تشریف لائیے۔ ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشخاص کو اس جماعت سے کہ جو شیعہ کہی جاسکتی تھی۔ کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ تو جب دیکھا کہ خطوط اس قدر جاچکے ہیں۔ کہ امام حسین ضرور ہی ان کے مطالبہ کو پورا کر کے تشریف آوری عراق کا ارادہ کر لیں گے۔ اور موجودہ صورت حال کی بنا پر ان کو کامیابی حاصل ہوگی۔ تو ہم بھی پانچویں سواریوں میں، کی شل کے مطابق

یہ چاہا کہ ہم بھی خطوط لکھنے والوں میں شمار کر لیے جائیں۔ اس طرح حضرت کی حکومت ہونے پر جس کے توقعات قائم ہو چکے ہیں۔ ہم سے بدظنی پیدا نہ ہوگی۔ اور یا اس کے اندر کوئی سازش مضمر تھی جس کی بنا پر متفقہ طور سے یہ خط لکھا گیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان خطوط لکھنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہیں۔ ایک شخص کی بھی زندگی واقعہ کر بلا میں امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں پائی نہیں جاتی۔

دقائق حسین کا مذہب تصنیف
علی نقی نقوی صاحب مطبوعہ انارکلی لاہور

شیعہ مجتہد نے جن سات افراد کو قتل حسین کا ذمہ دار

قرار دیا شیعہ کتب میں وہ شیعہ

ثابت ہوئے

جواب اول۔

ناظرین! آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ اس دھوکے نے پہلے دھوکہ کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ دھوکہ دیا تھا کہ امام حسین کی روانگی کے وقت کوفر میں کوئی سرعام شیعہ نہ تھا اور اب کہلایا رہا ہے کہ سات آدمیوں کے سوا اٹھارہ ہزار خطوط لکھنے والے کٹر شیعہ تھے اور ان سات آدمیوں نے خون لگا کر شہید بننے کی کوشش کی۔ یا کسی سازش کے تحت ایسا کیا۔ بہر حال بقول علی نقی یہی چند آدمی گنتی تھے۔

اس تازہ دھوکہ میں علی نقی نے اس آفری خط لکھنے کی وجہ تحریر کی وہ یہ ہے کہ

چونکہ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کی تشریعت آوری یقینی ہو گئی تھی۔ اور حالات کے سازگار ہونے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کے بن جانے کی قوی امید بھی تھی۔ لہذا ان سات آدمیوں نے مخالفت نہ کرنے کا ایک ذریعہ تلاش کیا۔ تو اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت شیعوں کی اتنی بڑی کثرت تھی۔ کہ وہ حکومت بنانے کے لیے بال و پر تول رہے تھے۔ اور موجودہ حکومت کا تختہ اٹھنے کی اپنے میں ہمت پاتے تھے۔

تیسری بات یہ کہ ان سات آدمیوں کے علاوہ تمام خطوط لکھنے والوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدان کر بلا میں مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کی حمایت میں جانیں قربان کیں۔ اور مقابل میں مرنے والے وہی سات آدمی اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنے خط میں اپنے آپ کو "شیعہ" نہ لکھا تھا۔ جیسا کہ ایک عربی عبارت بھی علی نقی نے نقل کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی علی نقی کا ایک فریب اور دھوکہ دینا ہے کاش اس فریبی کو اپنی کتب کا ہی مطالعہ نصیب ہوتا۔ فدانا نسخ التوارخ میں جہاں تک کر دیکھیں۔ کیا علی نقی کا کہنا درست ہے؟

ناسخ التوارخ،

مُشَبِّتُ بْنُ رَبِيعٍ وَحُجَارُ بْنُ ابْنِ زَيْدِ بْنِ عَارِثٍ، ابْنُ رَدِيمٍ وَعُرْوَةُ بْنُ قَيْسٍ
وَعُمَرُ بْنُ مَجَاجٍ وَزَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَنُصَيْرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ التَّمِيمِيِّ بِدَرْغَلُورَ مَكْتُوبٌ كَرَدَنَدَ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اِلَى الْحُسَيْنِ
بْنِ عَلِيٍّ مِّنْ شِيعَتِهِ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ
الْمُسْلِمِينَ اَمَّا بَعْدُ۔ فَقَدْ احْضَرْتُ
الْجَنَانَ وَآيَنْعَتِ الشِّمَارُ وَاعْشَبَتِ
الْاَرْضُ وَآوَرَقَتِ الْاَشْجَارُ فَاِذَا شِئْتَ

هَاقَتِيْدٌ عَلٰی جُنْدٍ لَّكَ مُجَسَّدَةٌ
السَّلَامُ۔

دناسخ التواریح مالات سید الشہدا

علیہ السلام۔ جلد ۲ ص ۳۵ نامہ ہائے

مردم کوفہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

شبث بن ربیع، حجار بن الجرم، زید بن عارث، ابن رویم، عروہ بن قیس، عمرو
بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو انہی نے اس قسم کا خط امام حسین رضی اللہ
عنه کو لکھا۔

ماشاء اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے۔ یہ خط حسین بن علی کی طرف
ان کے شیعہ اور مومنین و مسلمین کا ہے۔ مابعد باغات سرسبز و شاداب
میں پھل پک کر تیار ہو چکے ہیں۔ زمین لہلہا رہی ہے۔ درخت پتوں سے
اٹے پڑے ہیں۔ سو جب آپ چاہیں تشریف لے آئیں۔ آپ کے لیے
بغور تعاون ایک لشکر بالکل مسلح اور تیار کھڑا ہے۔

لمحہ فکریہ

یہ تھا اس خط کا مضمون جو ان سات آدمیوں نے تحریر کیا تھا کہ جن کے بارے میں
علی نقی کی بھونڈی منطق یہ تھی کہ یہ لوگ سُنی تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے نامہ میں لفظ شیعہ
اور مومن نہیں لکھا۔ صاحبِ فاسخ التواریح نے تو علی نقی کو چاروں شافلوں کے سلسلے چت
کر دیا۔ اب میں نہ مانوں کہ علاج کون کرے؛ کیونکہ اس میں صاف لفظ شیعہ آگیا ہے اور بقول
علی نقی یہ لوگ قاتلانِ حسین ہیں۔ تو خوب واضح ہو گیا کہ قاتلانِ حسین شیعہ ہی تھے۔

جواب دوم

میدان کر بلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل تمام شیعہ تھے

جیسا کہ ہم گذشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں کہ میدان کر بلا میں امام عالی مقام کے مقابلہ میں وہی لوگ تھے جنہوں نے بارہ یا اٹھارہ ہزار کی تعداد میں خطرہ لکھے جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جنہوں نے اپنی جان نثاری کی قسمیں اٹھائیں ابن زیاد کی زیادتیوں اور خوف کے مارے بھی ”مجان حسین“ بعد میں ”قائمیان حسین“ بنے۔ اگرچہ یہ لوگ دلی طور پر اس مقابلہ کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن ڈنڈا پیر سب کام کروا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے جب کسی کو کسی جتھہ کا سردار و سالار بنا کر امام کے ساتھ لڑائی کے لیے بھیجا جاتا۔ تو مارے شرم کے بیچارے کی گردن نہ اٹھتی تھی۔ سلیمان بن مرد غزاعی کے مکان پر وفات امیر معاویہ کے بعد ہونے والی شیعہوں کی میٹنگ سے لے کر بازار کوفہ میں قافلہ اہل بیت کے گرد اہل کوفہ کے ماتم تک سارے واقعات اپنے بڑی تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے اور یہ تمام واقعات ہم نے شیعہ کتب کے معتبر حوالہ جات سے پیش کیے ہیں ان تمام واقعات کا اعادہ تو اس وقت مناسب نہیں تاہم ان کا خلاصہ ہم اختصار کے ساتھ پیش کیے دیتے ہیں تاکہ مذکورہ تاریخی گواہیاں آپ کے ذہن میں دوبارہ تازہ ہو جائیں اور شیعہ مجتہد علی نقی نقوی کے دوسرے دھوکہ کی قلعی بھی کھل جائے۔

پہلے مرحلے پر سلیمان بن مرد نے اپنے گھر میں ہونے والے اجتماع سے کہا معاویہ جہنم داخل ہو گیا ہے (معاذ اللہ) و شما شیعیان او و پرا بزرگوار وید یعنی تم

حسین اور اس کے والد علی کے شیعہ ہو، اگر مدد کر سکتے ہو تو امام حسین کو دعوت دوسب نے کہا ہم ان کی بھو پور مدد کریں گے۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۸ طبع جدید ارشاد شیخ مفید میں یہ الفاظ ہیں کہ سلیمان نے کہا انتہ مشیعتہ و شیعۃ ایہ تم اس کے اور اس کے باپ کے شیعہ ہو ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۲ مطبوعہ قم مقتل ابی مخنف ص ۱ طبع نحت میں ہے ونحن شیعتہ۔ ہم حسین کے شیعہ ہیں۔

دوسرے مرحلے جب کوفیوں نے امام حسین کو دعوت دی اور خطوط لکھے تو ان کے بعض چیدہ چیدہ الفاظ یہ تھے از جانب سائر شیعیان و مومنان و مسلمان اہل کوفہ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۹ طبع تہران جدید یعنی یہ خط کوفہ کے تمام شیعوں کی طرف سے ہے۔ لَئِیْسَ لَنَا اِمَامٌ غَیْرُکَ مقتل ابی مخنف ص ۱۸ یعنی اے امام حسین ہم آپ کے سوا کسی کو امام نہیں مانتے۔ وَ اِنْ لَمْ تَقْبَلْ اِلَیْنَا فَانْتَ اَشِدُّ ذَنْبٍ عَظِیْمٍ ص ۱۲۶ اگر آپ کوفہ نہ آئے تو آپ (روز قیامت) اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

تیسرے مرحلے پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب بقول شیعہ کتب ان الفاظ میں لکھا۔ بسوئے گروہ مومنان و مسلمانان و شیعیان جلاء العیون جلد دوم ص ۱۵ یعنی یہ خط حسین بن علی کا شیعوں مومنوں مسلمانوں کی طرف ہے،

جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۱۹

چوتھے مرحلے پر جب امام مسلم کوفہ میں آگئے تو شیعہ کتب کے مطابق آپ کی بیعت کرنے والے شیعہ ہی تھے۔ دیکھیے۔ چوں ترد شیعیان بخندست مسلم بیا رشد جلاء العیون ص ۱۹۳، تو ایسے میں ایک یزیدی انسان نے امام مسلم کی کوفہ میں سرگرمیوں کی مخبری یزید کو ان الفاظ میں کی۔ شیعیان برائے حسین بن علی بیعت مے نمایند۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۲۱ یعنی شیعیان کوفہ امام مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت

کرتے ہیں۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۱۹۳)

وَقَدْ بَايَعَهُ شَيْعَةُ الْحُسَيْنِ مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ صَلَواتُ اللہ علیہ وسلم

یعنی حسین کے شیعوں نے مسلم کی بیعت کی بیعت کر لی ہے۔

پانچویں مرحلہ پر امام مسلم کا خط پاکر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کی تیاری کر لی صحابہ کرام نے اگر کوفہ جانے سے منع کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا۔ قَدْ كَتَبَ اِلَيَّ شَيْعَتِي مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ یعنی مجھے میرے شیعوں نے خطوط لکھ دیے ہیں اس لیے میں ضرور جاؤں گا اس کا جواب امام حسین کے گئے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ کو یہ دیا کہ ان دشمنوں کے دھوکہ میں نہ آئیں قَوْمٌ قَتَلُوا اَبَاكَ وَغَدَرُوا بِاخِيكَ۔ اس قوم نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی (امام حسن رضی اللہ عنہ) سے دھوکہ کیا۔

چھٹے مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کو چل پڑے راستہ میں امام مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا قَدْ حَدَّثَنَا شَيْعَتُنَا۔ مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ ص ۱۹۳ اور ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۳ یعنی ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا کہ دھوکہ سے بلایا ہے وطن کیا سفر میں لڑا اور میرے پیچھے سے پہلے میرے بھائی کو مار ڈالا۔ ساتویں مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں کوئی فوج کے سامنے وہ خط انڈیل دیے جو انہوں نے آپ کو لکھے تھے مگر کوئی صاف منکر ہو گئے کہ ہمیں ان خطوط کا کوئی علم نہیں دیکھے مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ ص ۱۹۳ اور جلاء العیون ص ۱۹۳ بعد ازاں گورنر کوفہ عمر بن سعد جس نے کوئی سردار کو امام حسین کے پاس گفتگو کرنے کے لیے بھیجا چاہتا دیکھا کہ شرم کے جانے سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ تمام نے خطوط لکھے ہوئے تھے۔ دیکھیے وہ ایک از روئے شکر کہ میگفت باین علت ابامیکر و ند

شہر ہی شیعوں کا تھا۔

(۴) حسین بن علی رضی اللہ عنہا کو شہادت مسلم کی خیرتر پہنچی تو آپ نے اس بشارت کا ذمہ دار شیعوں کو قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں شیعوں نے رسوا کیا ہے۔

(۵) امام حسین کا کوئی فوج کے سامنے خطوط انڈیلنا اور عمر بن سعد کے کہنے کے باوجود کوئی سرداروں کا مکے شرم کے امام حسین کے سامنے نہ ہونا یہ کھلی شہادتیں ہیں۔ اس بات کی کہ جہنوں نے آپ کو دعوت دی انہوں نے آپ کو شہید کیا اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بلانے والے پکے شیعہ تھے۔ اب نتیجہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

(۶) کوئی شیعوں نے قتل حسین جیسا جرم چھپانے کے لیے بازار کو فہ میں قافلہ اہل بیت کے گرد ماتم شروع کر دیا جو اہل بیت رسول کو سخت ناگوار گزارا۔ اور انہوں نے شیعوں کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے فرما دیا کہ ماتم مت کرو تم ہی ہمارے قاتل ہو۔ اور ہماری بددعا ہے کہ تاروز ابد یو ہی ماتم کرتے رہو گے، خدا تمہارے چہرے سیاہ کرے۔ اللہ نے مظلوموں کی آہ سن لی اور آج تک قاتلان حسین اپنے جرم کی دنیوی سزا حاصل کرتے ہوئے ماتم کر کر کے اپنا حال تباہ کر رہے ہیں۔

قتل حسین جیسے جرم کی سزا تو ہے
سہر قاتلوں میں یہ ماتم پیا تو ہے



فصل نہم

شیعوں کی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں

گستاخی:

بقول شیعوں امام زین العابدین نے اپنے آپ کو بزرگ

غلام ہونا مان لیا تھا

روضہ کافی:-

ابن محبوب عن ابی الیوب عن برید بن معاویہ
قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول ان
برید بن معاویہ دخل المدینہ و هو
یرید الحج فبعث الی رجل من قویش فأتاه

فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ أَتَقِرُّ لِي أَتَكَ عَبْدٌ لِي إِنْ شِئْتُ
بِعُتْكَ ؟ وَإِنْ شِئْتُ اسْتَرْقَيْتُكَ

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللَّهِ يَا يَزِيدُ مَا أَنْتَ بِأَكْرَمَ
مِثِّي فِي قُرَيْشٍ حَسَبًا وَلَا كَانَ أَبُوكَ أَفْضَلَ مِنْ
أَبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ وَمَا أَنْتَ بِأَفْضَلَ
مِثِّي فِي الدِّينِ وَلَا بِخَيْرٍ مِثِّي فَكَيْفَ أُقِرُّ لَكَ
بِمَا سَأَلْتَ ؟ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ إِنْ لَمْ تُقِرَّ لِي
وَاللَّهِ قَتَلْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتْلُكَ

إِتْيَايَ بِأَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَمْرِي بِهِ فَقَتِلَ -

(حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَعَ يَزِيدَ لَعَنَهُ اللَّهُ)
شَرَّ أَرْسَلَ الْحَيَّ ابْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِقُرَيْشِي فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ
ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ
أُقِرَّ لَكَ أَلَيْسَ تَقْتُلُنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ
بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللَّهُ بَلَى فَقَالَ
لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ أَقْرَرْتُ
لَكَ بِمَا سَأَلْتَ أَنَا عَبْدٌ مُكْرَهُ فَإِنْ شِئْتُ
فَأَمْسِكْ وَإِنْ شِئْتُ فَبِيعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ
لَعَنَهُ اللَّهُ أَوْلَى لَكَ حَقْنَتُ دَمِكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ

ذَلِكَ مِنْ شَرِّكَ -

(فروع کافی کتاب الروضہ جلد ششم ۲۳۲-۲۳۵)

مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۸۹ء تذکرہ یزید

علی بن حسین

ترجمہ:-

(بکثرت اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب یزید بن معاویہ حج کے ارادے سے جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔ تو ایک قریشی آدمی کو بلوایا۔ اس کے آنے پر کہا۔ کیا تو میرا غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر میں چاہوں تجھے بیچوں اگر چاہوں غلام ہی رکھ لوں؟ اس قریشی نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! قریش میں باعتبار سب کے تو مجھ سے زیادہ باعزت نہیں۔ اور نہ ہی تیرا باپ میرے باپ سے جاہلیت اور اسلام میں بہتر ہے۔ اور نہ تو ہی دین میں مجھ سے افضل ہے۔ اور نہ تو مجھ سے بہتر ہے تو میں کیونکر تیرا سوال قبول کروں؟ یزید نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر نہ مانا۔ تو قتل کروں گا۔ تو قریشی نے کہا۔ میرا قتل حسین بن علی کے قتل سے زیادہ بڑا نہیں۔ تو نے اسے قتل کیا جو رسول اللہ کا نواسہ تھا۔ اتنا کہنے پر اس قریشی کو یزید نے قتل کروا دیا۔

(امام زین العابدین کا یزید ملعون کی بیعت کو تسلیم کر لیتا)
پھر یزید نے امام زین العابدین کو بلوایا۔ اور انہیں بھی وہی کچھ کہا جو اس قریشی کو کہا تھا۔ یزید سے امام زین العابدین نے کہا۔ اگر میں مطلوبہ اقرار نہ کروں۔ تو کیا مجھے بھی اسی شخص کی طرح قتل کر دے گا۔ جس طرح اس کو قتل کیا؟ یزید نے کہا ہاں امام زین العابدین نے کیا۔ تیرا مطالبہ میں نے مان لیا۔ میں عبد معذود ہوں۔ تیری مرضی اگر چاہے مجھے بیچ دے۔ چاہے رکھ لے یزید لعنہ اللہ علیہ نے

کہا بہت اچھا کہ تم نے اپنا خون محفوظ کر لیا۔ اور اس سے تیری عزت میں کوئی فرق نہ آیا۔

جلاء العیون ۱۔

یعنی بسند حسن از امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ یزید بیہانہ حج بکندنیہ آمد کہ از اہل مدینہ بیعت بگیرد پس فرستاد مرے از قریش را طلبید و گفت اقرار کن بہ بندگی من اگر خواہم ترا یکدم و اگر خواہم بہ بندگی بگیرم اں مرگفت بخدا سوگند کہ تو ازین بہتر نیستی و در حسب و نسب و پدر من بہتر بنود نہ در جاہلیت نہ در اسلام و تو و درین از من بہتر نیستی چرا برائے تو این اقرار یکدم یزید گفت اگر اقرار نہ کنی بخدا سوگند کہ تیرا میکشم اں مرگفت کشتی تو مراد نہ خواہد بود از کشتن حسین بن علی فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس امر کرد کہ او را قتل رسانیدند۔ فرستاد و حضرت علی بن الحسین علیہما السلام را طلبید و بہاں یعنی کہ اں مرد را کہ و حضرت را فرمود، حضرت فرمود کہ اگر برائے تو اقرار یکدم مرا خواہی کشت چنانچہ اں مرد را کشتی پس گفت علی حضرت فرمود اقرار کروم بآنچہ سوال کردی یزید گفت خون خود را حفظ کردی و از شرف و بزرگواری تو چیزی کم نشود۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۶۷۷-۶۷۸)

مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۱ھ مصائب

اخرانی کہ بہر آنحضرت وارد شد

ترجمہ

یعنی نے بسند حسن حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ یزید حج کے یہاں نے مدینہ آیا۔ کہ اہل مدینہ سے بیعت لے۔ پھر ایک قریشی کو طلب کر کے کہا۔ میری غلامی کا اقرار کر۔ اگر میں چاہوں تجھے قتل کر دوں۔ اور اگر چاہوں تجھے اپنی غلامی میں رکھ لوں۔ اس مرد دیندار نے کہا۔ قسم بخدا!

توحسب و نسب میں مجھ سے بہتر نہیں ہے۔ اور تیرا باپ میرے باپ سے بہتر نہ تھا۔ نہ جاہلیت کے وقت نہ اسلام میں۔ اور تو دین میں مجھ سے بہتر نہیں ہے، پھر کس واسطے میں یہ اقرار کروں سیزید نے کہا۔ قسم بخدا اگر تو اقرار نہ کرے گا۔ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس مردے کو تیرا قتل کرنا میرے واسطے زیادہ نہ ہو گا۔ قتل حسین بن علی فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سیزید ملعون نے اس کو قتل کر دیا۔

اور کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کو طلب کیا۔ اور وہی کہا جو اس مرد سے کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر میں اقرار نہ کروں۔ اُس وقت تو مجھے قتل کر دے گا۔ جس طرح اُس مرد کو قتل کیا۔ سیزید نے کہا۔ ہاں۔ حضرت نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا۔ اُس کام میں نے اقرار کیا۔ سیزید نے کہا تم نے اپنی جان کی حفاظت کی۔ اور تمہارے شرف و بزرگوں میں کچھ کم نہ ہوا۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۶۷)

(مطبوعہ لاہور)

لمحہ فکر یہ :-

شیعہ حضرات کے نزدیک اگر فریقین کے نزدیک لڑائی کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ تو وہاں لڑائی کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی کا حکم نہیں تھا۔ اور جہاد کی اجازت نہ تھی۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیزید کے مابین جہاد کا حکم تھا۔ اس جہاد میں حضرت امام حسین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جب سیزید کے دامن پر کسی اہل بیت کے خون کے دھبے نہ تھے۔ تب امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کیے اصحاب نے میدان کر بلا میں جانیں قربان کیں۔ اور جب اس کا دامن

آلودہ ہو گیا۔ اور دنیا نے اسے قاتلِ اہل بیت کہا۔ تو ایسے وقت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت کر لی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ تو سب کچھ قربان کر دیں۔ اور یزید کے حق میں بیعت نہ کریں۔ اور ان کے فرزند ارجمند سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صرف اپنی جان کے تحفظ کی خاطر اس کی بیعت کر کے اپنے اباؤ اجداد کے مشن کو بدنام کریں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ لہذا معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام زین العابدین کے بارے میں بیعت کا یہ قصہ بھی انہی واقعات کی ایک کڑی ہے۔ جن کو بڑی پاک دہی سے ان شیعہ لوگوں نے گھڑا۔ اس طرح ”شیعان علی“ امام زین العابدین کے ساتھ ہی سلوک روار کھے ہوئے ہیں۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلا کر پھر میدانِ کربلا میں کیا۔

اس واقعہ موضوعہ کا ایک حیران کن پہلو یہ بھی ہے۔ کہ ایک عام قریشی شخص تو جان و سہ و دنیا ہے۔ لیکن یزید کے سامنے حق گوئی اور بے باکی کا عظیم مظاہرہ کرتا ہے۔ اور اس کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اہل بیت کے سر تاج سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے پدر بزرگوار بھائی اور چچاؤں کے قاتل کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اور حق کو چھپا کر باطل کی ہاں میں ہاں ملا لیتے ہیں۔ کیا امام زین العابدین میں ایک عام آدمی جتنی بھی غیرت ایمانی نہ تھی۔ (معاذ اللہ ثم معافا اللہ) یہ سب باتیں اہل بیت کی تذلیل اور کوارکشی کے لیے گھڑی گئی ہیں۔

(ان هذا لا يهتبان عظيم على الامام العظيم)



گستاخیؑ

بفرمان زمین العابدین رضی اللہ عنہ ہر منکر خلافت علی
کے عضو تناسل اور دبر سے آواز آئی، پہلے خلافت علی
کا اقرار کرو وگرنہ ہم بول و براز ہرگز نہیں کریں گے۔

(معاذ اللہ)

آئینہ حیدریؑ

امام زید العابدین نے فرمایا کیا تم کو غدیر خم کا واقعہ کافی نہیں ہے۔ جبکہ میں نے علی رضی اللہ عنہ
کو اپنا جانشین کہا۔ تم نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے تھے۔ اور فرشتے ان میں سے سر
نکالے جھانک رہے تھے۔ اور تم کو پکار رہے تھے۔ یہ دلی خدایہ ہے۔ اس کی متابعت کرو۔ ورنہ
تم پر عذابِ خدا نازل ہوگا۔ اس سے ڈرو۔ کیا تم کو یہ بات کافی نہیں ہے۔ کہ تم نے دیکھا کہ
علی چلتا تھا۔ اور پہاڑ سامنے سے ہستے جاتے تھے۔ تاکہ موڑ کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔
جب وہ گزر گیا۔ تو پہاڑ پھر اپنی جگہ آگئے۔ بعد ازاں علی نے دعا کی۔ اسے خدا۔ ان لوگوں کو پھر پتی
نشانیاں دکھا۔ کہ یہ امر تیرے نزدیک اہل ہے۔ تاکہ تیری محبت ان پر اور زیادہ تاکید کر دے۔
الغرض جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس گئے۔ تو اندر داخل ہونا چاہا۔ باز من نے ان کے
پہلوں پر کڑیے۔ اور ان کو اندر جانے سے روک دیا۔ اور آواز دی کہ ہمارے اندر تم کو قدم رکھنا حرام ہے
جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا
اور یہ کہہ کر گھروں میں داخل ہوئے۔ پھر اندر جا کر دوسرے کپڑے بدلنے کے لیے اپنا لباس اتارنے
کا ارادہ کیا۔ تب وہ لباس ان پر بھاری ہو گئے۔ اور وہ ان کو نہ اتار سکے۔ اور کپڑوں نے ان کو آواز

دی۔ کہ تم پر ہمارا اتنا آسان نہ ہو گا۔ جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا۔ اور کپڑوں کو اتار دیا۔ پھر رات کا لباس پہننے کا ارادہ کیا۔ تب وہ بھاری ہو گیا۔ اور ان کو آواز دی۔ کہ تم پر ہمارا پہننا حرام ہے۔ جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اقرار کیا۔ پھر کھانا کھانے لگے۔ اس وقت لقمہ ان کے لیے بھاری ہو گیا۔ اور جوتے بھاری نہ ہوئے تھے۔ وہ ان کے منہ میں جا کر پتھر بن گئے۔ اور ان کو آواز دی۔ کہ تم پر ہمارا کھانا حرام ہے۔ جب تک ولایت علی ابن طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے ولایت علی کا اقرار کیا۔ بعد ازاں وہ پیشاب و پاخانہ کی ضروریات کو رفع کرنے لگے۔ تب وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان کا دفعیہ ان کے لیے متعذر ہوا۔ اور ان کی بیٹیوں اور آلائے ناسل نے آواز دی کہ ہمارے ہاتھ سے خلاصی پانا تم کو حرام ہے۔ جب تک ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اس ولی خدا کی ولایت کا اقرار کیا۔

د آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری
ص ۵۵۶-۵۵۷ مطبوعہ لاہور

لمحہ فکریہ:-

اس واقعہ میں جو کچھ کہا گیا۔ وہ اپنے مقام پر۔ لیکن اس کا راوی امام زین العابدین کو بتانا کس قدر گھٹیا حربہ ہے۔ اس کی عینی بھی درست کی جائے کم ہے۔ کہاں امام پاک اور کہاں اس قسم کی لچر اور بے ہودہ واہیات و خرافات۔ گویا سیدھے طور پر تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ذات پر حملہ نہ کر سکے۔ ایسی بے ہودہ روایات کی نسبت کر کے انہیں بدنام کرنے کی ناچاک جسارت کی گئی۔

جہاں تک اس واقعہ کے مندرجات کا معاملہ ہے۔ تو کوئی بھی باضمیر اور باجبا شخص انہیں

پڑھ کر مارے شرم کے اپنی گردن اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت منوانے کے لیے جو ایک بے بنیاد اور بکواسات کا پلندہ گھڑا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ جید کرار کی توہین سے لبرین ہے۔ پھر اعلیٰ درجہ کی بے شرمی یہ کہ اتنا سلا اور دیر تک نے جب تک ولایت علی کا اقرار نہ کرایا اس وقت تک یہ مشکلات میں گھرے رہے۔ حضرت علی کی ولایت تھی۔ یا اندرونی شدید بیماری جس نے پیشاب و پاخانہ بند کر دیا۔ کسی قدر گھناؤنا مذاق اقرار پایا۔

(استغفر اللہ تبارک و تعالیٰ)

گستاخی نمبر ۳:-

انکار حیدری:-

و بشار الذین آمنوا۔ اور بشارت دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے تیری نبوت کی تصدیق کی ہے۔ اور تجھ کو پیغمبر جانتے ہیں۔ اور تیری تمام باتوں کو سچ جانتے ہیں۔ اور تیرے تمام افعال کو درست سمجھتے ہیں۔ اور تیرے بھائی علی کو تیرے بعد اپنا امام اور تیرا پیغمبر دیکھ رہے ہیں۔ اور سب احکام میں اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ ان کو حکم دیتا ہے ویسا ہی عمل میں لاتے ہیں۔ اور نبوت کے سوا جو مرتبہ تجھ کے سے مخصوص ہے۔ اور سب فضائل و خصائل میں اس کو تیرا ہمسر اور ہم رتبہ جانتے ہیں۔ اور جنت ان کو بھی ملے گی۔ جبکہ وہ اس کو اور اس شخص کو جس کے لیے وہ اپنی اولاد میں سے نسل کرے اور اس کے تمام دوستوں کو دوست رکھیں گے۔ اور اس کے مخالفوں سے دشمنی رکھیں گے۔ اور دوزخ کی آگ ان پر بھی سرور ہوگی اور وہ اس کے عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے۔

جب کہ وہ اس کے مخالفوں کی دوستی اور ان کے دشمنوں کی مدد کرنے سے کانکشی

اختیار کریں گے۔

(اٹنار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۵، ۱)

مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور

خلاصہ کلام:-

یہ ہے کہ جنت میں جانا اور دوزخ سے رہائی پاناصرت اسکی پر موقوف نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے ارشادات پر عمل کیا جائے۔ بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے علاوہ باقی تمام اوصاف و کمالات میں حضرت علی کو آپ کے ہمسر اور ہم رتبہ سمجھا جائے۔ جس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے۔ کہ جو شخص حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر اور مرتبہ نہ جانے۔ وہ جنتی نہیں۔ بلکہ دوزخی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعوں لوگ اگرچہ وہ بے لفظوں میں یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم حضرت علی کو نبی نہیں مانتے۔ لیکن سبب ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔

”اور انعامیہ ص ۱، پر مذکور ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تین چیزوں میں حضرت علی میرے ساتھ شریک ہیں۔ اور تین میں وہ اپنا کوئی ہمسر اور شریک نہیں رکھتے۔ یعنی ان جیسی مجھ میں شجاعت نہیں۔ ان جیسی میری بیوی نہیں۔ اور ان جیسی میری اولاد نہیں۔ اور پھر تماشایہ ہے۔ کہ ان ”نام نہاد و مجاہد اہل بیت“ نے یہ روایت امام زین العابدین کی طرف منسوب کی۔ ٹھیک ہے۔ پرانی دشمنی کا بدلہ اسی طرح لیا جاتا ہے۔



فصل وہم

حضرت امام باقر و حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے حق

میں گستاخیاں

گستاخی پر

امام باقر اعضاء مخصوصہ پر صرف چوناٹل کر برہنہ لوگوں کے سامنے

آگئے (معاذ اللہ) اور یہی چیز ستر کے لیے کافی قراوی

الفروع من الکافی۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ عُمَرَ
ابْنِ يَزِيدَ عَنْ عَمِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ عَنْ
بَعْضِ مَنْ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ يَتَوَلَّى مَنْ كَانَ يَوْمَ مِنْ بِلَالٍ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَامَ إِلَّا بِإِذْنِ الْمَذْرُوقِ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ
الْحَمَامَ وَتَنَوَّرَ أَنْ أَطْبَقَتِ الثَّوْرَةَ عَلَى بَدَنِهِ
الَّتِي الْمَذْرُوقُ فَقَالَ لَهُ مَوْلَى لَهُ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَ
أُمِّي إِنَّكَ لَتَوَصِيَّتًا بِالْمَذْرُوقِ وَلَكِزُومِهِ وَقَدْ
الْتَمَيْتَهُ عَنْ نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الثَّوْرَةَ
قَدْ أَطْبَقَتِ الثَّوْرَةَ.

افروع کافی کتاب الزی والتحمل جلد ۲ ص ۵۲-۵۳

طبع جدید۔ طبع تدریس جلد ثانی ص ۶۱

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ حمام
میں ٹنگی باندھے بغیر داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام موصوف حمام میں داخل
ہوئے۔ اعلیٰ پنڈی شرمگاہ پر چونا لگایا۔ جب چونا جسم پر ٹپک گیا۔ تو آپ نے ٹنگی اٹھا کر
باہر پھینک دی۔ آپ کے آزاد کردہ ایک غلام نے عرض کی۔ میرے ماں باپ قربان
آپ ہمیں وصیت کرتے رہتے ہیں۔ کہ حمام میں ٹنگی باندھ کر داخل ہوا کرو۔ لیکن آج
آپ نے انہی ٹنگی ہمارا باہر پھینک دی۔ تو فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ چونا نے شرمگاہ
کو چھپایا ہے۔

فقہ جعفریہ کی امتیازی شان :-

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعوں کو گوں کے ہاں صرٹ شرمگاہ کو ڈھانپ لینا ہی پردہ کے
لیے کافی ہے۔ سادریہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اتنی سی جگہ کا ستر کرنے کے لیے کپڑے کا ہونا بھی ضروری

نہیں۔ بلکہ چونکہ (مٹی وغیرہ) بھی ستر کا کام دے سکتا ہے۔ اسی لیے امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسی پر انکسارتے ہوئے لنگی اتار کر باہر پھینک دی تھی۔ حالانکہ اعضاء مخصوصہ پر چونال دینے سے ان کی شکل و صورت چھپ نہیں جاتی اسی طرح نظر آتی رہتی ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ کہاں امام باقر جیسی عزت و عظمت کی پیکر شخصیت، شرم و حیا کی مجسم تصویر اور کہاں شیعوں کا ان کی طرف اس روایت کا نسبت کرنا۔ اس طرح امام باقر کی ان لوگوں نے انتہا درجہ گستاخی کی ہے۔

اگر شیعہ حضرات اس چیز کو امام باقر کی توہین نہیں سمجھتے تو انہیں چاہیے کہ وہ تمام کپڑے اتار کر اعضاء مخصوصہ پر صرف چونال کر بازاروں میں سکلا کریں اور مسجدوں میں آیا کریں۔ تاکہ سنت باقر و جعفر کو ادا کر کے یہ بات ثابت کر دیں کہ فقہ جعفریہ کی یہی امتیازی شان ہے۔

گستاخی نمبر ۲۔

امام جعفر الزنا سل پر پٹی لپیٹ کر حمام میں برہنہ آجاتے

تھے پھریوں ہی دیگر اعضاء پر ایک شخص سے طلبہ لگوا دیا

کرتے تھے (معاذ اللہ)

من لایحضرہ الفقیہ:-

وَكَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلَى فِي الْحَمَامِ
فَإِذَا بَلَغَ مَرَضِعَ الْعَوْرَةِ قَالَ لِلَّذِي يُطْلَى شَيْئًا
شَرَّ يَطْلِي هُوَ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ أَطْلَى فَلَا
بَأْسَ أَنْ يُلَنَّى السَّرَّ عَنْهُ لِأَنَّ التَّوْرَةَ سَتْرٌ

وَدَخَلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَامَ فَقَالَ
لَهُ صَاحِبُ الْحَمَامِ تَخْلِيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ
خَزِينَتُ الْمُؤْمِنَةِ وَرَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرَافِقِ
فَقَالَ دَخَلْتُ حَمَامًا بِالسَّيِّئَةِ فَإِذَا شَيْخٌ
كَبِيرٌ وَهُوَ قِيَمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هَذَا
الْحَمَامُ فَقَالَ لِابْنِ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ فَقُلْتُ أَكَانَ
يَدْخُلُهُ قَالَ نَعْرُفُ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ
يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيُطْلِي عَانَةً وَمَا يَلِيهَا شُرُ
يَلْتُ أَزَارُهُ عَلَى أَطْرَافِ حَيْلِي وَيَدْعُونِي فَأُطْلِي
مَسَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِنْ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكْرَهُ
أَنْ أَرَاهُ قَدَرِ أَيْتُهُ قَالَ كَلَّا إِنَّ الثَّوْرَةَ مَسْتَرَةٌ

(من لایحضرہ الفقیہ فی ادب الحمام جلد اول)

ص ۲۲ طبع قدیم لکھنؤ۔ طبع جدید جلد اول

ص ۱۶۵

ترجمہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں بٹلی لگایا کرتے تھے۔ (طلار سے مراد یہاں چونا
کو پانی میں بھگو کر جسم پر لگاتا ہے) جب عضو تناسل پر پہنچتے تو طلار لگانے والے کو
کہتے تم چلے جاؤ۔ اور خود اس مخصوص جگہ پر طلار لگاتے۔ اور کہا کرتے جو طلار لگائے
اگر وہ ستر کا پڑا ہوا ہے۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ لگا ہوا چونا ستر کا کام دے دیتا
ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کے مالک نے
انہیں کہا۔ کیا حمام آپ کے لیے خالی کر دیں؟ فرمایا۔ مومن کسی کو سبک نہیں دیتا۔

(لہذا خالی کرانے کی کوئی ضرورت نہیں) علیہ اللہ المراقب سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں
 مرینہ کے ایک حمام میں گیا۔ تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا۔ وہ حمام کا منظم تھا۔ میں
 نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ یہ حمام امام باقر کا ہے۔ میں نے
 پوچھا۔ وہ خود بھی یہاں آتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ پھر وہ یہاں آکر کیا کچھ کرتے ہیں؟
 اس نے کہا۔ حمام میں داخل ہوتے ہی اپنی شرمگاہ پر ”طلار“ لگاتے ہیں۔ پھر عضو تناسل
 پر ایک بٹی باندھ کر مجھے بلاتے ہیں۔ تو میں ان کے باقی جسم پر ”طلار“ لگاتا ہوں۔ میں
 نے انہیں ایک دن کہا۔ کہ جس چیز کو آپ دکھانا پسند نہیں کرتے۔ میں اسے دیکھ
 لیتا ہوں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ چونا لگا ہوتا تو پردہ ہو جاتا ہے۔ (لہذا تو چونا تو دیکھ سکتا
 ہے۔ عضو مخصوص اسی طرح ستر میں ہوتا ہے۔)

تبصرہ:-

پچھلی روایت کی طرح اس روایت میں بھی امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کی طرف
 بے حیائی اور بے شرمی کی نسبت کی گئی ہے (معاذ اللہ) اپنی شرمگاہ پر بٹی لگانے کے بعد کھلے جسم
 کسی دوسرے شخص کو یقینہ قابل ستر جو چونا لگانے کو کہا ایک عام آدمی اس کی اجازت نہیں دے
 سکتا ہے۔ کہاں انرا اہل بیت کہ ان کی طرف اتنی گھٹیا حرکت منسوب کی گئی۔ اس لیے یہ بھی شیعہ
 لوگوں کی من گھڑت روایت ہے۔ اور افسوس اہل بیت سے گستاخی ہے۔

گستاخی:-

فروع کافی:-

عَلِيٍّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ حُرَيْزٍ
 عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ إِنْ سَأَلَ مِنْ ذَكَرَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّذْيِ أَوْ وَدْيِ وَ أَنْتَ
فِي الصَّلَاةِ فَلَا تُفْسِدْهُ وَلَا تَقْطَعْ السَّنَاةَ وَلَا تَنْتَقِصْ
الْوُضُوءَ وَإِنْ بَلَغَ عَيْتُكَ فَإِنَّمَا ذِيكَ بِمَنْزِلَةِ
النَّخَامَةِ.

دفعہ کافی باب المذی والودی جلد سوم

ص ۲۹ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر نمازی کی حالت نماز میں ودی یا
مذی ارتناسل سے نکلے۔ اور ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ تو نہ اس کو وضو نہ
کی ضرورت ہے۔ نہ نماز ٹوٹتی ہے۔ اور نہ وضو میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے
کیونکہ یہ ناک سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔

تبصرہ:-

شرمگاہ سے نکلا ہوا گندا پانی، ناک اور منہ سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔ یہ مرتباً اس
گندے پانی کو مذہب شیعہ نے عطا کیا۔ اور یہ اس کا مذہب کی امتیازی خصوصیات میں سے
ایک ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ بات امام جعفر کی طرف شیعوں نے منسوب کی
ہے

گستاخی :-

بفرمان امام جعفر بوقت ضرورت تھوک کے ساتھ
استنجا کرنا جائز ہے

من لایحضرہ الفقیہ :-

سَأَلَ حَنَّانُ بْنُ سَعْدٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَقَالَ إِنِّي رُبَّمَا بُلْتُ فَلَا أَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ
وَيَشْتَدُّ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ إِذَا بُلْتَ وَتَمَسَّحْتَ
فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيْقِكَ فَإِنْ
وَحَدَّثَ شَيْئًا فَقُلْ هَذَا مِنْ
ذَلِكَ -

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۲۱، جلد اول مطبوعہ

لکھنؤ۔ فیما ینقض الوضوء وینجس

الثوب الخ من لایحضرہ الفقیہ

جلد اول ص ۲۱ فیما ینجس الثوب

طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ :-

حنان بن سعید نے امام جعفر صادق سے عرض کی۔ میں بعض دفعہ پیشات کرتا ہوں
پھر مجھے پانی نہیں ملتا۔ مجھے اس وقت سخت پریشانی ہوتی ہے۔ (تو اس وقت مجھے کیا

کرنا چاہیئے، امام نے فرمایا جب تو بول کر لے۔ تو اپنے ذکر پر تھوک لگایا کر۔ اور کوئی چیز خارج بھی ہو۔ تو تو اس کو تھوک ہی سمجھا کر۔

تبصرہ :-

عضو تناسل کا پانی نہ ملنے کی صورت میں تھوک سے استنجی کرنا، نامعلوم شیعوہ حضرات نے کس منفعت کے تحت یہ ترکیب نکالی اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اور نسبت کی ہے امام جعفر کی طرف

گستاخی :-

دو ائمہ اہل بیت کا بیک وقت ہر ہنہ ہو کر حمام میں جانا

اس لیے جائز ہے کہ وہ معصوم ہیں (فرمان امام جعفر)

من لایحضرہ الفقیہ :-

وَفِي هَذَا الْخَبَرِ إِطْلَاقُ اللَّوْمِ
أَنْ يَدْخُلَ وَلَدَهُ مَعَهُ الْحَمَّامَ
دُونَ مَنْ لَيْسَ بِإِمَامٍ وَذَلِكَ
أَنَّ الْأِمَامَ مَعْصُومٌ فِي صَغَرِهِ وَكِبَرِهِ
لَا يَقَعُ مِنْهُ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَتِهِ
فِي الْحَمَّامِ وَلَا غَيْرِهِ وَقَالَ
الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَخْذُ
لَيْسَ مِنَ الْعَوْرَةِ

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۶ فی غسل الجمعة)

آداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۵ طبع قدیم)

مطبوعہ مطبع جعفریہ لکھنؤ فی آداب الحمام

(والنورہ)

ترجمہ:-

مذکورہ حدیث میں امام کے لیے علی الاطلاق اجازت ہے کہ حمام میں داخل ہوتے وقت اپنے بچے کو بھی ساتھ لے جائے۔ لیکن امام کے علاوہ دوسروں کو اجازت نہیں۔ کیونکہ امام بچپن جوانی اور بڑھاپے میں معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی نظر حمام یا غیر حمام میں اپنی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”ران“ کا پردہ نہیں ہے۔

تبصرہ:-

بیک وقت دو اماموں کا ایک حمام میں تنگ ہو کر جانا اور پھر سے آخر کی معصومیت کی دلیل بنانا، شیعہ فقہ کی امتیازی علامت ہے۔ بلکہ مذکورہ روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیت کے لیے اپنے گھروں میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ برہنہ بدن ایک دوسرے کے ساتھ ایک مکان میں رہ سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) کتنی بے حیائی ہے کہ ایسی بے شرمی ایک طبع زلو اصول کے تحت امام جعفر کی طرف منسوب کی گئی۔

ۛ

گستاخی ۲۔

بقرمان امام جعفر صادقؑ اپنی بیوی کو شگاکر کے دیکھنا اور

اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا نہایت لذیذ ہے

فروع کافی ۱۔

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي الرَّجُلِ الَّذِي يَنْظُرُ
إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ ۖ قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ
وَهَلِ اللَّذَّةُ إِلَّا بِذَلِكَ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۱۴ طبع قدیم مکتبہ)

باب النوادر۔ طبع جدید تہران طبعہ نجف ص ۴۹۷

باب النوادر کتاب النکاح

ترجمہ:-

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ کیا کوئی مرد اپنی بیوی کو برہنہ
حالت میں دیکھتا ہے۔ فرمایا۔ اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ لذت تو اس کی ہی ہے۔

تبصرہ:-

عمدت کو برہنگی میں نظر بھر کر دیکھنا اس کی شرمگاہ کی زیارت کرنا اور پھر ایسے بے حیا و افغان
کی نسبت امام جعفر صادقؑ رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا یہ آپ کی انتہاء مدح کی گستاخی ہے جو تہذیب

ہی حصہ میں آئی ہے۔

حلیۃ المتقین :-

از حضرت صادق پر سیدند کہ اگر کسی زن خود را عریاں کند و باو نظر کند چوں است،
فرمود گر لذتی از این بہتر می باشد و پر سیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کنیز خود باز
می کند چوں است فرمود باکی نیست البتہ جز اسے بدن خود و گیر و رانجا نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۴۱ طبع قدیم تہران۔ و د

آداب زفاف)

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برہنہ کرے
اور اس کو دیکھے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شائد ہی اس سے کوئی دوسری چیز زیادہ
لذیز ہو۔ لوگوں نے پوچھا۔ اگر ہاتھ یا انگلی کے ساتھ کوئی شخص اپنی بیوی یا لونڈی کی
شرمگاہ سے کھیلے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اپنے جسم کے بغیر
کسی دوسری چیز سے یہ کھیل نہ کھیلے۔

تبصرہ :-

عورت کو برہنہ کر کے اس کی زیارت کرنا اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا پھر ان
واہیات، افعال کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا، کس قدر بے حیائی، اور
بے شرمی ہے۔ اور اس کے ساتھ امام موصوف کی انتہائی گستاخی بھی ہے۔

ع
شرم مگر تم کو نہیں آتی

گستاخی ہے

شیعوں کے نزدیک عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز

ہے بقرمان امام جعفر (معاذ اللہ)

الاستبصار:-

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْمُورَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ
إِذَا رَضِيَتْ.

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۲۲-۲۲۳)

مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۰ھ -)

فی اتیان النساء فیما دون الفرج

ترجمہ:-

ابو یعمور نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی
بیوی کی دبر میں (خواہش پوری) کرتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر عورت راضی
ہو۔ تو کیا مضائقہ۔

تبصرہ:-

عورت کی دبر میں وطی کرنا، قوم لوط کو بھی نہ سوجھا۔ اس کے جواز کا فتویٰ امام جعفر صادق کی
طرف منسوب کرنا انتہائی گستاخی ہے۔

الاستبصار:

عَدُّهُ عَنْ أَبِي فَضَالٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْجَعْفَرِ عَنْ حَمَّادِ
 بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 أَوْ أَخْبَرَنِي مَنْ سَأَلَ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي
 ذَلِكَ الْمَوْضِعِ وَفِي الْبَيْتِ جَمَاعَةً فَقَالَ لِي وَ
 رَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنْ كَلَّتْ مَمْلُوكُهُ مَا لَا يُطِيقُ فَلْيَبِعْهُ
 ثُمَّ نَظَرَ فِي وَجْهِهِ أَهْلُ الْبَيْتِ ثُمَّ اصْغَى
 إِلَيَّ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ -

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۲۲ تہران جدید
 طبع قدیم جلد دوم ص ۳۰ لکھنؤ)

ترجمہ:-

حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے
 دریافت کیا کہ اگر اپنی عورت کی متعدد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چوتھو آپ
 کے پاس بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام
 سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز ہے۔ بلکہ اسے فروخت کر دینا
 چاہیے۔ (غرض یہ تھی کہ اگر لوگ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق سوال کیا ہے)
 راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے
 سے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

زبان زیب نہیں دیتی کہ اس کی وضاحت کی جائے اور اس روایت میں آپؐ بخود سمجھتے کہ ائمہ اہل بیت کی شان میں کس قدر دریدہ دہی اور گستاخی ہے۔

گستاخی :-

فرمان جعفر صادق رضی اللہ عنہ عورت کافر ج ادھل پروینا

جائز ہے (معاذ اللہ)

الاستبصار :-

سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ
قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ -

والاستبصار جلد دوم ص ۷۵ طبع قدیم مکمل
الاستبصار جلد سوم ص ۱۲۱ فی الإلب المتعة
مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ :-

شرمگاہ کو ادھار لینے کے متعلق میں نے امام صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔
فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ :-

عورت کی شرمگاہ کو ادھار لینا اور حدود شرعیہ کو شہوت رانی پر قربان کرنا اور پھر ایسے
بے ہودہ الفاظ امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا۔ کیا کم گستاخی ہے ؟

گستاخی ۱۔

فرمان جعفر علی مرتضیٰ ہے۔ بوقت ضرورت زنا بحکم نکاح

ہوتا ہے (معاذ اللہ)

فروع کافی ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ
إِلَى عُمَرَ فَقَالَتْ إِنِّي زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي فَأَمَرَهَا
أَنْ تَرْجِعَ فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَيْفَ زَنَيْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ
بِالْبَادِيَةِ فَأَصَابَنِي عَطَشٌ شَدِيدٌ فَاسْتَقْدَيْتُ
أَعْرَابِيًّا فَأَبَى أَنْ يَسْقِيَنِي إِلَّا أَنْ أُمَكِّنَهُ
مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا أَجْهَدَ فِي الْعَطَشِ وَخَفَعْتُ
عَلَى نَفْسِي فَأَمَكَّنْتُهُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَوُّجٌ
مَوْلَى رِبِّ الْكَعْبَةِ .

ذفرع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح

طبع جدید تہران

(طبع قدیم لکھنؤ ص ۱۹۰ جلد دوم)

ترجمہ :- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ

کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کیا۔ مجھے پاک کر دیجیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کا حکم سنایا۔ اس واقعہ کی خبر حبیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ تو بلا کر پوچھا کہ نے کیسے زنا کیا۔ کہنے لگی۔ ایک مرتبہ جنگل میں مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا۔ اس نے اس شرط پر دینا چاہا۔ کہ مجھ سے ہم بستی کرے۔ (تو پیاس شدید کی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ اس کی شرط کے مطابق بد فعلی کی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہو گیا۔

تبصرہ :-

اس روایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کتنا بہتان ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ) زنا کو نکاح قرار دیا۔ جبکہ شرع میں بغیر شہادت کے نکاح نہیں ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صریح زنا کو نکاح کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

(فاعتبروا واولی الابصار)

گستاخیاں :-

مشت زنی شیعوں کے نزدیک جائز ہے

بقرمان امام جعفر (مواہذ اللہ)

فروع کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنِ اللَّهِ عَنِ السَّلامِ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ قَالَ نَاحَكَ نَفْسُهُ

لَا شَيْءَ عَلَيْهِ -

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۳۲ طبع قدیم لکھنؤ)
 (فروع کافی جلد پنجم طبع جدید ص ۴۰ کتاب النکاح
 باب الخفضة ونكاح البیمة
 مطبوعہ تہران)

توجہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مشیت زنی کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا
 اس پر کوئی مواخذہ (حد) نہیں ہے۔ یہ تو خود اپنے وجود سے جماع کرنا ہے۔

گستاخی ۱۱:-

امام جعفر صادق کی باتیں سن کر لوگوں کے اہل تناسل تن
 جائیں گے (ایک شیعو کا بیان)

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ وَاللَّهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِكُلِّ
 مَا سَمِعْتُه مِنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ "ع" لَأَتَفَعْتُ
 ذُكُورَ الرِّجَالِ عَلَى الْخُشْبِ
 (رجال کشی ص ۱۲۲ تذکرہ زیارۃ بن ابراہیم
 مطبوعہ کربلا)

نذارہ سے روایت ہے کہ کہا اُس کے کہ اگر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 سنی ہونٹی تمام باتیں بیان کروں تو لوگوں کے آلات تناسل لکڑی کی طرح سخت
 ہو جائیں۔

تبصرہ:-

ہر وہ آدمی جس کی آنکھ میں کچھ بھی شرم و سیاہ ہے وہ اس روایت کو پڑھ کر اپنا آنکھیں شرم سے جھکا لے گا۔

لیکن شیعوہ حضرات کو اس قسم کی واہمی تباہی میں گھڑت روایات پیش کرنے سے قطعاً شرم نہیں آتی۔ بلکہ ان کو کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔

طرقہ تریہ کہ پھر ایسی گندی روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے توریہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ ساری زندگی شیعوں کو خواہشات نفسانہ کی ہی ترغیب دیتے رہے۔ مالائیکہ کیسے ممکن ہے کہ آلِ سادات کے سردار اور شریعتِ مصطفویٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ کے علمبردار کی زبان سے ایسی فحش اور لچر قسم کی باتوں کا صدور ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعوہ مذہب کی بنیاد ہی شہوت پرستی اور کذبِ سیاقی پر رکھی گئی ہے۔ جس کی بنا پر ان حضرات نے اپنے مطلب برآری کے لیے متعبر پرستی جیسے حرام فحش فعل کی بنیاد رکھی۔

لہذا روایت مذکورہ اور اس قسم کی مثنیٰ فحش روایات کتبِ شیعوہ میں مرقوم ہیں۔ یہ سب ان حضرات کی اپنی اختراعات ہیں اور ائمہ اہل بیت سے ان روایات کا دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ۔

ط
چہ نسبت فاک را با عالم پاک۔

گستاخیؑ

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِشَّانٍ قَالَ خَرَجْتُ كَنَّا وَابْرَ

إِنِّي يَغْفُورُ وَآخِرُ الْحَبِيرَةِ أَوْ
إِلَى بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَكَّرْنَا
الدُّنْيَا فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ الْمُرَادِي
أَمَا إِنَّ صَاحِبَكُمْ تَوَظَّفَرُ بِهَا
لَا سَتَأْشَرُ بِهَا فَتَالَ فَنَاعُفُ فَنَجَاءُ
كَلِّكَ يُرِيدُ أَنْ يَشْفَرَ عَلَيْهِ
فَنَذَهَبْتُ إِلَّا طَرْدُ فَقَالَ لِي ابْنُ
يَغْفُورٍ دَعُهُ فَنَجَاءُ حَتَّى شَفَرَ
فِي أَذُنِهِ.

درجہ عالی کشتی ص ۵۲ تذکرہ ابوبصیر لیسٹ بی
ابنختری المرادی مملوہ کر بلا

ترجمہ:-

حماد بن عثمان سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں، ابن ابی یغفور اور ایک دوسرا
آدمی بیرویا کسی اور جگہ کی طرف نکلے (راستہ میں) ہم نے دنیا کے متعلق باتیں شروع
کیں۔ ابوبصیر مرادی کہنے لگا کہ تمہارے حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما) اگر دنیا کی
(مال و دولت) میں کامیاب ہو گئے تو ضرور اسے ترجیح دیں گے۔ راوی کہتا ہے۔
کہ (اس کے بعد) ابوبصیر سو گیا۔ پس ایک کتا آیا اور اس پر پیشاب کرنے لگا۔
میں نے گتے کو پیشاب کرنے سے (روکنا چاہا تو ابن ابی یغفور نے کہا کہ رہنے
دیکھئے۔ پس گتا اس (ابوبصیر) کے پاس آیا اور اس کے کان میں پیشاب کر ڈالا۔

ۛ

گستاخی ۱۲۔

عَنْ حَمَّادِ النَّابِ قَالَ جَلَسَ أَبُو بَصِيرٍ
 عَلَى بَابِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) لِيَطْلُبَ
 الْإِذْنَ فَلَمَّ يُثَوِّدُنْ لَهُ فَقَالَ لَسُو
 مَعَنَا طَبَقٌ لَهَا ذَنْ فَتَالَ فَجَاءَ كَلْبٌ
 فَشَغَرَ فِي وَجْهِهِ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ أَفْ
 أَفْ مَا هَذَا قَالَ جَنِيْسُهُ هَذَا كَلْبٌ
 شَغَرَ فِي وَجْهِكَ .

(رجال کشی ص ۱۵۵ تذکرہ ابوبصیر عبداللہ
 بن محمد الاسدی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:-

حماد ناب سے روایت ہے اُس نے کہا کہ ابوبصیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 کے دروازے کے اُگے اس لیے بیٹھا تھا تاکہ اسے اندر جانے کے اجازت
 مل جائے مگر جب اسے اجازت نہ ملی تو رطنترا بولا کہ اگر میرے پاس کوئی کھانے
 کا طبق (تخفہ کے طور پر) ہوتا تو حضرت اہم مجھے ضرور اجازت مرحمت فرما دیتے۔
 راوی کہتا ہے پس ایک گٹا آیا اور ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کرنے لگا۔ ابوبصیر چلایا
 اُف اُف یہ کیا ہوا؟ اُس کے ساتھی نے جواب دیا یہ گٹا ہے جس نے تیرے
 منہ میں پیشاب کیا۔

ۛ

تبصرہ ۱۰۔

مذکورہ روایات سے صاف طور پر واضح ہوا کہ اہل تشیع کے مجتہد ابوبصیر کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ آپ معاذ اللہ ایک بہت بڑے دنیا دار ہیں۔ اور حرص دنیا میں اس قدر پختہ ہیں کہ سوائے تحفے تحائف کے کسی کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتے مالاںکہ ابوبصیر اور اس جیسے دوسرے مجتہدین شیعہ ایسے شخصیات ہیں جن پر شیعہ مذہب کی احادیث و روایات کا دار و مدار ہے۔

جب خواص (شیعہ مجتہدین) کا انکار اہل بیت کے متعلق ایسا قبیح اور نازیبا عقیدہ ہے۔ تو عوام (شیعہ حضرات) کو کیا حال ہوگا۔؟

لہذا اثبات ہوا کہ شیعہ مذہب کے علماء و عوام سبھی گستاخان اہل بیت ہیں۔ اور اگر اس گستاخی کی پاداش میں کتے بھی ان کے مندر میں پیشاب کر جائیں (جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ ابوبصیر کے مندر میں کتے نے پیشاب کر ڈالا تو انہیں اس کی پرواہ نہیں لیکن اس قسم کی گستاخی سے یہ ہرگز باز نہیں آئیں گے۔ اس لیے کہ۔

چوں خدا خواہ کہ پردہ کس درو
میلش اندر طعنہ پا کاں کند۔

ۛ

فصل یازدہم

شیعوں کی امام موسیٰ کاظم اور امام رضا سے گستاخیاں
گستاخی۔

شیعوں کے نزدیک قابلِ تصرف رگلی شرمگاہ

ہے جس کے لیے ایک ہاتھ کافی ہے (فرمان

موسیٰ کاظم (معاذ اللہ)

فرس کافی:-

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ
عَوْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالْأُخْرَى فَامَّا الدُّبُرُ مَسْتَرْدٌّ

بِالْأَلَيْتَيْنِ فَإِذَا سَتَرْتُ الْقَصِيْبَ وَ الْبَيْضَعَتَيْنِ
فَقَدْ سَتَرْتُ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِي رِأْيَةِ الْخُرَى وَ
أَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرْتُهُ الْإِلْيَتَانِ وَأَمَّا الْقُبُلُ
فَاسْتَرَهُ بِيَدِكَ .

(فروع کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب الزی والتحمل)

طبع جدید تہران - طبع قدیم جلد دوم ص ۶۰

مطبوعہ لکھنؤ - کتاب الزی والتحمل

ترجمہ :-

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا - شرگاہ دو ہیں - قبل اور دُبُر - لیکن دُبُر (پچھلی شرگاہ)
تو چوڑوں میں چھپی ہوئی ہے - رہی اگلی (قبل) سو اس کو اپنے ہاتھ سے چھپا لو جب
تم نے التماس اور دونوں خصلوں کو چھپا لیا - تو تم نے اپنی شرگاہ کو چھپا لیا -

تبصرہ :-

اس روایت سے معلوم ہوا - کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ صرف دو اشیاء کو قابل پردہ سمجھتے
ہیں - وہ بھی خود بخود ستر میں ہیں - کیونکہ پچھلی شرگاہ چوڑوں میں چھپا دی - اور اگلی شرگاہ کی ضرورت
پڑے - تو صرف ایک ہاتھ اس پر رکھ دیجئے - پس آپ باپردہ ہو گئے - اب آپ کو بازار میں
جا کر دوسرے ہاتھ خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے - اور آپ چاہیں - تو ”مجلس عزاء“
سے خطاب بھی فرما سکتے ہیں - اور جلوس تعزیر میں شرکت سونے پر سہاگہ ہوگی -
بے حیا باشس ہرچہ کش - اسے کہتے ہیں بہتان عظیم جو امام کاظم پر باندھا گیا -

÷

گستاخی بڑے

شیعوں کی اپنے اماموں سے نرالی بے تکلفی

فروع کافی:-

رَقَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ يَحْيَى يَقُولُ قُلْتُ
لِلرَّضَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ
أَمَرَنِي أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ هَابِكِ وَ
اسْتَعْيِي مِنْكَ أَنْ تَسْأَلَكَ فَقَالَ وَ مَا هِيَ ؟
قُلْتُ الرَّجُلُ يَأْتِي امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا
قَالَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ فَأَنْتَ تَفْعَلُ
قَالَ إِنَّا لَا تَفْعَلُ ذَلِكَ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۰۵ کتب الکرام)

باب محاش النساء طبع جدید پیریں

فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۴ کتب الکرام

باب محاش النساء طبع قدیم مکھنوا

ترجمہ:-

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام ہزار فی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ کا ایک غلام
مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ پسرے سے اور سے دہشت و شرم کے نہیں
پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا مردانہ محبت کا مقصد میں اذغال کر سکتا

ہے؟ آپ نے کہا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کرتے
ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کرتے۔

تبصرہ ۵۰۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ”وطی فی الدین“ ایک فعل ہے جو امام رضاؑ کو اپنے
لیے پسند نہیں فرماتے۔ ہاں اپنے متعلقین کو اس بات کی اجازت دے رہے ہیں۔ اور یہ بات عقلاً
نقلاً باطل اور لغو ہے۔ کیونکہ قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین امنوا امرتکم ان
ما لا تفعلون۔ مومنو! جو خود نہیں کرتے دوسروں سے کیوں کروا رہے ہو۔ لہذا یہ کسی
طرح ممکن نہیں کہ امام رضاؑ اس بات کے خلاف چل رہے ہوں۔ بلکہ یہ بات صرف ان کی
طرف منسوب کر دی گئی ہے حقیقت نہیں۔ لہذا امام کی شان میں گستاخی ٹھہری۔



گستاخی۔

امام موسیٰ کاظم کی والدہ کی شیعوں نے انتہا درجہ

کی توہین کی

اصول کافی۔

فَدَخَلْنَا يَوْمًا عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الْخَنَازِ
الَّذِي ذَكَرْتُمْ لَكُمْ فَتَد
قَدِمَ فَإِذَا هَبُوا فَاشْتَرَوْا بِهَذِهِ الصُّرَّةِ
مِثْلَهُ جَارِيَةً فَإِذَا فَاتَيْنَا الْخَنَازَ فَقَالَ
فَتَدِيعُكَ مَا كَانَ عِنْدِي إِلَّا جَارِيَتَيْنِ
مَرِضَتَيْنِ أَحَدُهُمَا أَمْسَلُ مِنَ الْأُخْرَى
فَلَمَّا خَرَجْنَاهُمَا حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْهِمَا فَأَخْرَجَهُمَا
فَقُلْنَا بِكُمْ تَبِيعُنَا هَذِهِ الْمَتَمَاتُ ثَلَاثًا
قَالَ سَبْعِينَ وَثِنَاذًا قُلْنَا أَحْسِنُ قَالَ
لَا أَنْقُصُ مِنْ سَبْعِينَ وَثِنَاذًا قُلْنَا
لَهُ تَشْتَرِيهَا مِنْكَ بِهَذِهِ الصُّرَّةِ
مَا بَلَغَتْ وَلَا تَذَرِي مَا فِيهَا وَكَانَ
عِنْدَهُ رَجُلٌ أَيْمَنُ الرَّأْسِ وَالْيَحْيَى

قَالَ فَكُتُّوا وَزِنُوا فَقَالَ الْخُخَّاسُ لَا
 تَفَكُّوْا فَإِنَّهَا إِنْ تَقَصَّتْ حَبَّةٌ مِنْ
 سَبْعِينَ دِينَارًا لَمْ أَبَايَكُمْ فَقَالَ
 الشَّيْخُ ادْنُؤُوا فَدَنُّوْنَا وَفَكَّكُنَا
 الْخُخَّاسَ وَزِنَا الدَّنَانِيرَ فَإِذَا هِيَ
 سَبْعُونَ دِينَارًا لَا تَزِيدُ وَلَا تَنْقُصُ
 فَأَخَذْنَا الْجَارِيَةَ فَأَدْخَلْنَاَهَا عَلَى
 أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعَفَرُ قَائِمٌ
 عِنْدَهُ فَأَخْبَرْنَا أَبَا جَعْفَرٍ بِمَا كَانَ
 فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
 لَهَا مَا اسْمُكَ قَالَتْ حَمِيدَةُ قَالَتْ فِي الدُّنْيَا
 فِي الدُّنْيَا مَحْمُودَةٌ فِي الْآخِرَةِ
 أَحْسَنُ عِنْدَكَ أَيْكُرُ أَنْتَ أَمْ
 شَيْبُ قَالَتْ بَيْكُرُ قَالَ وَكَيْفَ
 وَلَا يَقَعُ فِي أَيْدِي الْخُخَّاسِينَ شَيْءٌ
 إِلَّا أَفْسَدُوهُ فَقَالَتْ وَكَيْفَ كَانَ
 يَجِيئُنِي فَيَقْدُ مِنْ مَقْعَدِ الرَّجُلِ
 مِنَ الْمَرْأَةِ فَيَسِيطُ اللَّهُ عَلَيْهِ
 رَجُلًا أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَلَا
 يَزَالُ يَلِيطُ بِهِ حَتَّى يَقُومَ عَنِّي فَفَعَلَ
 بِي مِرَارًا وَفَعَلَ الشَّيْخُ بِهِ مِرَارًا فَقَالَ

يَا جَعْفَرُ خُذْ هَذَا إِلَيْكَ فَوَلَدْتُ خَيْرَ أَهْلِ
الْأَرْضِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ -

راصول کافی جلد اول ص ۲۷۶-۲۷۷ ...

کتاب الحجة، باب مولد الحج

الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ:-

راوی کہتا ہے کچھ دن گزرنے کے بعد ہم امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے
فرمایا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ بروہ فروش جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ آگیا تم جاؤ
اس تھیلی کے ہمیں کیا اس کنیز کو خرید لو۔ راوی کہتا ہے ہم بروہ فروش کے پاس آئے
اس نے کہا جو میرے پاس تھا میں بیچ چکا اب تو میرے پاس دو بیمار کنیزیں ہیں۔
ایک ان میں دوسری سے اچھی ہے ہم نے کہا انہیں دکھاؤ۔ تو اس نے دکھائیں ہم
نے کہا کتنے پر پچو گے یہ کنیز؟ کہنے لگا۔ ستر
دینار۔ ہم نے کہا کچھ کم کر کے احسان کرو اس نے کہا اس سے کم زیادہ ہم نے کہا
ہم اس تھیلی کے بدلے خریدتے ہیں بقتے ہوں ہمیں ان کا علم نہیں اس کے پاس
ایک شخص جس کے سر و دھڑھی کے بال سفید تھے بیٹھا تھا اس نے کہا تھیلی کو
کھول کر تم گن لو بروہ فروش نے کہا تم مت کھولا اگر ستر سے کم نکلے تو میں نہیں
بیچوں گا بڑے نے کہا میرے پاس آؤ اور تھیلی کی ہر توڑو۔ جب ہم نے کھولا
تو اس میں ستر ہی دینار تھے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ ہم نے خرید لیا۔ اور اسے لے کر
امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے ہم نے امام باقر علیہ السلام سے کل حال بیان کیا۔ حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کنیز سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا حمیدہ۔ انہوں نے فرمایا تم حمیدہ ہو دنیا میں اور محمودہ ہو آخرت میں۔ مجھے بتاؤ تم باکرہ ہو یا ثیبہ؟ انہوں نے کہا کہ باکرہ۔ فرمایا یہ کیسے؟ نسخا سول (برودہ فروش) اُکے ہاتھ میں جو عورت آجاتی ہے۔ وہ اسے باکرہ نہیں رہنے دیتے انہوں نے کہا یہ شخص میرے پاس آیا اور اس طرح بیٹھا جیسے عورت سے جماع کرنے مرد بیٹھتا ہے۔ پس خدا نے اس پر ایک مرد بزرگ کو مسلط کیا جس نے اسے طمانچے مارے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کئی بار اس نے یہ ناپاک ارادہ کیا۔ ہر بار وہ بزرگ مانع اُسے آپ نے فرمایا اسے جعفر اس کو لو۔ اس کے بطن سے اہل زمین کا بہترین شخص مرسے نامی پیدا ہو گا یعنی امام موسیٰ کاظم (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۹۱)

لمحہ فکیہ:-

نامعلوم ان شیعہ لوگوں کو ان واہیات روایات سے کیا لگاؤ ہے۔ امام موسیٰ کاظم کی والدہ کو کٹھی دفعہ برہنہ بدن کرنے اور ان کی رانوں کے درمیان اس برودہ فروش کے بیٹھنے کا ذکر کرنے سے سوائے خواہشات نفسانی بڑھانے کے اور کیا مقصد ہے؟ اور اس طیبہ و طاہرہ کہ جن کی طہارت پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں ان شیعوں نے اس روایت میں ان کی کون سی شان بیان کی ہے اور وہ بوڑھا مرد جو اس حالت ناگفتہ بہ میں اس برودہ فروش کو ڈانٹتا ہے۔ کیا وہ اس پہلے سے نہیں ڈانٹ سکتا تھا؟

اور جب کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کی شان انبیاء کرام سے بالا ہے۔ بلکہ انبیاء کرام کے تمام مراتب ائمہ اہل بیت کا ہندو ہے ہی ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ عورت

جس کی نسبت ازل میں اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کی طرف جب جابر و ظالم بادشاہ نے نظر بد کی اور برائی کا ارتکاب کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو شل کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ اس عورت (سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا) تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا اصل واقعہ یوں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سیدہ سارہ رضی اللہ عنہ کو لے کر مصر پہنچے تو مصر کے بادشاہ نے سیدہ سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھین لیا اور ان کی طرف تین دفعہ برا ارادہ کیا اور تینوں دفعہ ہی اس کا وجود شل ہو گیا۔ اس نے اپنے خدام کو کہا کہ یہ جنتیہ (مومنات جنت) ہیں اس کی طرف ہر کی خواہش کا جب بھی میں نے ارادہ کیا تو میرا وجود اسی طرح شل ہو گیا کہ جس طرح اس سے پہلے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی طرف میں نے یہی ارادہ کیا تو میرا وجود شل ہو گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو جنتیہ نامحرم ظالم بادشاہ سے محفوظ فرمایا جب کہ ان کا ابراہیم علیہ السلام سے بھی عقد بھی نہیں ہوا تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی نسبت ابراہیم علیہ السلام سے ہو چکی تھی۔

تو پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ جن کی شان شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے (معاذ اللہ ان کی بغض عالی زوجہ محترمہ کو برہنہ کہہ کے ان کی رانوں میں بردہ فروش کیے بیٹھ گیا۔ شیعہ حضرات کو کم از کم اس عقیدہ کا ہی پاس رکھتے ہوئے ان بے سوچاؤ و بے حیا روایات سے اجتناب کر کے ائمہ اہل بیت اور ان کی ازواج مطہرات کی اتہاد و جہ کی گستاخی سے بچنا چاہیے۔ لیکن چونکہ ان شیعوں کی فطرت و جبلت میں یہاں شہوت پرستی رچی ہوئی ہے اس لیے یہ لہکے گستاخیوں سے بچا نہیں سکتے۔

ہر وہ آدمی جس کے سینہ میں ائمہ اہل بیت اور مندرجات اہل بیت کا اذہب و احترام ہے وہ ان روایات کو پڑھ کر یقیناً کو لے گا کہ شیعہ حضرات سے بڑھ کر اہل بیت کرام کا کوئی گستاخ نہیں۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ اس روایت کو شیعہ مصنف نے امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ذکر اس نیک خصلت عورت کا کیا ہے جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کی زوجہ اور امام موسیٰ کاظم کی والدہ بنتی والی ہے۔ اور ان تمام کا ذکر کرتے ہوئے وہ یہ کرامت بیان کر رہا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لیے امام باقر نے قبل از وقت ایسی پیش گوئی فرمائی کہ یہ وہ عورت ہے کہ جس کے بطن سے تیرے بیٹے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔ لیکن اس کرامت کے ضمن میں شیعوں نے ان تمام ائمہ کی ایسی توہین کی ہے کہ دشمن بھی ایسی نہیں کر سکتا۔ اور اس روایات کو شیعوں نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جیسے شہد میں زہر ملا کہ کسی سے انتقام لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو سیدھا راستہ نصیب فرمائے۔

گستاخی ہے

بروایت امام رضا جناب لوط علیہ السلام نے قوم کو اپنی

بیٹیوں سے نکاح کر کے وطی فی الدبر کی اجازت

دی اور اسے پاکیزہ عمل قرار دیا (معاذ اللہ)

الاستبصار۔

عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنْ وَثِيَّانِ الرَّجُلِ الْمَرْأَةِ مِنْ خَلْفِهَا
فِي دُبُرِهَا. فَقَالَ أَحَلَّتْهَا الْأَيُّهُ مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى قَوْلُ لُوطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ

اَنْتَهُمْ لَا يُرْمَدُونَ الْفَرْجُ۔

(استبصار جلد دوم باب ایتان النساء فی ما لا

الفرج ص ۱۳۰ طبع قدیم لکھنؤ۔)

طبع جدید تہران۔ جلد سوم ص ۲۴۲۔

فی ایتان النساء فی ما دون الفرج)

ترجمہ:-

ایک شخص نے امام رضا سے پوچھا۔ کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ دُبر میں
دلی کرتا ہے۔ اس کا حکم کیا ہے؟ امام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لوط
علیہ السلام کے اس قول نے اس فعل کو حلال کیا ہے۔ ”یہ میری بیٹیاں
تمہارے لیے حلال ہیں“ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ لوطیوں کو عورت کی خرم گاہ
سے کیا تعلق؟

ہم تو دُوبے تھے صنم

حضرت لوط علیہ السلام کے دین میں کفار سے عقد جائز تھا۔ لیکن ”وطی فی الدبر“ حرام تھی
جس کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے بے حیا قوم۔ باز آ جاؤ۔ میرے
بھانوں کی عزت سے مت کھیلو۔ اگر تم باز نہیں آتے۔ تو تم میری قوم کی لڑکیوں سے عقد
کر کے اپنی خواہشات پوری کرو۔ تاکہ تم اس غیر فطری فعل سے بچ جاؤ۔

لیکن حضرت امام رضا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے ”وطی فی الدبر“،
قرآن پاک میں مذکورہ واقعہ لوط علیہ السلام کی آیت سے ثابت کیا ہے۔ درحقیقت انتہائی
گستاخی ہے۔ کیونکہ اگر ”وطی فی الدبر“، کے لیے آپ اپنی قوم کی لڑکیوں کو پیش کرنے

کی بات کر رہے۔ تو پھر ان فرشتوں کو جو بصورتِ رُک کے اُسے تھے۔ بچانے کا کیا فائدہ۔؟
غیر فطری فعل اگر اپنی رُکیوں سے جائز کرنا تھا۔ تو پھر قوم کے سامنے پریشان اور آزرہ ہونے
کی کیا ضرورت تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ شیعوہ لوگوں کی فطرت میں بے حیائی اور شہوتِ رانی کی باتیں اس قدر
ریحِ پس چکی ہیں کہ ان کے جواز کے لیے امراہل بیت کو بدنام کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔

ط

ہم تو ڈوبے تھے منہم۔ تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

فصل دوازدهم

شیعوں کی امام تقی اور امام تقی رضی اللہ عنہما سے گستاخیاں
گستاخی۔

شیعوں کے نزدیک شیطان حضرت آدم کے خاکی پتلے میں

منہ سے داخل ہو کر دوسرے نکلتا رہا (بقول امام تقی) معاذ اللہ

مناقب آل ابی طالب۔

وَكُتِبَ عَبْدُ الْمُعْظِمِ الْحَسَنِ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ يُسَالُّهُ
عَنِ الْغَائِطِ وَنَشْنِئِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ
اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ فَكَانَ جَسَدُهُ طِينًا وَبَقِيَّةُ

أَرْبَعِينَ سَنَةً مَّتَلَّقَى تَمَرٌ بِهِ الْمَلَكَةُ تَقُولُ
لَا مَرٍ مَا خُلِقْتَ وَكَانَ إِبْلِيسُ يَدْخُلُ فِي فِيهِ وَ
يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ فَلِذَاكَ صَارَ نَا فِي جَوْفِ ابْنِ
آدَمَ مَنَتًا خَبِيثًا غَيْرَ طَيِّبٍ

د مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد ۱

ص ۳۸۲ / فی علمہ علیہ السلام

طبع جدید رقم خیابان

ترجمہ:-

عبد العظیم نے امام تقی رضی اللہ عنہ سے پافانہ اور اس کی بدبو کے بارے میں پوچھا۔
تو امام نے فرمایا۔ اللہ نے آدم کو مٹی سے بنایا۔ مٹی کا بنا ہوا جسم چالیس برس،
د لغیر روح ا پڑا رہا۔ فرشتے اس کے پاس سے گزرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ یہ کس
لیے پیدا کیا گیا۔ شیطان اس ڈھلوانہ کے منہ میں سے گھس کر دبر سے نکلتا رہا اسکی
لیے ابن آدم کا پیٹ اندر سے بدبو دار اور گندا ہو گیا۔

تبصرہ:-

اس روایت میں ایک تو حضرت آدم علیہ السلام کی توہین ہے۔ کہ ان کے منہ سے شیطان
داخل ہو کر ان کی دبر سے نکلتا رہا۔ (معاذ اللہ) اور دوسرا امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرہ اس گندی
عبادت کی نسبت کر کے ان کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام تقی علیہ السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا
گیا۔ کہاں امام تقی رضی اللہ عنہ کی ذات عالیہ اور کہاں ان نبیوں کی خباثت بھری عبارتیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

گستاخیؑ

مناقب آل ابی طالبؑ

وَرُوِيَ أَنَّ امْرَأَتَهُ أُمَّ الْفَضْلِ بَنَتْ
 الْمَامُونِ سَمَتُهُ فِي فَرْجِهِ بِمِثْلِ
 فَلَمَّا أَحَسَّ بِذَلِكَ قَالَ لَهَا أَبْلَاكِ اللَّهُ
 بِدَائِي لَا دَوَاءَ لَهُ فَتَوَقَّعَتِ الْآكَلَةَ
 فِي فَرْجِهَا وَكَانَتْ تَنْتَصِبُ لِطَبِيبٍ
 فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهَا وَيَسْرُونَ بِالدَّوَاءِ
 عَلَيْهَا فَلَا يَنْفَعُ ذَلِكَ حَتَّى مَاتَتْ مِنْ
 عِلَّتِهَا.

مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوبؑ
 چہارم ص ۲۹۱ بطور رقم خیابان فی معجزاتہ
 علیہ السلام

ترجمہ:-

روایت کی گئی ہے کہ امام تقیؑ کی بیوی ام الفضل جنت ہوں نے ہر لگا دوا مال امام تقیؑ
 کی شرمگاہ پر لگا دیا آپؑ نے جب اس تکلیف کو محسوس کیا تو بیوی سے کہا کہ اللہ
 تجھے لا علاج بیماری میں مبتلا کرے۔ لہذا ام الفضلؑ کی شرمگاہ میں پھوٹا نکلا جس کے
 علاج کے لیے وہ حکیموں کے پاس جاتی۔ وہ اس کی شرمگاہ دیکھتے۔ اور اس پر دوائی
 لگا کر خوش ہوتے۔ اسے کسی دوائی سے نفع نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس بیماری میں فوت
 ہو گئی۔

جائے شرم :-

شیعوں! کچھ حیار سے کام لو۔ جانتے نہیں۔ کہ یہ محترم کس گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں؟ کاش تم نے امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کو اپنی بیوی پر ہی قیاس کیا ہوتا۔ تو ایسی واہی تباہی نہ بکتے۔ اور نہ اپنی کتابوں میں ایسی خرافات لکھتے۔ اس عبارت کا تقی ترجمہ کرتے ہوئے مارے شرم کے قلم لگے نہیں پلتا۔ چہ جائیکہ اس پر تبصرہ کیا جائے۔ یا اس کی وضاحت کی جائے۔ ہاں آنا ضرور کہوں گا کہ اگر کوئی شرم و حیا رکھنے والا محض اس عبارت کو یا اس کے ترجمہ کو پڑھ لے گا تو وہ آنا ضرور سمجھ جائے گا۔ کہ ان نامراد شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی دوسرا اہل بیت کا دشمن نہیں ہے خصوصاً امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے بارے میں یہ عبارت جہاں اس عظیم المرتبت زوجہ کی کوئی دگتافی ہے۔ وہاں امام موصوت کی بھی توڑی ہے۔

فلعن الله من اتهمنا واولادنا

گستاخی :-

شیعوں کے نزدیک تقيہ (جھوٹ) تمام نیک اعمال

سے افضل ہے (بقول امام تقی) معاذ اللہ

اُٹھاری حیدری :-

اور امام تقی سے کسی شخص نے پوچھا۔ نیک خصال لوگوں میں سے سب سے کامل کون ہے۔ فرمایا جو "تقیہ" کو عمل میں لاتا ہے۔

(اُٹھاری حیدری اردو ترجمہ تفسیر حسنی عسکری ص ۹۰) ہامیر کتب خانہ لاہور

آثار حیدری :-

اور ایک شخص نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کی۔ آج میں شہر کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں جا پھنسا۔ اور انہوں نے مجھ کو بکڑ لیا۔ اور کہنے لگے۔ اسے شخص کیا تو ابو بکر بنی قحافہ کی امامت کا قائل نہیں ہے۔ اسے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر میں ڈرا۔ اور میں نے نہیں کا ارادہ کر کے از روئے حلقیہ، کہہ دیا۔ کہ ہاں اس کا قائل ہوں تب ان میں سے ایک اپنا ہاتھ میرے منہ میں رکھ کر بولا۔ تو تحریف کر کے کلام کرتا ہے۔ جو میں تجھے بتاؤں اسی طرح سے لوگوں کو جواب دے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ کہہ۔ تب اس نے مجھ سے کہا۔ کیا تو قائل ہے۔ کہ ابو بکر بن قحافہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق و عدل ہے اور علی کا امامت میں بیشک کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے اس کے جواب میں نعم کہا۔ اور اس کو ہاں کے معنی میں نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس سے ادبٹ لگائے بغیر وغیرہ چوپائے جانور مراد لی تھی۔ وہ شخص بولا میں اس پر بس نہ کروں گا۔ جب تک تو قسم نہ کھائے۔ اب تو اس طرح کہہ کر میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور وہ غالب ذلت دینے والا، پالنے والا، ہلاک کرنے والا۔ پوشیدہ اور ظاہر یکساں جاننے والا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ نعم۔ اور میری اس کے کہنے سے چوپایہ مراد تھی۔ کہ ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں اس پر بھی بس نہیں کرتا۔ جب تک کہ تو یوں نہ کہے۔ کہ قسم ہے اس خدا کی کہ اسی کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ الہیہ بھی قسم کھا کر نہ کہے۔ کہ ابو بکر بنی ابوقحافہ ہی امام ہے۔ تب میں نے جواب دیا۔ کہ ابو بکر بن قحافہ امام ہے۔ ہاں وہ اس شخص کا امام ہے۔ جو اس کا بیروہ و سوا اس کو امام مانے۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور دیگر صفات الہی اپنی زبان پر جاری کیں۔ یہ سنی کروہ خاموش ہوئے اور مجھ کو ”جزاک اللہ خیرا“ کہا۔ اور میں نے ان کے پیچھے سے نجات پائی۔ یا حضرت اب فرمائیے۔ خدا کے نزدیک میرا کیا حال ہے؟

فرمایا تیرا حال نیک ہے۔ خدا نے تیرے متعلقہ کی عوض اعلیٰ علیین میں تجھ کو ہمارا رفیق اور ہم
نشیں کیا۔

(اشارہ حیدری ترجمہ تفسیر حسنی مسکری صفحہ ۲۲۱-۲۲۲)
امامیہ کتب خانہ لاہور)

لمحہ فکر یہ

معتقدہ جو سرسرجھوٹ ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں۔ جھوٹ صریح کو
فضائل میں شمار کر کے پھر امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے یہاں تک
کہہ دینا کہ تمام اعمال حسنہ میں سے سب سے افضل عمل یہی (تقیہ) ہے۔ نماز کی اتنی فضیلت
نہیں۔ روزہ اتنا عظیم نہیں۔ زکوٰۃ و حج میں اتنی خوبی اور بڑائی نہیں۔ جو (تقیہ) میں ہے۔ اور پھر
امام تقی کی زبان سے یہ کہلوانا کہ تقیہ کرنے والا اعلیٰ علیین میں اسرائیل بیت کا رفیق و ہم نشین ہوگا۔
کیا یہ سب کچھ امام موصوف کی گستاخی نہیں کی جا رہی۔ کیا انہیں جھوٹا نہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا سردار
ثابت نہیں کیا جاتا۔؟

علامہ حاذی اس روایت کے کذب کے ثبوت کے لیے یہ دو جملے ہی کافی ہیں۔

۱۔ حضرت علی کا امامت میں کوئی حق نہیں۔

۲۔ ابو بکر ہی امام ہیں۔ کیونکہ کسی خادم صدیق اکبر سنی کا یہ عقیدہ نہیں کہ ابو بکر ہی امام ہیں اور

حضرت علی کا خلافت میں کوئی حق نہیں۔ اس لیے کوئی سنی اس تقیہ باز شیعوں کو ان جملوں

کے ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اسی لیے شیعوں لوگوں کی نہ نمازیں رہیں۔ نہ روزے اور نہ ہی حج و زکوٰۃ۔ بس اگر

قابل فخر عمل ہے۔ تو "تقیہ" ہے۔ اور قابل احترام طریقہ ہے۔ تو "متعہ" ہے۔ سوائے

"تقیہ اور متعہ" کے ان کو جنت ملنی مشکل ہے اگر یہ دونوں عمل کر لیے تو جنت کے ساتوں

دروازے کھلے ہیں؟ بڑا استا اور مزے دار سواد ہے۔ خدا انہیں ہی نصیب کرے۔

گستاخی :-

گستاخی علی المرتضیٰ اور جھوٹ سے پرکندہ روایت

امام تقی کی طرف منسوب کردی

اثار حیدری :-

اور امام تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ہی معجزہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی ظہور میں آیا۔ جبکہ آپ نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی۔ ہمراہیوں کو اس پانی سے سیراب کیا۔ جو ایک بڑے پیٹھر کے نیچے سے نکلا تھا۔ جس کو آپ نے اس غرض سے اٹھایا کہ اس کی اڑ میں بیٹھ کر رفع حاجت کر دیں گے۔ آپ کے لشکر کے کسی منافق نے کہا کہ میں اس کی شرمگاہ اور اس چیز کو جو اس میں سے نکلتی ہے۔ دیکھوں گا۔ کیونکہ وہ نبی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو اس کے جھوٹ سے خبردار کروں گا۔ تب جناب امیر نے قنبر کو حکم دیا کہ اسے قنبر اس درخت اور اس کے سامنے کے درخت کے پاس جاؤ۔ اور ان دونوں میں ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اور جا کر کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ دونوں آکر باہم مل جاؤ۔ قنبر نے عرض کی کہ یا حضرت کیا میری آواز ان دونوں درختوں تک پہنچے گی؟ فرمایا جو تمہاری نظر کو آسمان تک پہنچاتا ہے۔ جو تم سے پانچ سو برس کی راہ ہے۔ وہی تمہاری آواز کو بھی ان دونوں درختوں تک پہنچا دے گا۔ آخر کار قنبر نے جا کر ان کو آواز دی۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف اس

تیزی سے دوڑے گویا دو دوست ہیں۔ جو مدت سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ اور ملنے کا نہایت اشتیاق ہے۔ اور دونوں اکراہم مل گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر لشکر کے منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ علی اپنے آپ کو (معاذ اللہ) سحر و جادو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل گمان کرتا ہے۔ نہ وہ رسول تھا۔ اور نہ یہ امام ہے۔ بلکہ حقیقت میں دونوں جادو گر ہیں۔ لیکن ہم اس کے گرد چکر لگائیں گے۔ تاکہ اس شرمگاہ اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے۔ اس کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس کلام کو حضرت کے کان میں پہنچایا۔ اور اپنے کھلم کھلا قہر سے فرمایا۔ کہ منافقوں نے مجھ کو رسول سے مکر و فریب کا ارادہ کیا ہے۔ اور ان کا گمان یہ ہے۔ کہ میں ان کے سامنے صرف دو درختوں کی ہی اڑ کر سکتا ہوں اور کچھ تدبیر نہیں کر سکتا۔ اس لیے تم جا کر ان درختوں سے، ہمدردی کہہ دو۔ کہ وہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ قبر نے ایسا ہی کیا اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہوئے جیسے کوئی بزدل شخص کسی دلیر اور شجاع بہادر سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے جا کر بیٹھنے کے لیے اپنے کپڑے کاٹھایا۔ اور منافقوں کی ایک جماعت ان کی طرف تھکنے کے لیے گئی۔ حضرت نے اپنا کپڑا اٹھایا۔ وہ سب کے سب نابینا ہو گئے۔ اور ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے اپنے منہ ادھر سے پھیر لیے۔ اور ان کی آنکھیں اسی طرح روشن ہو گئیں جیسی پہلے تھیں۔ پھر انہوں نے حضرت کی طرف نگاہ کی اور اندھے ہو گئے۔ اور برابر ایسا ہی وقوع میں آتا رہا۔ کہ جب آپ کی طرف نظر اٹھاتے تھے اندھے ہو جاتے تھے۔ اور جب منہ پھیر لیتے تھے۔ دکھائی دینے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت رفع حاجت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے مقام پر واپس تشریف لے آئے۔ اور اتنی دفعہ ہر ایک کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ اس جگہ جا کر دیکھیں کہ کیا چیز خارج ہوئی ہے تب وہ اپنی اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور وہاں سے قدم نہ اٹھا سکے۔ اور جب واپس آئے بکا ارادہ کیا۔ تو قدم اٹھنے لگے۔ اور سو بار ایسا ہی وقوع میں آیا یہاں تک کہ وہاں سے

کو چ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور اپنی مراد کو نہ پہنچے۔ اور اس بات سے ان منافقوں کے سوا اس کے کچھ عامل نہ ہوا۔ کہ ان کی سرکشی اور نافرمانی زیادہ ہوئی۔ اور کفر و عناد اور بڑھ گیا۔

القصہ وہ منافق باہم ذکر کرنے لگے۔ کہ دیکھو۔ یہ بات کس قدر عجیب و غریب ہے۔ کہ باوجود ان معجزات و آیات کے معاویہ، عمرو زید کے مقابلہ سے عاجز رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات امیر المومنین کے کان میں پہنچائی۔ اور حضرت نے حکم دید کہ اسے میرے پروردگار کے فرشتوں۔ معاویہ، عمرو زید کو لے آؤ۔ اور ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ فرشتے مثنیٰ سپاہیوں کی صورت میں ہیں۔ اور ایک ایک نے ان مینوں میں سے ایک ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے ان مینوں کو حضرت کے روبرو پیش کیا۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک تو معاویہ ہے۔ اور ایک عمرو ایک زید ہے۔ جناب امیر نے ان منافقوں سے فرمایا۔ تم ان کو دیکھو ساگر میں چاہتا تو ان کو قتل کرنا گریں نے خود ہی ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(اشارہ حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ۱۴۵-۱۴۶ھ)

(امیر کتب خانہ لاہور)

خلاصہ کلام:-

امام تقی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی کرامت بیان کی۔ منافقین نے چاہا۔ کہ ہم حضرت علی کی شرمگاہ دیکھیں۔ اسی مرتبہ کوشش کے باوجود محروم رہے۔ جب بھی دیکھنا چاہتے۔ اندھے ہو جاتے۔ اسی طرح سو مرتبہ رفع حاجت کے وقت نکلی چیز کو دیکھنے سے محروم رہے۔ منافقین کو خیال آیا۔ کہ اگر اتنا ہی صاحب کرامت تھے۔ تو معاویہ، عمرو زید کے سامنے کیوں نہ ٹھہر گئے۔ یہ سُن کر حضرت علی نے فرشتوں کے ذریعہ ان مینوں کو منگو کر فرمایا۔ میں انہیں قتل کرنا چاہتا۔ تو قتل کر دیتا۔ لیکن میں نے خود چھوڑ دیا ہے۔

لمحہ فکریہ ۱۔

ناظرین کرام، غور فرمائیں۔ کتنی بڑی ”گپ“ ہانکی عقل کے اندھوں کو اندھیرے میں یہ بھی نہ سوجھا۔ کہ حضرت علی اور زید کی آپس میں جنگ کب ہوئی۔ جس میں شکست کا طعنہ منافق دے رہے ہیں۔ پھر ان کی یہ کواں دیکھیں۔ کہ منافقین نے اسی مرتبہ آپ کی شرمگاہ دیکھنا چاہی۔ اس سے ان کا کیا مقصود تھا۔ پھر حضرت علی کے فرشتے آپ کے اتنے تابعدار کہ مرے ہوؤں کو فرشتے پکڑ کر لے آئے۔ اور حضرت علی فرما رہے ہیں۔ کہ میں چاہتا تھا تو انہیں قتل کر دیتا۔ اگر فرشتے آپ کے اتنے ہی حکم کے بندے تھے۔ تو جب (بقول شیعہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر ابوبکر کی بیعت کے لیے کھینچا جا رہا تھا۔ اور آپ نے روتے ہوئے، بادلِ سخاوت سے بیعت کی۔ تو اس وقت فرشتوں کو بلا لیتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ازاں تا آخر یہ روایت شیعہ حضرات کی من گھڑت ہے۔ اس سے حضرت علی کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام نقی پر اتہام لگایا۔ کہاں امام نقی اور کہاں حضرت علی کی شرمگاہ کے بارے میں اس قدر خرافات کا پلندہ۔ کوئی مناسبت نہیں۔

فصل سینہ ہفتم

شیعوں کی امام حسن عسکری اور امام قائم (مہدی) سے
گستاخیاں

شیعوں کے نزدیک علی نفس نبی ہے۔ بقول امام حسن عسکری
گستاخی نمبر (۱)۔

اٹھارہویں حیدری :-

ابو یعقوب راوی تفسیر روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام حسن عسکری سے عرض کی۔
اے فرزند رسول آیا رسول خدا اور امیر المومنین کے بھی ایسے معجزے تھے۔ جو موسیٰ کے
آیات و معجزات کے مشابہ تھے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ علی نفس رسول ہے۔ اور رسول خدا
کے معجزے عین علی کے معجزے میں۔ اور علی کے معجزے رسول خدا کے معجزے میں۔ اور

کوئی معجزہ ایسا نہیں جو خدا نے کسی نبی یا رسول گزشتہ کو عطا کیا ہو اور اس کے مشابہ یا اس سے بہتر محمد کو عنایت نہ کیا ہو۔

لعنت کا طوق :-

اس روایت سے ایک مسئلہ صاف طور سے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نفس رسول سمجھتے ہیں۔ اور یہی ان کا عقیدہ ہے۔ اس لیے ان کے عقیدہ کے مطابق علی اور رسول کوئی دو شخص نہیں۔ اور جدا جدا دو شخصیتیں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ہیں۔ اس لیے امام حسن عسکری اس کی دلیل یہ پیش کر رہے ہیں کہ جو معجزات علی کے وہی رسول اللہ کے اور جو رسول اللہ کے وہی معجزات علی کے ہیں۔ کیونکہ وہ نفس رسول ہیں۔ تو اس سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کے نزدیک حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں۔ حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ جو ہمیں نبی کہے اس پر خدا کی لعنت !
(رجال کشی ص ۲۵۵ - مذکرہ ابوالخطاب)

حضرت باقر نے کہا امام مہدی برہنہ بدن ظاہر ہوں گے اور

ان کی بیعت سب سے پہلے نبی علیہ السلام کریں گے۔

حق الیقین :-

از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا اور یا ربی کن مکتلاً مکتلاً کسی کہ باو بیعت کند محمد (ص) باشد و بعد از آن علی (ع) و شیخ طوسی و نعمانی از حضرت امام رضا (ع) روایت کردہ اند کہ از علامات ظهور

حضرت قائم (ع) اُن است کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہ شد و منادی ندا خواہد کرد کہ امیر المومنین است۔

(حق یقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات رجعت
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قائم آل محمد (مہدی) اُنیں گے اللہ ان کی فرشتوں کے ذریعہ مدد کرے گا۔ اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ شیخ طوسی اور نعمانی امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سورج کی ٹیکہ کے سامنے برہنہ بدن ظاہر ہوں گے۔ ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ امیر المومنین ہیں:-

لمحہ فکریہ:

اس بات کو تمام مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نبی الانبیاء اور قائم النبیین ہیں۔ اس لیے آپ پوری کائنات کے امام اور پیشوا ہیں لیکن آپ کا کوئی دوسرا (بجز رب العزت) پیشوا نہیں ہو سکتا۔ تو جب یہ بات مسلمہ ہوئی۔ پھر یہ کہتا کہ امام غائب ظاہر ہوں گے۔ تو ان کی سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اور بعد میں حضرت علی بیعت کریں گے۔ کیا ایسا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کی توہین نہیں ہے۔ کیونکہ حضور کی امام غائب سے بیعت کرنا خلاف واقعہ بھی ہے۔ اور صریح کذب بھی ہے۔ پھر جراثیم یہ کہ اس کی نسبت امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی۔ یہ بھی گستاخی ہے۔ اور اسی طرح امام مہدی کے بارے میں بھی بدن سورج کی ٹیکہ کے سامنے ظاہر

ہونا۔ یہ امام مہدی کی شان میں بہت گستاخی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ دوسرا یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ امام قائم کے نگاہ ہو کر ظاہر ہونے میں کیا حکمت ہے۔

امام غائب کا تعارف

عقیدہ اہل سنت :-

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث مقدمہ کی روشنی میں جو عقیدہ اہل سنت ہے وہ مختصر طور پر یہ ہے۔ کہ امام مہدی قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ کہ المکرمہ میں ان کا ظہور ہوگا۔ خانہ کعبہ میں حجر سوز کے قریب مقام منترم پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمائیں گے۔ آپ کا زمانہ ایسا اڑی ہوگا۔ کہ سونا اور چاندی پانی کی طرح ہوگا۔ اور پوری دنیا میں کوئی بھی بھکاری نہیں رہے گا۔ امن و سلامتی کی یہ حالت ہوگی۔ کہ بیٹھو اور بیٹھ کر یاں مل کر چریں گے۔ اور پیسے گے۔ لیکن ایک دوسرے کا کوئی نقصان نہ کریں گے۔

عقیدہ اہل تشیع :-

امام مہدی کو یہ لوگ ”امام غائب اور امام قائم“ بھی کہتے ہیں۔ ”امام غائب“ سے لقب ہونے کی ان کے ہاں یہ وجہ مذکور ہے۔ کہ یہ امام ۲۵۴ھ میں امام حسن عسکری کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ”شہر سرین راہ“ میں ہوئی۔ جب ان کے والد حضرت امام حسن عسکری کا انتقال ہوا۔ تو یہ وقت پانچ برس کے تھے۔ پھر چار سال بعد یعنی ۹ سال کی عمر میں ۲۶۵ھ میں ایک غار میں تشریف لے گئے۔ اور ”غائب“ ہو گئے۔ آج تک اس سے باہر نہیں نکلے۔ ”تاریخ الامم“ جو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں سے ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ امام حسن عسکری کے وصال کے وقت ان (مہدی) کی عمر صرف پانچ برس تھی۔ لیکن اس سفر سنی

کے ہوتے ہوئے بھی اپنے والد کی نماز جنازہ انہوں نے خود پڑھائی تھی۔
(تاریخ الامم ص ۲۷۹-۲۸۰)

بقول شیعہ قتل کے خوف امام ہمدی غائب ہو گئے

اصول کافی:-

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ إِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً قَبْلَ أَنْ يَقُومَ أَنْ يَخَافَ
وَأَوْ مَا يَبِيدُهُ إِلَى بَطْنِهِ يَعْنِي الْقَتْلَ -

ترجمہ:-

زرارہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام حنفی صادق سے سنا۔ امام قائم آل محمد کے لیے
بچپن ہی میں غیبت ہو گئی۔ خوف کی وجہ سے اودا اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے
شکم کی طرف۔ یعنی قتل کے خوف سے۔ الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۵ ص ۵۰۵ (کراچی)
(اصول کافی کتاب الحجۃ باب الغیبت

جلد اول ص ۳۳۸)

اصول کافی:-

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً قَبْلَ أَنْ
يَقُومَ قَالَ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ يَخَافُ وَأَوْ مَا
يَبِيدُهُ إِلْحَ بَطْنِهِ شَمَّ قَالَ يَا زُرَّارَةُ

وَهُوَ الْمُنْتَظَرُ۔

(اصول کافی باب الغیبة کتاب الحجۃ،

ص ۳۲۷ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

زرارہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت ابو عبد اللہ نے فرمایا۔ حضرت امام قائم کی غیبت بچپن ہی سے ہو گئی تھی میں نے کہا۔ یہ کیوں ہوئی فرمایا دشمن کے خوت سے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اپنے لہجے کی طرف (یعنی وہ دشمن میری نسل ہی سے ہو گا۔ یہ اشارہ ہے۔ جعفر کتاب کی طرف)۔ پھر فرمایا۔ اسے زرارۃ وہ امام منتظر ہو گا۔ اور اس کی ولایت میں شک کیا جائے گا۔ کوئی کہے گا اس کے باپ لا ولد مرے۔ کوئی کہے گا کہ عمل میں انتقال ہو گیا۔ کوئی کہے گا۔ وہ باپ کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ امام منتظر ہوں گے۔

(الشافعی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۴۰۸

طبع کراچی)

کسی شیعہ کو امام مہدی کا نام لینا جائز نہیں

روایت نمبر (۱)۔

اصول کافی:-

عَلِيٌّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ
الْعَلَوِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْقَاسِمِ الْجَعْفَرِيِّ

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيَّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ الْخَلْفُ مِنْ بَعْدِي الْحَسَيْنُ
فَكَيْفَ لَكُمْ بِالْخَلْفِ مِنْ بَعْدِ الْخَلْفِ فَقُلْتُ
وَلِمَ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ قَالَ إِشْكُمُ لَا تَرَوْنَ
شَخْصَةً وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ ذِكْرُهُ بِاسْمِ فَقُلْتُ
كَيْفَ نَذْكُرُهُ فَقَالَ قُولُوا الْحُجَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت نمبر (۲۱)

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِ
قَالَ سَأَلَنِي أَصْحَابُنَا بَعْدَ مَضِيِّ أَبِي
مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ أَسْأَلَ عَنِ الْإِسْمِ
وَالْمَكَانِ فَخَرَجَ الْجَوَابُ إِنَّ دَلَّتْهُمْ عَلَى الْإِسْمِ
أَذَاعُوهُ وَإِنْ عَرَفُوا الْمَكَانَ دَلُّوا عَلَيْهِ

روایت نمبر (۲۲)

عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ
فَضَالٍ عَنِ الرِّيَّاتِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ سَمِعْتُ
عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ لَا يُرَى جِسْمُهُ وَلَا يُسَمَّى
إِسْمُهُ

روایت نمبر (۴۱)

مَحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ
الْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ ابْنِ رِثَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَاحِبُ هَذَا الْأَمْرِ لَا يُسَمِّيهِ
بِاسْمِهِ إِلَّا كَافِرٌ.

(اصول کافی جلد اول ص ۳۳۲-۳۳۳)

مطبوعہ تہران طبع جدید۔ کتاب الحجۃ

باب فی النہی عن الاسماء

تو جمعہ روایات:

روایت نمبر (۱)

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سنا۔ کہ میرے بعد میرے جانشین
حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا۔ تم کیا طریقہ اختیار کرو گے ان کے فرزند کے ساتھ
میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کیوں نہ ہم ان کی اتباع کریں گے
فرمایا تم ان کے وجود کو نہ دیکھ سکو گے۔ اور نہیں جائز ہوگا۔ تمہارے واسطے ان کا
نام لے کر ذکر کرنا میں نے کہا۔ پھر ہم کے لیے ذکر کریں گے۔ فرمایا یہ کہنا حجت
آل محمد صلوات اللہ وسلامہ۔

روایت نمبر (۲)

راوی کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری کے انتقال کے بعد ہمارے اصحاب نے کہا۔

کہ میں حضرت صاحب الامر سے ان کا نام اور جگہ معلوم کروں جواب آیا کہ اگر تم نام معلوم کرو گے تو لوگ اسے شہرت دیں گے۔ اور یہ ہمارے خاندان کے لیے ضرور ہواں ہو گے اور اگر مکان کا پتہ چل گیا تو چڑھ دوڑیں گے۔

روایت نمبر (۲۱)۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ حضرت سے جب قائم آل محمد کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان کا جسم نہیں دیکھا جائے گا۔ اور ان کا نام نہیں لیا جائے گا۔

روایت نمبر (۲۲)۔

راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب الامر کو ان کے نام سے نہ پکارے گا مگر کافر۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۹۴-۳۹۵)

(جلد اول مطبوعہ کرلی)

خلاصہ کلام۔

مذکورہ احادیث سے واضح ہوا کہ امام غائب اس دور میں پیدا ہوئے تھے۔ جب خطرات کا زمانہ تھا اسی لیے وہ خوف کی وجہ سے غائب ہو گئے۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو ان کا پتہ چل جائے۔ تو انہیں قتل کر دیں۔ اس لیے وہ مارے خوف کے چھپ گئے ہیں۔ اور ان کا پوشیدہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کا نام لے کر انہیں بلانا جائز نہیں۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا۔

کراچی کو نام لے کر جانے والا کافر ہے۔ بہر حال وہ غائب ہیں۔ لیکن زندہ ہیں۔ ساوران کی واپسی کا انتظار ہے۔ اسی لیے انہیں ”امام منتظر“ بھی کہتے ہیں۔

امام غائب کے ظہور کے زمانہ میں شیعہ روایات

کا اختلاف ہی اس قصہ کے من گھڑت ہونے

کی قوی دلیل ہے

روایت نمبر (۱)۔

بقول حضرت علی امام مہدی کی غیبت زیادہ سے زیادہ

چھ سال ہوگی

بعض کتب شیعہ میں یوں مذکور ہے۔ کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ امام مہدی کتنے دن غائب رہیں گے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:-

اصول کافی؛

سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سِتَّ أَشْهُرًا أَوْ سِتَّ سِنِينَ۔

(اصول کافی باب الحجۃ جلد اول ص ۳۲۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

توجہ:-

یعنی چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال۔

روایت نمبر (۲)۔

امام رضا نے کہا ہمدی کے غائب رہنے کا عرصہ تین سو

تیرہ مخلص شیعوں پر ہونا تک ہے

احتجاج طبری:-

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِتْنَا إِلَّا قَتَائِمٌ بِأَمْرِ
اللّٰهِ وَهَادٍ إِلَى دِينِ اللّٰهِ وَالحِڪْمِ الْقَتَائِمِ
الَّذِي يُطَهِّرُ اللّٰهَ بِالأَرْضِ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ
وَالْحُجُودِ وَيَمْلَأُ الأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا
هُوَ الَّذِي يَخْفَى عَلَى النَّاسِ وَلَدَنَّهُ وَ
يَعْتَبُ عَنْهُمْ شَخْصُهُ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِمْ
تَسْمِيَّتَهُ وَهُوَ سَمِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتُهُ وَهُوَ الَّذِي تُطَوَّى
لَهُ الأَرْضُ وَيَذَلُّ لَهُ كُلُّ صَغْبٍ يَجْتَمِعُ
إِلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ عِدَّةٌ أَهْلُ بَدْرِ
(ثَلَاثُمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ) رَجُلًا مِنْ
أَقْصَا الأَرْضِ وَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ إِنَّمَا تَكُونُوا

يَا أَيُّهَا اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَإِذَا اجْتَمَعَتْ
لَهُ هَذِهِ الْعِدَّةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ أَظْهَرَ اللَّهُ أَمْرَهُ
فَإِذَا كَمَلَ لَهُ الْعَقْدُ (وَهُوَ عَشْرَةُ أَلْفِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِإِذْنِ اللَّهِ
فَلَا يَزَالُ يُقْتَلُ أَعْدَاءُ اللَّهِ حَتَّى يَرْضَى عَزَّ وَجَلَّ.

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۵۰ مطبوعہ قم)

خیابان طبع جدیدہ اجوبہ علیہ السلام

علی اسئلہ یحییٰ بن اکثر

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۸ طبع قدیم مطبوعہ)

نجم اشرف

ترجمہ:-

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک اللہ کے حکم سے قائم ہے اور
اللہ کے دین کا ہادی ہے۔ لیکن قائم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے زمین کو
کفر و جور سے پاک کرے گا۔ اور عدل و انصاف کے ساتھ زمین کو بے دریغ
گا۔ اور وہ وہ ہے۔ کہ جس کی ولادت اور اس کا وجود لوگوں سے مخفی ہوگا۔ اور لوگوں
پر اس کا نام لینا بھی حرام ہوگا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمنام اور ہم کنیت
ہوگا۔ اور وہ وہ ہے۔ کہ جس کے لیے زمین کو لیٹا جائے گا۔ اور اس کے لیے
ہر سخت کو زرم کیا جائے گا۔ اور اس کے لیے جمع ہوں گے۔ اس کے صحاب
اہل بدر کی تعداد کے برابر زمین کے کناروں سے (۳۱۳) اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس
قول کے مطابق ہے کہ تم جہاں بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ایک جگہ کرے گا۔
بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ اور جب اہل اخلاص سے یہ تعداد اس
کے لیے جمع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب اس کی

تعداد پوری ہو جائے گی۔ (دس ہزار) اس وقت وہ اللہ کے اذن سے نکل آئے گا پس وہ ہمیشہ دشمنوں کو قتل کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

روایت نمبر ۳:-

امام باقر نے کہا مہدی کا ظہور اللہ نے سنہ ۱۲۰ میں مقرر کیا تھا

پھر ائمہ اہل بیت سے شیعوں کی غداری کے سبب سنہ ۱۲۰

تک اور پھر غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دیا۔

اصول کافی:-

عَنْ أَبِي حَمْرَةَ الشَّامِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ يَا ثَابِتُ إِنَّ اللَّهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَانَ وَقَّتَ هَذَا الْأَمْرَ
فِي السَّبْعِينَ فَلَمَّا أَنْ قُتِلَ الْحَسَنِ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِشْتَدَّ غَضَبُ
اللَّهِ تَعَالَى عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ. فَأَخَّرَهُ
إِلَى أَرْبَعِينَ وَمِائَةٍ فَحَدَّثْنَاكُمْ فَأَذَعْتُمْ
الْحَدِيثَ فَكَشَفْتُمْ قَنَاعَ الشُّرِّ وَلَكُمْ
يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَفْتًا عِنْدَنَا
وَيَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ

قَالَ أَبُو حَمْرَةَ فَحَدَّثْتُ بِذَلِكَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
فَقَالَ قَدْ كَانَ كَذَلِكَ .

(اصول کافی باب کراہت التوقیت جلد اول)

ص ۳۶۸ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

ابو حمزہ شمالی سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو کہتے سنا کہ اسے ثابت
(نام ابو حمزہ) اللہ نے ہمارے اور شیعوں کے لیے فراخی اور حکومت کا زمانہ منجھ
کامین کیا تھا چونکہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ لہذا خدا کا غضب نازل
ہوا مشرکین اہل زمین پر پس تاخیر کی ان مشرکوں کی رسوائی کے لیے سنہ ۱۲ھ تک
پس ہم نے بیان کیا تم سے اپنے اسرار کو تم نے نشر کر دیا۔ ہماری باتوں کو اور
کھول دیا ہمارے بھیدوں کو اس کے بعد خدا نے کوئی وقت معین نہ کیا اور اللہ
جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ ابو حمزہ نے کہا میں نے یہ حدیث امام جعفر
صادق علیہ السلام سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔

لمحہ فکریہ:-

مذکورہ میں روایات کو اگر کوئی شخص سرسری نظر سے بھی پڑھے گا۔ تو یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔
کہ امام غائب کا قعرہ ازاقل تا آخر تمام من گھڑت ہے۔ اور بڑی چالاک سے اس سے وضع
کیا گیا ہے۔ شیعوں حضرات کی کتب ان کے اس عقیدہ سے بھری پڑی ہیں۔ کہ امام اہل بیت
کو ”مَآکَانَ وَمَا یَکُونُ“ کا علم ہوتا ہے جب ان کے علم کا یہ حال ہے۔ تو
پھر امام غائب کے بارے میں ان کے اس قول کا کیا معنی ہوگا۔؟ امام غائب چھ دن یا چھ
مہینے یا چھ سال میں ظاہر ہوں گے۔ پھر یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے آپ

کی شدید توہین کی گئی۔ کیونکہ آپ نے امام غائب کے ظہور کی مدت زیادہ سے زیادہ چھ سال مقرر فرمائی۔ اب اس کے بعد بھی ساڑھے بارہ سو سال سے اوپر گزر چکے ہیں۔ لیکن امام غائب کے ظہور کا امام و نشان تک نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اگرچہ منسوب کر دیا گیا۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ قول ہرگز نہیں۔

دوسری روایت میں جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ جب تہمین سوتیرہ مخلص شیعہ اگر جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچ جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ امام غائب (مہدی) کو دنیا میں ظاہر فرما دے گا۔ اس روایت میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام غائب تو اب تک یقیناً ظاہر نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا۔ آج تک روئے زمین پر دس ہزار مخلص شیعہ جمع نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے امام غائب، ابھی تک غائب ہے۔ ورنہ دس ہزار نہیں بلکہ اس سے زائد موجود ہیں۔ تو اب امام غائب کس کی انتظار میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اپنے کہنے کے مطابق اب انہیں منظر عام پر کیوں نہیں

لا رہا؟

تیسری روایت جو امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ وہ بھی ان پر محض افتراء اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ کیونکہ اس میں امام موصوف کی طرف منسوب کر کے یہ بات کہی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امام غائب (مہدی) کے ظہور کے لیے سترہ کا زمانہ مقرر فرمایا۔ اور پھر چونکہ حسین رضی اللہ عنہ نے غضب میں اگر نیز زمانہ سترہ تک بڑھا دیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ یوں ہوا۔ کہ جب شیعوں نے بد عہدی کی۔ اور اپنے امام غائب کے راز کو فاش کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر معین عرصہ کے لیے امام غائب کے ظہور کو موقوف کر دیا۔ کیا امام باقر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کی ترمیم و تنسیخ کا قول کر سکتے ہیں؟ کیا ”هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ کا امام موصوف کو علم نہ تھا۔؟ گویا اس روایت میں صرف امام باقر رضی اللہ عنہ کی ہی توہین نہیں کی گئی۔ بلکہ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی میں بھی دخل اندازی کی گئی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔

کہ یہ روایت بھی کچھلی روایت کی طرح بے اصل اور موضوع ہے جب روایت من گھڑت ہوئی تو اس سے جس واقعہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یعنی ”امام غائب کا ظہور“ یہ قصہ بھی من گھڑت نکلا۔

تازیانہ عبت۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اجتہاد طبرسی ہم شیعوں کے امام رضا کا قول نقل کر چکے کہ دس ہزار مخلص شیعہ پیدا ہونے پر اللہ امام مہدی کو ظاہر کر دے گا۔ جب کہ امام رضا ہی کے دور میں شیعوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ اس کے باوجود آپ کا مذکورہ ارشاد بتلاتا ہے کہ ان لاکھوں میں دس ہزار بھی مخلص شیعہ نہ تھے ورنہ امام رضا کے دور میں ہی مہدی ظاہر ہو جاتے۔ بلکہ امام رضا کا یہ قول پڑھیں اور شیعہ مذہب کی حقیقت سمجھیں۔

موسیٰ بن بکرواسطی نے کہا مجھے امام رضا نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کی تیز کرتا ہوں۔ تو محض زبانی تعریف کرنے والا ہی پاتا ہوں۔ اگر میں ان کا امتحان لوں تو سب کو مرتد پاؤں گا۔ اگر ان کی صحیح جانچ لوں تو ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہ نکلے ان کی چھان بین کرنے سے میرے لیے یہی کچھ باقی رہ جاتا ہے کہ ایک مدت ہوئی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حالانکہ علی کا شیعہ وہ ہے جو جس کا قول اس کے عمل کی تصدیق کرے۔

(۱۔ روضہ کافی جلد ۵ ص ۲۲۸ طبع تہران جدید)

(۲۔ علینہ المتقین ص ۷ طبع تہران)

شیعوں کے نزدیک ان کا امام غائب کہاں گم ہوا

چہارہ معصوم :-

در سامرا قبر امامین ہمایین حضرت ہادی و حضرت عسکری متوفی سنہ ۲۶۱ و سر داب
غیبت حجتہ بن الحسن عی و کن راکل بارگاہ قرار گرفتہ در سامرا در محن بزرگ است۔

(چہارہ معصوم مصنفہ عماد الدین حسین اصفہانی
جلد دوم ص ۶۶۷ طبع جدید ایران)

توجہ :-

سامرا عراق کا شہر ہے دو بزرگ اماموں حضرت ہادی اور حضرت امام حسن عسکری کی
قبر ہے اور امام حسن عسکری کے بیٹے حضرت حجتہ (امام مہدی) کے غائب ہونے
والا تہ خانہ اسی بارگاہ کے حواریں بڑے محن کے اندر ہے۔

سامرا کے تہہ خانہ میں بسا اوقات اولیاء اللہ کو امام غائب
مختلف بھیسوں میں نظر آتا ہے۔

چہارہ معصوم :-

آفتاب وجودش از شرق و امان مادرش ز حبس خاتون شاہزادہ رومی در شب جمعہ
۱۵ شعبان نزدیک صبح در سال ۲۵۵ھ پیدا گشت و تا کنون کہ ۱۱۱۸ سال از تولدش
میگذرد در پس پردہ غیب از چشم جہانیاں مخفی است تا آنکہ کہ بامر الہی ظاہر گردد

.....وصف سرداب علی غیبت کبریٰ، آل زینبہ بسیار زیبا و وسیع کہ
چند خانہ بزرگ عسکریمین را بہم روطہ می ساخت بسبب حملہ دشمنان جائے غیبت کبریٰ
قرار گرفت یعنی امام عصر حجتہ بن الحسن العسکری عج برائے آخرین دفعہ از انظار عمومی آنجا
مخفی شد و دیگر هیچ کس جز خواص اوتاد و مخلصین از مروجہ اورنجے بنید گر کسانیکہ از اولیاء
خدا باشند و دیدہ حق میں داشتہ۔ واد بوجود آید و توانند آن شخصیت را در ہر لباس
است بیند۔

(چہار وہ معصوم جلد دوم ص ۷۸۲ طبع ایران)

ترجمہ:-

امام غائب کا آفتاب وجود اپنی والدہ کے ایک دامان سے (جن کا نام زحس خاتون ہے)
شعبان کی ۱۵ تاریخ کو ۲۵۵ھ میں بوقت صبح ظاہر ہوا ۱۱۸۱ سال ہوئے اب
تک دنیا والوں کی نظر سے پردہ خفایں میں۔ تا آنکہ اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں
گے۔

جس تہ خانہ میں آپ کی غیبت کبریٰ ہوئی۔ وہ جگہ زمین کے اندر بڑی خوبصورت
اور وسیع ہے جو عسکریمین کے چند بڑے کمروں کو آپس میں ملائی ہے، دشمنوں
کے حملے کے خوف سے وہاں آپ کی غیبت کبریٰ واقع ہوئی، یعنی امام زمانہ حضرت
حجتہ بن امام حسن عسکری (اللہ انہیں جلدی ظاہر کرے) اس جگہ آخری بار عام لوگوں
کی نظر سے مخفی ہوئے، خاص الخاص اور مخلص بندوں کے سوا انہیں کوئی دیکھ نہیں
سکتا البتہ جو لوگ اولیاء اللہ میں سے ہوں اور خدا شناس نگاہیں رکھتے ہوں
وہ آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔ خواہ آپ جس بھی لباس میں ہوں۔

اس وقت شیعوں کا امام غائب ان کے نزدیک

بلاد مغرب میں حکومت کرتا ہے

روایت نمبر (۱)۔

تذکرہ الائمہ۔

در کتاب نزعة الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت الامرد در جزیرہ از جزائر مغرب است کہ از اعلیٰ خوانند و ہر یک از اولاد مذکور آن حضرت طامہ و قاسم در جزیرہ از آن جزائر حاکمند و مؤید این قول آنکہ در شام شہر سے ہست حزیں نام دوست سید صالح شیعوں از مردم آل ولایت است این فقیر را خبر داد کہ ما در مکہ بودیم شخصی را دیدم کہ در بازار منی میگردید و ندی و دوست داشت و سے خواست بفروشد و کسی از و این خبر را نہ خریدید و گفتم تو را چه حالت است گفت چند دم دارم و کہے از منی میگیر و نہی و انہم چه کنم گفتم بمن بنما اچوں نگاہ کردم کہ او ایں بود اللہ ربنا و محمد نبینا و السہدی امامنا۔

پرسیدم کہ تو از کجائی؟ گفت از بلاد مغربم و در میان و دیائے خضر و او را پادشاہ است کہ نام او مہدی است، و ایں سکہ بنام مبارک دوست و علم بسیار دار و من گفتم کہ ہست ایں مہدی؟ و از کدام طائفہ است؟ انگشت بلب گذاشت کہ حرف مزین اگر تو شیعی ای میدانی۔

(تذکرہ الائمہ (ملا باقر مجلسی ج ۱۰ ص ۱۰۰ طبع جدید ایران)

توجہ :-

کتاب نزعة الناطقین لکھا ہے کہ حضرت الامام مہدی (کا جاء قرار اس وقت مغرب جزائر میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ جسے علمیہ کہتے ہیں اور آپ کی زینہ اولاد میں سے طاہر اور حاکم دونوں ان جزائر میں سے ایک ایک جزیرہ کے حاکم ہیں۔

اس قول کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ملک شام میں ایک حنین نامی شہر ہے وہاں کے ایک باشندے سید صالح شیعہ نے مجھے بتلادیا کہ جب ہم مکہ میں تھے۔ میں نے وہاں منیٰ کے بازار میں ایک شخص کو گھومتے ہوئے دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں کچھ سونا تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا مگر کوئی شخص اس سے خرید نہیں رہا تھا۔ میں نے اسے کہا یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ کہنے لگا میرے پاس چند درہم ہیں اور کوئی شخص خرید نہیں رہا اب کیا کروں میں نے کہا مجھے دکھا دو! جب میں نے دیکھا تو ان درہموں پر یہ مہر تھی۔ اللہ ہمارا رب ہے محمدؐ ہمارا نبی ہے اور مہدی ہمارا امام ہے۔ میں نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگا میں مغربی ممالک میں سے دریائے اخضر کے درمیان کارہننے والا ہوں۔ ہمارا بادشاہ مہدی نام رکھتا ہے یہ سکا اسی کے نام مبارک کا ہے اس کی عمر بڑی لمبی ہے۔ میں نے کہا یہ مہدی کون ہے اور کس گروہ سے ہے؟ تب اس نے لب پرائگشت رکھ دی اور کہا اگے بات ذکرنا، اگر توشیعہ ہے تو سب کچھ جانتا ہوگا۔

روایت نمبر ۱۰ :-

تذکرۃ الائمہ :-

علی بن عزالدین استرآباد نقل کرتا ہے۔ جس کے باپ دادا کمال علم و ورع اور شیعہ ہونے

میں علاقہ عرب میں مشہور تھے، کہ آج سے پانچ سال پہلے میں ایک جماعت کے ساتھ ویدئے شام میں تھا کہ دریا میں ایک کشتی نمودار ہوئی جو عام کشتیوں سے مختلف تھی۔ جب وہ کشتی نزدیک آئی۔ تو اس میں جو لوگ تھے ہم ان کے قریب پہنچے اور ان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ ایک ماہ سے راہ گم کیے ہوئے ہیں اور آبادی تک نہیں پہنچ سکے۔ اگے ماباقر شیعہ کی ربانی واقعہ سنئے۔

تذکرۃ الائمہ

پس احوال پر سیدہ کہ شہادہ چوں معلوم کر دند کہ بروین اسلام ایم خوشدل شدند امامت را بودند تا آنکہ تحقیق کردند کہ بطریق اثنی عشریم بکیارگی رام شدند و بکنار خشکی آمدند و ایشان را ترغیب کردیم بہ نیکی اعتقاد مردم این ولایت و از زانی و فردانی نعمت گمان ایشان یقین شد کہ مخالف درین ولایت نمے باشد پس بیرون آمدند و نماز ظہر را بجماعت گزارند و در ہم بسیار بیرون آمدند کہ چیزے بجز نمود سکواں در اہم بنام مبارک امام مہدی کا بود

(تذکرۃ الائمہ، ص ۱۴۱ طبع ایران)

ترجمہ:

انہوں نے پوچھا کہ تم کس دین میں ہو؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم دین اسلام پر ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے مگر کچھ خوفزدہ تھے جب انہیں تحقیق ہو گئی۔ ہم (اہل تشیع ہیں) بارہ اماموں کے قائل ہیں تو وہ یک دم نرم ہو گئے اور ساحل پر آگئے ہم نے انہیں شامی لوگوں کے حسن اعتقاد اور نعمتوں کی فراوانی وغیرہ سے خبر دی مابہیں یقین ہو گیا کہ اس ملک میں ہماری مخالفت نہیں ہوگی چنانچہ وہ باہر آگئے۔ اور ہمارے ساتھ نماز ظہر ادا کی اور بہت سے درہم بامبر لائے

تاکہ کچھ چیزیں خریدیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان دراہم کی مہر امام مہدی کے نام کی تھی۔
یاد رہے تلاباقیر نے مذکورہ واقعات بارہ امام مہدی کے ذکر میں اس عنوان کے
تحت لکھے ہیں۔ ”اسامی و کلامی آنحضرت و جماعتی کہ آنحضرت را دیده اند“ یعنی امام مہدی کے
نام اور کلام۔ اور اس جماعت کا ذکر جنہوں نے آنحضرت کو دیکھا ہے۔

لمحہ فکریہ۔

کتاب چہارہ معصوم کی دو عدد عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ امام مہدی بغداد کے قریب
شہر سامرہ کے ایک تہہ خانہ میں غائب ہیں اور عام لوگوں کو تو نظر نہیں آتے مگر خاص لوگ انہیں
پہنچان لیتے ہیں خواہ وہ کسی بھی لباس میں ظاہر ہوں۔ اور تذکرۃ الامم کی دو عدد روایات سے
واضح ہوا کہ امام مہدی کے دو بیٹے ظاہر و قاسم مغرب کے جزائر میں حکومت کرتے ہیں اور وہاں
امام مہدی کے نام کا سکہ چلتا ہے۔

قارئین کرام! شیعہ حضرات کی ان دو معتبر عبارات میں غور کریں اور پھر فیصلہ
کریں۔ کہ آیا امام مہدی غائب ہے یا دنیا کا ایک عظیم بادشاہ ہے جو تقریباً بارہ سو سال سے
حکومت کرتا چلا آرہا ہے۔ علاوہ ازیں معتبر بلکہ امام غائب کی مصدقہ کتاب میں تو یوں مذکور ہے
کہ امام جعفر نے فرمایا کہ جو آدمی امام مہدی کا نام لے وہ ہمارا قاتل ہے اور کافر ہے۔

اب ان مختلف اقوال کو تطبیق دے کر جمع کرنا عقل انسانی سے باہر ہے۔ جب ان کی
تطبیق مشکل ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات نے امام مہدی کے متعلق جو کچھ بھی افسانے بنا
رکھے ہیں۔ وہ ان کے اپنے خاندان میں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مقام
غیبت اور مقام حکومت میں یوں تطبیق دیں کہ امام مہدی داخل تو سامرا کی غار میں ہوا اور اس
کارخہ جانب مغرب کو ہو گیا اور زمین میں غار بنتی ہوئی مغرب میں جانکلی وہاں جا کر امام ظاہر
ہو گیا۔ مگر اس کی تردید بھی یہاں موجود ہے کیونکہ وہ چند گز لمبی ہے جہاں سے وہ آگے نہیں جیتی

اسی لیے امام غائب بسا اوقات وہاں ظاہر ہو کر غاص لوگوں کو زیارت کروا رہا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ سب باتیں جھوٹ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود تو امام دشمنوں سے مخالفت ہو کر غار میں چھپ جائے اور پھر لوگوں پر حکومت بھی کرے۔ پھر حیرت کی یہ بات ہے۔ کہ جب شیعہ حضرات سے پوچھا جائے کہ مہدی کون ہے تو انگشت بد ہاں جواب دیا جاتا ہے کہ اگر تم شیعہ ہو تو سب کچھ جانتے ہو۔ لہذا خاموش رہو۔ ثابت ہوا کہ یہ تمام افسانے سفید جھوٹ ہیں۔ اور شیعہ حضرات کا اب نہ کرنی امام ہے نہ ان کے پاس کوئی قرآن ہے۔

شیعوں کے نزدیک امام غائب جب نکلیں گے

تو کیلے کر آئیں گے؟

اصول کافی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ
الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرِئِيلُ إِلَى مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةَ عَشَرَ آيَاتٍ -

(اصول کافی جلد ۲ ص ۶۲۲ کتاب فضل القرآن)

ترجمہ:-

امام جعفر نے فرمایا وہ قرآن جسے جبریل نبی علیہ السلام پر لائے تترہیز آیات والا تھا۔

الوارثین

قَدْ اسْتَفَاضَ فِي الْأَحْبَارِ أَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا
 أَنْزَلَ لَمْ يُؤَلَّفْهُ إِلَّا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
 بِوَصِيَّةٍ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَبَقِيَ بَعْدَ مَوْتِهِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ مُّشْتَفِلًا بِجَمْعٍ
 فَلَمَّا جَمَعَهُ كَمَا أَنْزَلَ آتَى بِهِ إِلَى الْمُتَخَلِّفِينَ
 بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ
 كِتَابُ اللَّهِ كَمَا أَنْزَلَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا
 حَاجَةَ لَنَا إِلَيْكَ وَلَا إِلَى قُرَائِكَ عِنْدَنَا قُرْآنُ جَمْعَةٍ
 وَكُتِبَ عُثْمَانُ فَقَالَ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ الْيَوْمِ
 وَلَا يَرَاهُ أَحَدٌ حَتَّى يَظْهَرَ وَلَدِي الْمَهْدِيُّ
 وَفِي ذَلِكَ الْقُرْآنِ زِيَادَاتٌ كَثِيرَةٌ وَهُوَ
 خَالٍ عَنِ التَّحْرِيفِ -

(الوارثین ص ۲۳۷ فی تذکرۃ القرآن امدی)

(القہ امیر المومنین طبع قدیم)

(تذکرۃ النور فی الصلوٰۃ جلد دوم ص ۷۰)

طبع جدید

ترجمہ:

خبر شیخ کے ذریعہ ثابت ہے کہ قرآن کو اس کے نزول کی ترتیب کے مطابق
 صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر جمع کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد تک حضرت علی اس کے جمع کرنے میں مشغول رہے۔ جب مکمل جمع کر لیا۔ تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زبردستی ہاشمین بننے والوں کے پاس لائے۔ اور کہا۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس کی ترتیب وہی ہے جس ترتیب سے یہ کتاب نازل کی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہمیں نہ تمہاری ضرورت ہے۔ اور نہ تمہارے قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمان کا لکھا ہوا اور جمع کیا ہوا قرآن موجود ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آج کے بعد تم اس قرآن کو (جو میں نے جمع کیا) نہ دیکھو گے۔ اور ہوا بھی ایسے۔ کہ اس کے بعد کسی نے بھی اس کو نہ دیکھا اور یہ نہ دیکھنا اس وقت تک موقوف ہو گا۔ جب میرا بیٹا امام مہدی ظاہر ہو گا اس قرآن میں بہت سی آیات زیادہ تھیں۔ اور وہ تحریف سے خالی تھا۔

امام مہدی ستر گز لمبا اصلی قرآن نبی کریم کے ہتھیار اور ذوالفقار حیدری وغیرہ لے کر غار سے نکلیں گے

احتجاج طبرسی:-

وَيَكُونُ عِنْدَهُ سَلَامٌ تَسْوِلُ اللَّهُ بِهِ سَيِّفَهُ
ذُو الْفِقَارِ وَ تَكُونُ عِنْدَهُ صَحِيفَةٌ فِيهَا
أَسْمَاءُ شِيعَتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَ صَحِيفَةٌ
فِيهَا أَسْمَاءُ أَعْدَائِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
وَ يَكُونُ عِنْدَهُ الْجَامِعَةُ وَ هِيَ صَحِيفَةٌ

طُولُهَا سَبْعُونَ زَاغًا فِيهَا جَمِيعُ مَا يُحْتَاجُ
إِلَيْهِ وَلَكِنْ أَدَمَ وَ يَكُونُ عِنْدَهُ الْحَقُّرُ الْأَكْبَرُ
وَالْأَصْفَرُ وَهُوَ إِهَابُ كَبْشٍ فِيهَا جَمِيعُ
الْعُلُومِ حَتَّى إِرْشِ الْخَدَشِ وَحَتَّى الْجِلْدَةِ
وَنِصْفِ الْجِلْدَةِ وَثُلُثِ الْجِلْدَةِ وَ يَكُونُ
عِنْدَهُ مَصْحَفٌ فَاطِمَةٌ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔

(طبع قدیم ص ۲۲۰، احتیاج الرضا فیما يتعلق

بالامامة مطبوعہ نجف اشرف)

(احتیاج طبری جلد دوم ص ۲۲۱ مطبوعہ قم خیابان

ارم طبع جدید)

توجہ:-

امام مہدی کے پاس رسول اللہ کے ہتھیار اور ذوالفقار تلوار ہوگی۔ ان کے پاس ایک
صحیفہ ہوگا جس میں ان کے قیامت تک کے شیعوں کے نام ہوں گے۔ اور ایک
صحیفہ ہوگا جس میں ان کے تا قیامت دشمنوں کے نام ہوں گے۔ اور ”الجامعہ“
نامی صحیفہ ہوگا جس کا طویل ستر ہاتھ ہوگا۔ اس میں اولادِ آدم کے تمام سائل کا حل ہوگا۔
ان کے پاس جعفر اکبر و اصغر ہوگا۔ دیکھو ایک میڈیکل کمال ہے۔ جس میں تمام علوم ہوں
گے۔ حتیٰ کہ خراش کی سزا مکمل مدد آدھی یا آٹھنائی حصہ صوبہ مذکور ہوگا۔ اور ان کے
پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف بھی ہوگا۔

انوار النعمانیہ:-

فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ جَازَ الْقِرَاءَةُ فِي هَذَا الْقُرْآنِ

مَعَ مَا لِحِقَّتْهُ، مِنَ التَّغْيِيرِ قُلْتُ قَدْ وَرَدَ
 الْأَخْبَارُ أَنَّهُمْ أَمَرُوا شَيْعَتَهُمْ لِقِرَاءَةِ
 هَذَا الْمَوْجُودِ مِنَ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا
 وَالْعَمَلِ بِأَحْكَامِهِ حَتَّى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ
 الزَّمَانِ فَيَرْتَفِعَ هَذَا الْقُرْآنُ مِنْ أَيْدِي النَّاسِ
 إِلَى السَّمَاءِ وَيُخْرَجُ الْقُرْآنُ الذِّكْرُ أَلْفَهُ
 أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَيُقْرَأُ وَيُعْمَلُ بِأَحْكَامِهِ
 رَوَى الْكَلْبِيُّ بِإِسْنَادِهِ إِلَى سَالِمٍ مِنْ سَلَمَةَ
 قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَ
 أَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ
 عَلَى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
 مَا كَفَتْ عَنْ هَذِهِ الْقِرَاءَةِ وَاقْرَأْ كَمَا
 يَقْرَأُ النَّاسُ حَتَّى يَقُومَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ
 قَرَأَ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْهِ سَلَامٌ وَأَخْرَجَ الْمُصْحَفَ
 الَّذِي كَتَبَهُ عَلَيْهِ وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ
 عَلِيًّا لَمَّا فَرَعَ الْقُرْآنَ قَالَ لَهُمْ هَذَا
 كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى كَمَا أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَمَعْتُهُ بَيْنَ
 التَّوْحِيدِ فَقَالَ هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ
 جَامِعٌ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ
 فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَبَدًا

إِنَّمَا كَانَ عَلَىٰ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِينَ جَمَعْتُهُ .

(انوار نعمانیہ ص ۲۳۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

من عثمان ومعاویۃ بیان مملکت

(کتابت الوحی)

ترجمہ:-

اگر تو اعتراض کرے کہ اس قرآن کی تلاوت کیسے جائز ہے۔ جبکہ اس میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے؟ میں کہوں گا کہ امارت میں آپکا ہے۔ کہ اہل بیت نے اپنے شیعوں کو اس موجودہ قرآن کی نماز میں تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم صاحب الزمان کے ظہور تک ہے جب وہ آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن لوگوں کے ہاتھ سے آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اور وہ قرآن لایا جائے گا۔ جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ وہ اس کی تلاوت کریں گے۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں گے۔

کینی نے سالم بن سلمہ کی اسناد سے روایت کی۔ ایک آدمی نے میری موجودگی میں امام جعفر صادق کے سامنے قرآن کی کچھ ایسی آیات پڑھیں۔ جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ تو امام جعفر نے فرمایا۔ چھوڑ دو۔ اور وہی پڑھو۔ جو دوسرے لوگ پڑھتے ہیں۔ حتیٰ کہ امام قائم آئیں۔ جب وہ آجائیں گے۔ تو طبعیہ کتاب اللہ پڑھیں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا مصحف نکالیں گے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مخالفین کو اپنا تالیف شدہ قرآن دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ اللہ کی کتاب اس ترتیب کے مطابق ہے۔ جس پر اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا تھا۔ میں نے اسے درختوں میں جمع کر دیا ہے۔ تو اس (عمر) نے کہا۔ ہمارے پاس مصحف ہے۔ اس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں تمہارے

جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ لڑکھا خدا کی قسم! آج کے بعد تم اسے نہ دیکھو گے۔ میرے لیے یہ ضروری تھا۔ کہ میں تمہیں اطلاع کر دیتا۔ کہ میں نے قرآن جمع کیا ہے۔ ہاں تم اسے پڑھتے۔

جلد العیون :-

جناب امیر علیہ السلام کو بلائے بیعت بلایا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گا۔ گھر سے باہر نہ آؤں گا اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں گا۔ بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع فرمایا۔ اور جزوان میں رکھ کر سر بہرہ کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لاکر مجمع ہماجرین و انصار میں ندا فرمائی۔ کہ اے گروہ مرداں! جب میں دنیٰ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہوا۔ بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات و سورت ہائے قرآن کو میں نے جمع کر دیا۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہ ہوئی۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر مرتضیٰ تھیں۔ اس وجہ سے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر شرمناک اپنے مجرہ ظاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۷۱ طبع جدید۔)

ماجرى بعد الرسول صلى الله عليه وسلم)

(جلد العیون ترجمہ ص ۲۶۶ - ۲۶۷ جلد طبع جدید)

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے

- ۱۔ اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ جب اس جمع شدہ قرآن کو صحابہ کرام کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اصلی قرآن کو گم کر دیا۔
- ۲۔ امام غائب اس وقت سامرہ کے غار میں ہیں۔ اور ستر ہزار آیات والا قرآن ان کے پاس ہے۔ مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہاتھ لمبا ہے۔ اور اس کے علاوہ چند صحیفے یہ سب امام قائم کے پاس ہیں۔
- ۳۔ جب تک امام قائم آل محمد وہ اصلی قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ لے کر نہیں آتے۔ اس وقت تک موجودہ قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل جائز ہے۔
- ۴۔ جب حضرت قائم آل محمد اصلی قرآن لے کر آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن خود بخود آسمانوں کی طرف اڑ جائے گا۔ اس اصلی قرآن کی امام غائب تلاوت بھی کریں گے۔ اور اس کے احکام نافذ بھی کریں گے۔

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنا تالیف کردہ قرآن غائب کر دیا۔ اس وقت سے لے کر قائم آل محمد کے ظہور تک شیعوں کے پاس قرآن نہیں۔ اور جب سے گیا رہیں امام

انتقال کر گئے۔ اور بارہویں خوف کے مارے چمپ گئے۔ اُس وقت سے اس چھپے ہوئے امام کے ظہور تک ان کا کوئی امام نہیں۔ مختصر یہ کہ صدیوں سے نہ ان کے پاس قرآن اور نہ امام۔ اور نہ جانے کب تک اس محرومی میں رہیں گے۔ نہ ”امام غائب“، حاضر ہو گا۔ نہ قرآن لائے گا اور نہ انہیں امام کا منہ دیکھنا نصیب ہو گا۔ اور نہ وہ اصلی قرآن، کی تلاوت نصیب۔ یہ نصیب جو بٹھہرے۔ یہ تو نصیب والوں کی بات ہے۔ کہ قرآن بھی ان کے پاس اور علماء اولیاء کی سرکردگی بھی موجود۔

ذَٰلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ يَوْمَئِذٍ مِّنَ الشَّامِ

خلاصہ باب :-

اس باب کی تیرہ فصلوں میں آپ نے جو کچھ پڑھا۔ اور وہ ان لوگوں کی کتب کے حوالہ جات سے ہے اس سے آپ پر یہ بات بالکل واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہو گی۔ کان بدطنیت لوگوں نے نہ معاف خدا کو کیا۔ نہ انہیں اس کے پیغمبروں کی عظمت و عزت نظر آئی اور نہ ہی اہل بیت کی مہارت و پاکیزگی کی طرح دھیان گیا۔ اول آخر ان کے مذہب میں گستاخیاں بے باکیاں اور لہجہ ترانیاں ہی پاؤں گے۔ جو کسی دوسرے فرقہ میں شائد ہی ہوں۔ ان تمام گستاخیوں، اور من گھڑت روایات و واقعات کی بنیاد ”مسکرامت“ ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ”امت“ کا ایسا بلند و بالا مقام ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں خالق اُجائے یا مخلوق کوئی بھی عیب سے بچ نہیں سکتا۔ یہ سب کچھ آپ گزشتہ تیرہ فصلوں میں بڑھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ایک کتاب جسے قدرت نے شاہکار بنا دیا

عظمت اہلبیت رسول ﷺ

جانشین محقق اسلام علامہ محمد طیب نقشبندی مدظلہ العالی

☆ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کر کے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔

☆ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جن کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

☆ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار کے متعلق بے صبری، بے قراری جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں میٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔

☆ اس قدر دلنشین انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں

☆ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔

باب دوم

شیعوں پر
ائمہ اہل بیت کی

مچھٹکار

باب دوم:

اُمّہ اہلبیت کی شیعہوں کی بیزارگی

اور

ان کے حق میں بدعائیں

بد دعائیں۔

حضرت علی نے اپنے شیعہوں سے کہا خدا تمہارے چہروں کو

رہوا کرے اور تم بد بخت ہو جاؤ

ہج البلاغہ۔

الذَّلِيلُ وَاللَّهُ مَنْ تَصَرَّمُوهُ وَمَنْ رَمَى بِكُمْ فَقَدْ
 يَأْتُونَكَ تَأْخِيْلُكُمْ وَاللَّهُ كَثِيرٌ فِي
 الْبَاحِثَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرِّايَاتِ وَإِنِّي
 لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيْسُكُمْ أَوْ رَكُمُ
 وَلَكِنِّي لَا أَرَى إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ

نَفْسِي أَضْرَعَ اللَّهُ خُذْ وَدَكُمُ وَ آتَعَسَ
جُدْ وَدَكُمُ لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمْ
الْبَاطِلَ وَلَا تَبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَابْطَالِكُمْ
الْحَقَّ

رنج البلاغہ خطبہ ۶۹ ص ۹۹ (مطبوعہ بیروت)

فی تو بیخ بعض اصحابہ

ترجمہ:-

خدا کی قسم جس کی تم مدد اور نصرت کرو۔ وہ ذلیل ہے۔ تم اسے لڑائی میں چھوڑ کر
بھاگ جاؤ گے۔ اور مغلوب ہو کر اسے خواہ مخواہ ذلت نصیب ہوگی۔ اور جس شخص
نے تمہیں دشمن کے مقابلہ کے لیے بھیجا اس نے ایک تیرے پیکار چلایا۔ قسم خدا
کی تم اپنے مکانوں کی فضا میں تو بہت جیتے ہو۔ مگر میدان میں علم کے نیچے تمہاری
تعداد بہت ہی قلیل ہوتی ہے۔ بے شک میں اس چیز سے خوب واقف ہوں
جو تمہارے فتنہ و فساد کی اصلاح کر سکتی ہے۔ تمہاری کجی کو سیدھا کر سکتی ہے۔
جابر اور ظالم بادشاہوں کی سیاستوں کا تمہارے ساتھ عمل درآمد ہو سکتا ہے۔
مگر میں اپنے نفس کو ناسد کر کے تمہاری اصلاح نہیں چاہتا۔ خدا تمہارے چہروں
کو ذلیل و رسوا کرے۔ تمہارے نصیب اور مقدر کو لپیٹ کر دے۔ تم بد بخت ہو
جاؤ۔ کیا تم حق کو اتنا بھی نہیں جانتے۔ جتنا کہ باطل کو پہنچاتے ہو۔ کیا تم ابطال
باطل میں اتنی کوشش بھی نہیں کر سکتے جتنی کہ حق کو چھپانے کے لیے کوشش میں لاتے ہو۔

رنیزنگ نصاحت ص ۸۰ مطبوعہ یونی

لمحہ فکریہ:-

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کی حقیقت کو کس طرح وضاحت سے

بیان فرمایا۔ اور قسم کھا کر فرمایا کہ جس کے تم مددگار بنو۔ وہ ذلیل ہے۔ کیونکہ میدان جنگ میں اسے چھوڑ کر بھاگ جانا تمہاری دیرینہ عادت ہے۔ تمہارے گھروں میں اگر لاف زنی دیکھنی ہو۔ تو ہر شخص، رستم نان نظر آئے گا۔ لیکن جب میدان جنگ میں نکلنے کا وقت آتا ہے۔ تو پھر چھپتے پھرتے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ مبنی فرماتے ہیں۔ کہ شیعو! میرے ساتھ گھر میں بیٹھ کر محبت و اطاعت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور جب میدان جنگ میں تمہاری محبت و اطاعت کا امتحان ہونے لگتا ہے۔ تو دو گیدہ ہو جاتے ہو۔ تمہارے اس منافقانہ رویہ سے بیزار ہو کر اور تنگ اگر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ذلیل و خوار اور تمہارے مقدر کو لپیٹ اور تمہیں بد بخت کرے۔

قادیان کو امیر تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ بیزاری اور بد عا جو آپ نے اپنے شیعوں سے ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

بددعا نمبر ۲

حضرت علی ایک غلام امیر معاویہ کے بدلے دس شیعہ

شیعہ فروخت کرنے پر تیار تھے

، نہج البلاغہ۔

لَوَدِدْتُ وَاللَّهِ اَنَّ مَعَاوِيَةَ صَارَ فَخِي
بِكُمْ صَرَفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهِمِ فَآخَذَ
مِثِّي عَشْرَةً مِّنْكُمْ وَاَعْطَانِي رَجُلًا مِّنْهُمْ

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ هُنِيْتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَ اثْنَيْنِ مِنْكُمْ
 ذُو وَالْقَسَمَاجِ وَ بَكُمْ ذُو وَ كَلَامٍ وَ عَسْمَى
 ذُو وَ ابْصَارٍ لَا أَحْرَارٌ صَدَقَ عِنْدَ الْقَتَاةِ وَ
 لَا إِخْوَانٌ ثِقَلَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ قَرِيبَتْ أَيْدِيكُمْ

(بیچ البلاغہ خطبہ ۹ ص ۱۲۲ مطبوعہ بیروت)

چھوٹا سا نزن

ترجمہ:-

قسم خدا کی تمہارے ان افعال سے بیزار ہو کر میں اس بات کو دوست رکھتا
 ہوں۔ کہ معاویہ مجھ سے اس طریق سے تمہارا معاوضہ کرے کہ دنیا پر ملائے مسکوک کے
 عوض وہ ہم نقرہ مسکوک مجھے میسر ہو۔ اور دس نقرہ تم سے لے لے۔ اور فقط ایک
 مرد شامی میرے حوالے کر دے۔ اسے اہل کوفہ میں تمہاری تین خصلتوں اور دو
 خصلتوں کے سبب سے تم میں مبتلا ہو دیا ہوں۔ حالانکہ تم صاحب گوش ہو۔
 گرامر حق کے سننے سے تمہارے کان بہرے ہیں۔ سچی بات میں تمہاری زبان
 لنگ ہے۔ حالانکہ تم صاحب زبان ہو۔ تم دیکھتے ہو صاحب البصار ہو۔
 امانت دے بنے ہوئے ہو۔ نہ تم دوستوں کی ملاقات کے وقت مردان
 دانت گواہان ناد ہو۔ اور نہ بلالوں کے وقت موثق اور معتمد بھائی تمہارے ہاتھ
 خاک آلود ہو جائیں۔ تم ہمیشہ فقیر ہو۔

(نیزنگ فصاحت ص ۱۳۱ مطبوعہ یوسفی)

لمحہ فکریہ:-

حضرت علی کرم اللہ وجہہ لے جب اپنے شیعوں کی کذب بیانیوں اور بدعہدیاں کو

تو اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگے۔

اے ”محبانِ علی“ تمہارے دل کے بدلے میں مجھے اگر ایک شامی مل جائے اور امیر معاویہ یہ سودا مجھ سے کر لے۔ تو مجھے منظور ہے۔ کیونکہ ”شیعانِ علی“ ہوتے ہوئے تمہارے کان حقِ سُخّا۔ تمہاری آنکھیں حق دیکھنا اور تمہارے ہاتھ حق کی خاطر اٹھنا، گوارا نہیں کرتے۔ تم زندگی کے کسی موڑ پر قابلِ اعتماد اور دوستی کے لائق نہیں۔ تم پر ہرگز بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے تمہارے لیے میری دعا ہے۔ کہ تمہاری زندگی فقر و غربت میں بسر ہو۔ اور اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ۔ یہ بد دعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزار کی علامت ہے جو شیعوں کی کذبِ بیانی اور بد عہد لوں سے پیدا ہوتی تھی۔

بد دعا فاسد ہے۔

حضرت علی نے شیعوں سے جدائی اور خلفاء راشدین

سے جاننے کی دعا کی۔

نَجِّ ابِلَاغَتِهِ

وَلَوْ دَوْتُ أَنَّ اللَّهَ فَتَرَقَ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ
وَالْحَقِّقِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ قَوْمًا
وَاللَّهِ مَيِّمًا مِثْلُ الرَّاحِي مَرَّاجِعُ الْجِلْمِ
مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ مَتَارِيكَ تَلْبَغِي مَضَوًا
فَدُمَّا عَلَى الطَّرِيقَةِ وَأَوْجَعُوا عَلَى

الْمَحَبَّةَ فَظَفَرُوا بِالْعُقْبَى الذَّائِعَةَ وَالْكَرَامَةَ الْبَارِدَةَ .
(نہج البلاغہ ص ۱۷۴ خطبہ نمبر ۱۱۶ مطبوعہ بیروت)

طبع جدید

ترجمہ:-

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ پروردگار عالم میرے
اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما
دے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لگ تھے قسم خدا کی
ان کی آزاد اور تدبیر میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ مہربانوں کے
مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور و ستم کے ترک کرنے والے
تھے۔ گزر گئے۔ در آنہا لیکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہ واضح
پہلے اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبر میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور
گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

(نیزنگ فصاحت ص ۱۶۸ مطبوعہ یوسفی)

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے شیعوں کی بد عہدلیوں اور نافرمانیوں کو دیکھا۔ تو آپ
نے خواہش فرمائی کہ اے اللہ! مجھے میرے ان ساتھیوں سے ملا دے۔ جو اس دارِ نانی
سے راہی بجا ہوئے۔ وہ راست گو، صراطِ مستقیم پر چلتے والے اور لہجہ عاقبت والے تھے
اے اللہ! میرے اور ان شیعوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔ یعنی مجھے خلفائے راشدین
سے ملا دے۔ اور ان نام نہاد و محبانِ اہل بیت، «مشیعان علی»، سے جدا کر دے۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بددعا نمبر ۱۰۰۔

اتباع حق سے بھاگنے کے سبب علی المرتضیٰ نے اپنے شیعوں

کو نافرمان گدھوں سے تشبیہ دی

احتجاج طبرسی :-

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا اسْتَقَرَّتْكُمْ لِيَجْهَادَ هَؤُلَاءِ
فَلَمْ تَتَّقُوا وَأَسَمَعْتُكُمْ فَلَمْ تُجِيبُوا
وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا شُهُودًا
بِالْغَيْبِ أَتَلَوْا عَلَيْكُمْ الْحِكْمَةَ فَتَعْرِضُونَ
عَنْهَا وَأَعْظَمْتُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَارِعَةِ
فَتَنْفَرُونَ عَنْهَا كَأَنَّكُمْ حُمُرٌ مُسْتَفْرَةٌ قَرَّتْ
مِنْ قَسْوَرَةٍ -

احتجاج طبرسی جلد ۱ ص ۱۲۵۴ احتجاج

علیہ السلام علی قومہ وحشہ

لہم علی الجہاد ثبوت اشری طبع

خیابان طبع جدید طبع قدیم ۹۲

ترجمہ :-

لوگو! میں نے تمہیں جہاد پر بھگنے کو کہا۔ لیکن تم تیار نہ ہوئے۔ تم کو دین کی باتیں
سنائیں۔ تم نے کوئی جواب نہ دیا۔ تم کو بالمشافہ نصیحتیں کی۔ لیکن تم نے انہیں قبول

نہ کیا۔ تمہیں واضح نصیحت کی۔ لیکن نافرمان گدھوں کی طرح بھاگنے لگے۔ جیسا وہ شیر سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

حاصل کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ کوفیوں (شیعان علی) کی ہمدردیاں، ان کے عہد و پیمان اور میں المٹانا، صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نافرمان، بدعہد اور بد عادات ہیں۔ نیکیوں اور نصیحتوں سے یہ اس قدر دور بھاگتے ہیں کہ گویا وہ گدھے ہیں جس کے پیچھے شیر بھاگ رہا ہو۔ تو آپ نے ان شیعوں سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ ان کلمات شیر خدا سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ شیعان علی، ہر دور میں ناقابل اعتبار رہے ہیں۔

بد دعا وغیرہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا شیعوں تم مجھے کذاب سمجھتے

ہو اس لیے میں اللہ سے تم سے بدائی کی دعا کرتا ہوں

احتجاج طبرسی:-

يَا هَلْ كُوفَةٍ اُخْبِرْكُمْ بِمَا يَكُونُ قَبْلَ اَنْ تَكُونُ
لِتَكُونُوا مِنْهُ عَلَى حَذَرٍ وَلِتُنْذِرُوا بِهِ مَنْ اتَعَطَّ
وَاعْتَبَرَ كَاَنِّي بِكُمْ تَقُولُونَ اَنْ عَلِيًّا يَكْذِبُ كَمَا
قَالَتْ قُرَيْشٌ لِنَبِيِّهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَيِّدِهَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٌ بْنُ فَيَا وَيْلَكُمْ فَعَلَى مَنْ
 أَكْذَبَ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّا أَقُولُ مَنْ عِبْدَهُ وَوَحْدَهُ-----
 أَصْبَحْتُ لَا أَطْمَعُ فِي نُصْرَتِكُمْ وَلَا أُصَدِّقُكُمْ فَتَرَى
 اللَّهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔

(احتجاج طبرسی قدیم مطبوعہ نجات ص ۹۴)

(احتجاج طبرسی مطبوعہ قم ص ۲۵۵ جلد اول)

جدید تویخہ الخ)

ترجمہ:-

اے اہل کوفہ میں تم کو اس چیز کی خبر دیتا ہوں۔ جو ابھی ہونے والی ہے۔ تاکہ تم اس
 سے اپنا بچاؤ کر سکو۔ اور پھر اس آدمی کو جو عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے
 ڈرا سکو۔ اور گویا اس ڈرانے اور واضح نصیحت کرنے میں تمہارے ساتھ ہوں
 لیکن تم کہتے ہو۔ کہ علی (رضی اللہ عنہ) جھوٹ بولتا ہے۔ جیسا کہ قریش نے
 نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا۔ کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اے
 اہل کوفہ تمہارے لیے ہلاکت۔ پس میں کس پر جھوٹ بولوں گا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ
 پر جھوٹ بولتا ہوں۔ حالانکہ میں ہی وہ پہلا آدمی ہوں۔ کہ جس نے شریعت
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کو وحدہ لا شریک
 کہا۔ یا اس کے رسول پر جھوٹ کہوں گا۔ حالانکہ سب سے پہلے میں ہی اس پر
 ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اور اس کی مدد کی۔ میں نے اس حال میں صبح کی۔ نہ
 تو میں تمہاری مدد کی طمع کرتا ہوں۔ اور نہ تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ بلکہ میری
 تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی
 کر دے۔

لمحہ فکریہ:

اس خطبہ سے بالکل وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ ”شیعان علی“ حضرت علی رضی عنہ کے سخت نافرمان تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو ”کذاب“ کہتے تھے۔ اسی باطل عقیدہ کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ہلاکت کی دعا کی۔ اور صاف صاف فرما دیا۔ مجھے تم منافقوں کی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہی نہیں۔ لہذا اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے۔ گویا حضرت علیؑ ان سے بہت تنگ تھے۔ اور بددعا تک کر بیٹھے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بددعاء

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میری تمنا ہے کہ

میسے اور شیعوں کے درمیان کوئی مغفرت نہ ہو

انہوں نے میرا دل جلا دیا ہے

احتجاج طبری:

وَاللّٰهُ لَوَدِدْتُ اَنَّ مَعَاوِيَةَ صَارَ فَنِي بِكُمْ صَرَفَ
الدِّيْنَارِ بِالْذِّرْ هَمِرًا خَذَ مِنِّيْ عَشْرَةَ قَيْنُكُمْ فَاَعْطَانِيْ

وَاحِدًا مِنْهُمْ وَاللّٰهُ لَوَدَدْتُ اِنِّي لَمَّا عَرَفْتُكُمْ وَلَمْ
تَعْرِفُوْنِيْ فَلَا تَتَّهَا مَعْرِفَةً جَعَلْتُ نَدْمًا لِّقَتْدُ
وَرَنْتُمْ صَدْرِيْ غِيْظًا وَاَفْسَدْتُ شِعْرَ عَلِيٍّ اَمْرِيْ.

(استیاج لبرسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۶)

تو بیخہ علیہ السلام اصحابہ

لتشاقلہم عن القتال

ترجمہ

بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ امیر معاویہ مجھ سے درہم کے بدلے
دینار سے سودا کرے۔ یعنی مجھ سے دس کوئی شیعوں کے ایک شامی پیسے
قسم بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ نہ میں تم کو پسچانوں۔ اور نہ تم مجھ کو کیونکہ
اس معرفت نے ذلت کو کھینچا ہے۔ اور تم نے میرے سینہ میں غضب کو پیدا
کیا ہے۔ اور میرے معاد کو تم نے نافرمانی اور ذلت کے ساتھ خراب
کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

اس خطبہ سے واضح ہوا کہ حضرت علی شیعوں کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ
انہوں نے بد عہدوں اور مکاریوں سے آپ کا دل جلا کر رکھ دیا تھا۔

ہد اہم اللہ

بددعا

شیعوں کی بد عہدی کے سبب حضرت علیؑ

نے دعا کی اے اللہ پانی میں نمک کی طرح

ان کے دل پگھلا دے۔

احتجاج طبری:

اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلَلْتُهُمْ وَمَلُّونِي وَسَمَّيْتُهُمْ
وَسَمُّونِي اللَّهُمَّ لَا تَرْضَ عَنْهُمْ أَمِيرًا وَلَا
تَرْضَهُمْ عَنْ أَمِيرٍ وَأَوْثِقْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاطُ
الْمِلْحُ بِالْمَاءِ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أَجِدُ بُدًّا مِنْ كَلَامِكُمْ
وَمَرَأَسَكُمُ فَافْعَلْتُ۔

(احتجاج طبری جلد اول طبع قدیم قم خیابا)

۲۵۷۔ طبع بریں ۹۵، تصویح

اصحابہ لتشاقلهم عن الجهاد)

ترجمہ:

اے اللہ۔ میں نے شیعوں کو پریشان کیا۔ اور انہوں نے مجھے پریشان
کیا۔ میں نے ان کو دکھ دیا۔ انہوں نے مجھے دکھ دیا۔ اور اے اللہ

نہ خوش کران سے کسی امیر کو اور نہ ان کو کسی امیر سے۔ اور ان کے دلوں کو ایسا
پگھلا دے۔ کہ جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اللہ کی قسم بگڑی نہ تم سے
کلام کرنے اور خط و کتابت کی گنجائش بھی پائی۔ تو پھر بھی نہ تم سے کلام کروں
گدا اور نہ تم سے خط و کتابت کروں گا۔

حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ اپنے شیعوں، کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کے حق
میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کی۔ یا اللہ ان کو اس طرح پگھلا کر تباہ و برباد کر۔ جس طرح پانی نمک
کو پگھلا دیتا ہے۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اس سے صاف عیاں ہے
کہ جب ”شیعان علی“ علی کے زین سکے۔ اور ان کے دل ”حب علی“ کی بجائے بغض
علی سے بھرے ہوئے تھے۔ تو دوسروں کو ان سے کیا توقعات ہو سکتی ہیں۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی دودھس نگاہ نے یہ سب کچھ بھانپ کر دعا کی۔ اور صاف صاف
کہہ دیا۔ کہ میں نہ تمہیں منہ لگاؤں گا۔ اور نہ کوئی خط و کتابت تم سے ہوگی۔ ایک طرف
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اور دوسری طرف ان کے ”محب الہی بیت“ کے دلوں
انہی دعووں کی شیر خدا نے ترویج فرمادی۔ اور بتلایا۔ کہ سب سے بڑے غدار اور
کذاب یہی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بذدِ عاص

امام رضا نے فرمایا ہمارے شیعوں میں ہزار میں

سے ایک بھی مخلص نہیں اگر ان کا امتحان لوں

تو سب مرتد ثابت ہوں

حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف

اے حضرت امام رضا علیہ السلام مرویست کہ اگر وہ مقام تمیز شیعہ را برائیم۔ نیابیم
ایشان را مگر وصفت کنند بزبان و اگر امتحان کنیم نیابیم مگر مرتد و اگر خلاصہ و زبدہ
کنیم ایشان را از ہزار یکی قائل نہ باشد۔ تا آنکہ فرمود تکیہ میکنند بر مسند ما و میگویند
ما شیعہ علی ہستیم و نیست شیعہ علی مگر کسیکہ فعل او قتل و تصدیق نماید و از
امام حسن و سکری مروی است کہ ہر رسول خدا و وحی شد کہ فلانے نگاہ میکند بخانہ
ہمسایہ و از دیدن تا محرم مضائقہ ندارد اے حضرت غفینا کہ شدہ فرمود بیا وید
اورا کسی گفت یا رسول اللہ از شیعہ شما است و اتمتہا بنبوت شما و ولایت
علی وارد و از دشمنان شما بیزاری می جوید۔ فرمود گواں شیعہ ما است پس تحقیق
دروغ میگوید۔ آگاہ باش شیعہ کسی است کہ متابعت کند ما را و اعمال ما و آنچه
ذکر کردی از اعمال ما نیست۔ (حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف ص ۱۷ مطبوعہ
تہران و زلفا گنج)

ترجمہ

حضرت امام رضا سے روایت ہے۔ کہ اگر وہ شیعوں، کو کسوٹی پر لے جاؤں۔ تو انہیں صرف زبانی جمع خرچ کرنے والا پاؤں گا۔ لو اگر امتحان لوں گا تو مردہ کی ٹیکس گے۔ اگر ان کا پنجوڑ نکالوں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی قاصر اور نخلص نہیں ملے گا۔ حتیٰ کہ فرمایا۔ مسندیں لگا کر بیٹھے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم ”شیعان علی“ ہیں۔ لیکن علی کا شیعہ وہی ہے۔ جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو۔ امام حسن عسکری سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی۔ کہ فلاں اپنے ہمسایہ میں نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اسے کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ آپ نے اسے بھوایا۔ کسی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا شیعہ ہے۔ آپ کا شیعہ ہے۔ آپ کی نبوت۔، علی کی ولایت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو۔ کہ وہ ہمارا شیعہ ہے۔ یہ کہو کہ یقیناً وہ جھوٹ۔ بکتا ہے۔ غور سے سننا۔ ہمارا شیعہ وہ ہے۔ جو اعمال میں ہماری متابعت کرے۔ اور جو کچھ اس آدمی کے بارے میں تو نے ذکر کیا۔ وہ ہمارے اعمال میں سے نہیں۔ (لہذا وہ ہمارا شیعہ نہیں)

روضہ کافی:

قَالَ حَدَّثَنِي مُؤَدِّي بْنُ بَكْرِ الْوَاسِطِيُّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو
الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ هَيَّيْتُ شِيعَتِي لَمَّا أَجَدْتُهُمْ
الْأَوَامِيذَ وَلَوْ أَمَدَّ حَنَّتُهُمْ لَمَّا وَجَدْتُهُمْ إِلَّا
مُرْتَدِّينَ وَلَوْ تَخَلَّصْتُهُمْ لَمَّا خَلَصَ مِنْ آلَافٍ
وَاحِدٌ وَلَوْ غَرَبَتْهُمْ غَرْبَةً لَمَّا يَبَقَ مِنْهُمْ

إِلَّا مَا كَانَ لِي أَنْتَهُمْ طَالَ مَا إِيْتَكْتُ عَلَى الْآرَائِكَ
فَقَالُوا نَحْنُ شِيعَةُ عَلِيٍّ إِنَّمَا شِيعَةُ عَلِيٍّ هُنَّ
صَدَقَ قَوْلُهُ فَعَلَهُ -

(روضہ کافی جلد ۸ ص ۲۲۸ - انما شیعہ

علی من صدق قوله فعله مطبوعہ

تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۱۰۷

ترجمہ

موسیٰ بن بکر واسطی نے کہا۔ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ اگر میں
اپنے شیعوں کو پرکھوں۔ تو صرف باتوئی نکلیں گے۔ اگر میں امتحان لوں تو مرتدین کا ٹولہ
نظر آئے گا۔ اور غلوں دیکھوں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہ ملے گا۔ اگر
تحقیق سے چھان بین کروں۔ تو ایک بھی نہ بچے گا۔ عرصہ دراز سے مسندوں
پر تکیہ لگائے کہتے ہیں۔ ہم دشمنان علی، ہیں علی کا شیعہ تو وہ ہوتا ہے۔
جس کا فعل اس قول کا تصدیق کرے۔ (اور یہ بہتان سے کوسوں دور ہے
محض زبانی جمع خریج کرنے سے علی کا شیعہ نہیں بنا جاسکتا۔

خلاصہ کلام :-

امام رضا رضی اللہ عنہ نے کس قدر تجربہ اور مشاہدہ کی بات کی۔ کہ بہت سے اپنے
آپ کو دشمنان علی، کہتے ہیں۔ لیکن انتہائی بدعمل اور کذاب ہیں۔ اور پرکھنے پر ہزار میں سے
ایک بھی خالص مومن نہ نکلے گا۔ مومن ہونا تو کجا وہ تو مرتد ہیں۔ عرصہ دراز سے ان کی یہی
رٹ ہے۔ کہ ہم دشمنان علی، ہیں۔ اور بڑی بڑی مسندوں پر بیٹھ کر اسی کا ادا کرتے ہیں
لیکن ان کے قول و عمل کا تضاد اس بات کا شاہد ہے۔ کہ وہ ہمارے

شیعہ نہیں ہیں! اسرائیل بیت کے فتویٰ کے مطابق یہ لوگ مومن مخلص تو کبھی فقط مومن بھی نہیں بلکہ مرتد ہیں۔ (اگرچہ ہر دور میں یہ اپنے سوا کسی کو ”مومن“ کہتے ہی نہیں۔)

بَدِّ دُعَاۃٍ

میدان کربلا میں حضرت امام حسین نے شیعہوں

کی بد عہدی کے سبب ان پر لعنت کی

جلاء العیون:

بروایت دیگر آنحضرت در خطبہ فرمود حمد میکنم خداوند را کہ دینار را آفرید۔ وقمانہ فنا و نیستی گردانید۔ وائش را بتغیر احوال ممتحن ساخت پس فریب خوردہ کسی است کہ ازاں بازی خوردہ بد بخت کیست کہ مفتون ال گرد پس فریب زدہ شماراں خدا بد رستی کہ قطع میکند امیدواران خود و تا امید میگردد اند طمع کنندگان، خود راومی بینم شمارا کہ جمع شدہ اید برائے امری کہ خدا لا بخشم آوردہ اید بر خود غضب اورا متوجہ بخود گردانیدہ و اند حمت او خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار نیست پروردگار باو بد بندگانند شمارا برائے او اول اقرار کردید بفرمان برواری او و ایمان آوردید در ظاہر بپیغمبر او و اکنون جمعیت کردہ اید برائے کشتن ذریت و عزت او شیطان بر شما غالب گردیدہ ایست و یا و خدا را از خاطر شما محو کردہ است۔ پس لعنت بر شما باد۔ و بر ارادت شما باد۔ بیوفایان جفاکار خدا را در ہنگام اضطراب ہمدردیاری خود طلبیدید چوں

اجابر۔ اشما کرویم و بہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بروئے ماکشیدہ
(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۵۶ خطبہ
آنسرور در برابر سپاہ کوفہ، مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

بروایت دیگر امام حسینؑ نے خطبہ فرمایا۔ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے دنیا کو
پیدا کیا۔ اور خانہ فنا و نیستی بنایا۔ اور بالیائین دنیا کا بغیر احوال امتحان کیا واضح ہو
کہ فریب خوردہ وہی شخص ہے جس نے دنیا سے فریب کھایا۔ اور بد بخت
وہی ہے جو دنیا کا مغتول و گرویدہ ہوا۔ اسے گروہ اشتراک تم کو دنیا غدار فریب نہ
دے۔ نہ تحقیق کہ دنیا اپنے امیدواروں کی امید کو قطع اور اپنے طمع کرنے
والوں کو نا امید کرتی ہے۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے
جمع ہوئے ہو۔ کہ خدا کو تم نے اپنے اوپر شکیں کیا ہے۔ اور اس کی رحمت
سے محروم ہوئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار نیکو کار ہے۔ اور تم اس
کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ پہلے تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار
کیا۔ اور بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور آپ ہی اس پیغمبر کی
ذریت اور عترت کو قتل کرنے پر جمع ہوئے ہو۔ شیطان تم پر غالب
ہوا ہے۔ اور اس نے یاد خدا تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے تم پر
اور تمہارے ارادے پر لعنت ہو۔ اسے بیوفائیاں جفاکاراں خدا کی تم
پر واسطے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی مدد کو مجھے بلایا اور
جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو کیا
اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔

خلاصہ کلام:

میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان بلائے والے کوفیوں (شیعوں) سے بد عہدی اور بے وفا کی دیکھی۔ تو انہیں اتمام حجت کی خاطر خطاب کیا۔ اور انہیں وہ سب خطوط و وعید یاد دلائے۔ جن کی بنا پر امام حسین کو ذاکرے فرمایا۔ غداروں! تم نے ہمیں بلایا۔ اور جب میں تمہارے بلاؤں پر تمہاری مدد اور ہلاکت کو آیا۔ تو اب تمہارا یہ سلوک؟ اللہ کی قسم پر پھٹکار۔ اور تمہارے ارادوں پر اس کی لعنت۔ کیونکہ قاتلانِ اہل بیت جاثرانِ اہل بیت، یہی شیعوں تھے۔ جو دشمنانِ علی، کہلاتے تھے۔ اس لیے امام حسینؑ نے ان پر لعنت بھیجی۔

(فاعتبروا یا اوطی الایصار)

بددعا

بازارِ کوفہ میں ماتم کرنے والے شیعوں کو سیدہ

زینب کا خطاب ہمیشہ جہنم میں رہو، تمہیں

ہمارے قاتل ہو

جلاء العیون:

بشیر بن خزیمہ نے مدنی گفتہ و در آن وقت زینب خاتون دختر امیر المومنین

اشارہ کر دیسوی مروجہ کہ خاموشی شہید و بآں شدت، واضطراب چنان سخن میگفت
 کہ گویا از زبان حضرت امیر المؤمنین سخن میگوید پس بعد از او اسے محمداً الہی و درود
 حضرت رسالت پناہی و صلوات بر اہل بیت اختیار و عترت اطہار گفت،
 اما بعد۔ اسے اہل کوفہ و اہل غدروہ و کرجیلہ آیا شمار بر ما میگردد ہنوز آب دیدہ ما از،
 جو رشتہ ایستادہ و نالہ از ستم شما ساکن نگرویدہ مثل شما مثل اں زنت کرشتہ خود
 را محکم می تابید و باز میکشود و شما نیز رشتہ ایمان خود را گسستہ و نیست در میان شما گر
 دعویٰ بی اصل و سخن باطل و تعلق فرزند کنیزان و عیب جوئی دشمنان و بیستید گرانند
 گیاہی کہ در مذبح روید یا نقرہ کہ از انش قبر کردہ باشند بد تشہیر برائے خود،
 با آخرت فرستادید۔ و خود را مخلص و در جہنم گردانیدید شما بر ما گریہ و نالہ میکنید خود مارا
 کشتہ اید و بر ماے گریید علی و اللہ باید کہ بسیار بگریید و کم خندہ کنید و عیب و عار
 ابدی بر خود خریدید و لوٹ ایں مار را انداختہ بآبی از جامہ شما زائل نخواہد شد۔
 و بچہ چیز تدارک می توانید کرد کشتن بگر گوشہ خاتم پیغمبران و سید جوان بہشت را
 کسی را کشتید کہ ملاذ برگزیدگان شما۔ و روشن کنندہ محبت شما بود و در ہر نازلہ
 با و پناہ می بردید و دین و شریعت خود را از آدمی آموختید لعنت بر شما باد کہ بدگناہی
 کردید و خود را از محبت خدا نا امید گردانیدید زبان کار دنیا و آخرت شویید مستحق
 عذاب الہی گردیدید۔ مذرت محسنت برائے خود خریدید بریدہ باد و ہتھائے
 شما مواضع بر شما اسے اہل کوفہ چہ بگر گوشہ از حضرت رسالت پارہ پارہ کردید۔ و چہ
 پردگیان از مہدات حجرات ادبی ستر کردید۔

د جلاء العیون جلد دوم صفحہ نمبر ۵۹۳

مطبوعہ تہران طبع جدید خطبہ حضرت

زینب در کوفہ

ترجمہ

بشیر بن جزیم اسلامی کہتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب و خنساء امیر المؤمنین نے اشارۃً کہا خاموش رہو۔ اس حالت اضطراب و شدت میں اس طرح کلام کرتی تھیں۔ گویا امیر المؤمنین کلام فرماتے ہیں۔ پس بعد اسے حمد الہی و درود و سید مختار و اہل بیت اختیار و عترت اطہار فرمایا۔ اما بعد اسے اہل کوفہ اسے اہل کرو غم و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ، ساکن نہیں ہوا۔ تمہاری مثل اس عورت کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط تھی اور کھول ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی ایمان کی رسی کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے نہیں تمہارا دعوائے گرسرا سراسر بے عمل اور ایک فنِ باطل اور مانند خوشامد کینزراں و عیب جوئی دشمنان۔ اور مثل ایسی ہے۔ جیسے گھاس گھورے پر اُگی ہو۔ قبر۔ یاہ و تیرہ تار پر رانش نقرہ کار کی گئی ہو۔ تم نے اپنے لیے آخرت کا گوشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا۔ اور اپنے آپ کو ابدالاباد سزاوار جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے۔ سچ ہے واللہ لازم ہے۔ کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ تم نے عیب و عار بادی خود خرید کیا۔ اس عار کا وجہ کسی پانی سے تمہارے جامہ سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ ختم پیغمبراں و سید جویانان بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کر سکتے ہو۔ تم نے اس شخص کو قتل کیا جو تمہارے پیشواؤں کا جائے پناہ اور تمہاری جھٹوں کا روشن کرنے والا تھا۔ اور ہر مصیبت و بلا میں تم اس سے پناہ چاہتے تھے۔ دین و شریعت کو اس سے اخذ کیا۔ تم پر لعنتِ خدا ہو۔ تم نے وہ گناہ کیا جس سے رحمتِ خدا سے ناامید ہو گئے

اور گنہگار دنیا و آخرت ہو کے مستحق غضب الہی ہوئے اور اپنے لیے ذلت و خسران مول لیا تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اسے اہل کوفہ تم پر دوائے تم نے کن جگر گوشہائے رسول کو قتل کیا اور کن پروگیان اہل بیت رسول کو بے پردہ کیا۔

در ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۶۷ مطبوعہ لاہور

خلاصہ کلام:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کوئی شیعوں کو روٹنا پٹنا دیکھ کر خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ فداؤ! مکارو! قتل بھی کرو۔ اور پھر گریہ و زاری بھی ہو۔ اللہ کرے۔ تم اس جرم کی سزا کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی بد نصیبی اور بد بختی پر روتے رہو۔ ظالمو! تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔! نوجوانان جنت کے سردار کا خون بہایا۔ اور اہل بیت کی مستورات کو بے پردہ کیا۔ بے ایمانو! اللہ کی لعنت تم پر اور تمہارے کرتوتوں پر۔ اور تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو۔

بددعاء:

فاطمہ بنت حسین رفتہ مائے شیعوں کے حق میں کہا

تم ہی ہمارے قاتل ہو۔ تمہارے چہرے پر خاک

جلاء العیون:

اما بعد! اسے اہل کوفہ و اہل مکہ و فدر و کبر و جلاہ حق تعالیٰ ما اہل بیت رسالت

را بشما مبتلا گردانیدہ و شمارا بما ممتحن ساختہ و ابتلائے مارا برما نعمت گردانیدہ و
 علم خود را بما دادہ و فہم و معارف را بما عطا کردہ ما یم صندوق علم خدا و مخزن
 حکمت خدا و حجت خدا و زمین بر جمیع عباد و بلا و گرامی داشتہ است مارا بکرامت
 خود و تفضیل دادہ است مارا برکت پیغمبر خود و رب سبب ساری از مخلوقات تفضیلت
 بسیار ظاہر پس شما تکذیب کردید مارا و مارا کافر شمردید۔ و قتال مارا اعلان
 دانستید و اموال مارا غارت کردید۔ و مارا اسیر کردید مانند اولاد ترک و کابل چنانچہ
 دیر و زبرد مارا کشتید و بیوستہ خون ماہل بیت از دم شمشیر ہائے شما میچکید۔ برای
 کینہائی دیرینہ و دیدہ حاکمی و ولہائی شما شاد شد بکشتن ما۔۔۔۔۔ شما فخر کردید
 کہ ما کشیم علی و فرزند ان علی و اب شمشیر ہائی ہندی و زنان ایشان را اسیر کردیم اے
 گویندہ خاک و قاشاک در روحان تروباد۔

(جلد اولیون جلد دوم ص ۵۹۴-۵۹۵)

خطبہ حضرت فاطمہ بنت حسین علیہ السلام
 طبع جدید

ترجمہ:

اما بعد اے اہل کوفہ و اہل غدر و کفر و سید حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت
 کو تمہارے ہاتھ مبتلا کیا ہے۔ اور تم کو ہم سے امتحان لیا ہے۔ اور ہماری
 بلاؤں کو ہم پر نعمت کیا ہے۔ اور اپنا علم ہم کو دیا ہے۔ اور فہم و ادراک
 ہم کو عطا کی ہے۔ اور ہم ہی زمین خدا و صندوق علم خدا، مخزن حکمت خدا و جمیع
 عباد و اولاد پر ولست ہیں۔ اہم کو اپنی کرامات سے بزرگ کیا اور ہم کو اپنے پیغمبر
 کی برکت سے تمام مخلوقات پر تفضیلت دی ہے۔ تم نے ہمارے تکذیب
 کی اور کافر سمجھا۔ اور ہم پر قتال کرنا اعلان سمجھا۔ اور ہمارا مال غارت کیا۔

اور ہم کو مانند اسیران ترک و ولیم اسیر کیا۔ گل کدوڑ تہن ہند سے پردہ
 بزرگوار کو قتل کیا اور سب کینہ والی دیرینہ ہر وقت ہم اہل بیت و اطوف تباری
 کو اسوں سے ٹپکا اور ہمارے قتل کرنے سے ہمارے دل شدہ ہوئے
 اور تمہیں سے فخر کرنے والے نے فخر کیا۔ کسک نے ملی اور
 ان کے فرزند خان کو ششیر ہائی ہندی سے قتل کیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا
 اسے فخر کرنے والے تیرے منہ میں خاک ہو۔

(جہاں لیون مترجم جلد دوم ۲۰۲: ۲۰۳)

مطبوعہ لاہور۔

خلاصہ کلام

ہام مسیحی مذہبی اشد جو کی ماحیزہ دی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسی خطبے سے،
 - شیعوں علی ہا کی حقیقت بالکل سامنے آجاتی ہے ان کے دعوات نمایاں ہو جاتے
 ہیں۔ یہ کہ: (۱) بیت کی مکتوب کرنے والے (۲) اہل بیت کو کافر سمجھنے اور کہنے والے
 (۳) انہیں قتل کرنے والے۔ (۴) ان کے مال لوٹنے والے۔ (۵) انہیں قیدی بنانے
 والے (۶) ہم مسیحی کو شہید کرنے والے (۷) اہل بیت سے دیرینہ حسد و کینہ رکھنے والے
 (۸) ان کی مستورات کو بے پردہ کرنے والے (۹) اور پھر ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ
 اپنے کیے پر تائبیت رونے پٹنے والے (۱۰) انہیں تمام افعال مسند پر دل شدہ
 کرنے والے۔

میں امید کرتا ہوں کہ بات: "شیعوں کی" کی پہچان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آئی
 اس کی وجہ سے یہاں کسی نہ کو بھی پہچان جائے۔ تو وہ فوراً ان کی نشان دہی کر سکتے
 ہیں۔ ان تمام باتوں کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صرف ان کے لیے

یہی ہے تمہارے منہ پر ناک

بذخاۃ:

بازار کو قہ میں مائی شیعوں سے سیدہ ام کلثوم نے کہا

اے قاتلان حسین تمہارے منہ سیاہ اور آخرت

خراب ہو

جلال العیون:

پس ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدیگر یہ کرد۔ وازہ مورج محترم ندا
کرد حاضر ہوا کہ اسی اہل کو قہ بد بحال شما و ناخوش باد و یہاں شمایہ سبب بلادم
حسین را خواندید و یار می اور نکروید اولاً بقتل آوردید و اموال اور عارت کینہ
و پردگیان حرم سرائی اور اسیر کردید وائی دشمن و لعنت بر دہاں شمایہ گزیدند
کہ چکار کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہائی محترم و ختمید
و چہ دختران محترم و کرم و تالان کردید و مال چہ جماعت را بغارت بردید کشتید
بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔

در جلال العیون جلد دوم ص ۵۹۵ تا ۵۹۶
مطبوعہ تہران طبع جدید مذکور خطبہ حضرت
ام کلثوم در کو قہ

ترجمہ:

بعد اس کے ام کلثوم دوسری دختر جنا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سدا کے گریہ و زاری
 بند کی۔ اور رو کر آواز دی۔ کہ اسے اہا، کو قہہ ارا حال اور مال برا ہو اور تمہارے
 منہ۔۔۔ سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب اسے میرے بھائی حسین علیہ السلام کو
 بلایا۔ اور ان کا مدونہ کی۔ اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب اطمان کے پرو گیان
 عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے
 کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا ہے۔ اور گناہوں کا اپنی پشت پر انبار کیا ہے۔ اور کیسے
 خونہائے محترم کو برباد کیا ہے۔ اور دختران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو الا لایا اور
 کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹا۔ بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے
 بہترین خلق خدا کو قتل کیا۔

(ترجمہ جلال ایمنون جلد دوم صفحہ نمبر ۲۷۳)

(مطبوعہ لاہور)

لمحہ فکریہ:

غدارو! مکارو! تمہارا حال و مال برا ہو۔ تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم پر اللہ
 کی لعنت ہو۔ یہ تھے۔ وہ الفاظ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی مغموم ہمشیر نے ”کوئی شیعوں،“
 سے خطاب کرتے ہوئے فرمائے۔ اور واضح الفاظ میں انہیں متا تلاقِ حسین، قرار دیا۔
 اسی لیے ان کے حقائق بد و خاکی۔ تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو۔

بِذُكْرَائِهِ:

امام رضاؑ نے اپنی روایات کے مشہور شیعہ راویوں

۱۔ پرکذب بیانی کے سبب لعنت کی۔

رجال کشی:

وَأَبِي يَحْيَى التَّوَّاسِي قَالَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ
الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ بَنَانٌ
يَكْذِبُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَأَذَاهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ مُنِيرَةً
بَيْنَ سَعِيدٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَأَذَاهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ
مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ
مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَذَاهُ اللَّهُ حَرَّ
الْحَدِيدِ وَكَانَ أَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلَى
أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَذَاهُ
اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَالَّذِي يَكْذِبُ عَلَى
مُسَدِّ بْنِ خُرَاطٍ -

درجہ اولیٰ صفحہ نمبر ۲۵۶۔ مطبوعہ کربلا

تذکرہ ابوالخطاب

ترجمہ

ابو یحییٰ واسطی نے کہا۔ کہ امام رضا نے فرمایا۔ بنان، علی بن حسین پر اتہام کرتا تھا۔ مغیرہ بن سعید، ابو جعفر رضی اللہ عنہ پر اتہام کرتا تھا۔ اور محمد بن بشیر امام موسیٰ کاظم پر اتہام کرتا تھا۔ اور ابو الخطاب، امام جعفر صادق پر اتہام اور محمد بن فرات کی بھی تکذیب کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب تکذیب کرنے والوں کو گرم لوسے کا مذاب پکھائے۔

شیعہ لوگوں کے مذہب کے معتمد راوی اور ان

پر امام رضا کی لعنت

بنان مغیرہ ابن سعید، محمد بن بشیر اور ابو الخطاب شیعہ حضرات کے معتمد راویوں میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر صحاح اربعہ کی روایات کے یہی راوی ہیں۔ جب ان قابل اعتماد روایت کے بارے میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اس قدر سخت بددعا کی۔ اور کہا اللہ ان کو دوزخ میں لے کر گرم عذاب دے۔

تو ان کی روایات کا کیا مقام ہو گا۔ پھر جن کتابوں میں ان دو گروہوں کی روایات مذکور ہیں۔ وہ کس درجہ کی کتب شمار ہو سکتی ہیں۔ ہم پچھلے باب میں انہی سے روایت کردہ ان الفاظ کو ذکر کر چکے ہیں۔ جن میں سے ائمہ اہل بیت کی گستاخیاں ثابت ہوتی تھیں اب آپ ہماری بات کی تصدیق کر ہی دیں گے۔ کہ مذکورہ عبارت جن ائمہ کی طرف ان راویوں نے منسوب کیں۔ وہ شرارت تھی۔ گستاخی تھی۔ بہتان تھا۔ افتراء تھا۔ اور انہیں بدنام کرنے کی مذموم سعی تھی۔

بددعائے

امام باقر نے اپنے باپ کے راویوں پر ان کی

دروغ گوئی کی وجہ سے لعنت کی

رجال کشی:

عَنِ ابْنِ بَكِيْرٍ عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَعَنَ
اللَّهُ بَنَانَ الْبَيَّانِ وَإِثَّ بَنَانًا لَعَنَهُ
اللَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي أَشْهَدُ أَنَّ أَبِي
عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ كَانَ عَبْدًا صَالِحًا.

(رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۵۔ مطبوعہ کربلا)

تذکرہ ابوالخطاب

ترجمہ:

ابی بکیر زرارہ سے روایت کرتا ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے
میں نے سنا۔ اللہ ”بنان البیان“ پر لعنت کرے۔ کیونکہ بنان طعون
میرے والد زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا، حالانکہ میرے والد
ایک نیک آدمی تھے۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عِيْثِي عَنْ يُونُسَ عَنْ مُسَمِّعٍ
كَرْدُ بْنُ أَبِي سَلَا قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ بَرِيدًا لَعَنَ اللَّهُ
زُرَّارَةَ . (رجال کشی ص ۱۲۴ - مطبوعہ کربلا تذکرہ)

(زرارة بن ايمى)

ترجمہ:

د بحضرت اسناد ابی سیاد نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ برید اور زرارہ پر اللہ کی لعنت ہو۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْكَلْبِيِّ الْأَسَدِيُّ عَنْ أَبِيهِ
كَلْبِيِّ الصَّدَاوِيِّ إِثْنَهُمْ كَانُوا جُلُوسًا وَ
مَعَهُمْ عَزَافِرُ الصَّيْرِ فِي وَعِدَةٍ مِّنْ
أَخِي بِهِمْ مَعَهُمْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ فَابْتَدَأَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ فِي كُرِّ
يُزَارَةُ فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ
لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

(رجال کشی صفحہ ۱۲۵ - مطبوعہ کربلا ،

تذکرہ زرارة)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق حسن بن علی بن کثیر کہتا ہے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے اپنا کلام زرارۃ پریمین مرتبہ ان الفاظ کے کہنے سے شروع کیا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔

مقام غور:

ان تین حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خود ائمہ اہل بیت، سنیہ تین شخصوں، (نہان، زرارۃ اور برید) پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت بھیجی۔ ان جلیل القدر ائمہ اہل بیت کا کسی پر ان الفاظ میں لعنت بھیجنا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تین شخص ایسے جرم کے مرتکب پائے گئے۔ جس کی بنا پر ائمہ اہل بیت کی زبان سے ان کے لیے بار بار لعنت خدا صادر ہوئی۔ اور ایک عام پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر لعنت کرنے کے بارے میں فرمایا۔ اگر وہ اس کا مستحق ہو۔ تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے پر وہ لعنت لوٹ آئے گی۔ تو یہاں معاملہ عام آدمی کا نہیں۔ بلکہ اہل بیت کے جلیل القدر ائمہ کا ہے۔ وہ ان تینوں کے کرتوتوں سے بخوبی واقف تھے۔ جن کی بنا پر انہوں نے ان پر اللہ کی لعنت بھیجی۔ تو ائمہ اہل بیت کا ان پر لعن طعن کرنا ثابت کرتا ہے یہ تینوں مسلمان ہی نہ تھے۔ کیونکہ کسی مسلمان پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لہذا ان غیر مسلموں سے جتنی روایات آئی ہیں۔ وہ مردود اور ناقبول ہیں۔

ایک طرف ائمہ اہل بیت ان پر بار بار لعنت بھیجیں۔ اور دوسری طرف اسی کتاب (رجال کشی) میں ان کی مدح سرائی یوں کی گئی ہے۔

شیعوں کے نزدیک مذکورہ بالا راویان دین اسلام
کے امین اور آثار نبوت کے نگہدار ہیں۔

رجال کشتی؛

بَرِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْعَمَلِيُّ وَأَبُو بَصِيرٍ لَيْثُ بْنُ
الْبَنْخَرِيِّ الْمُرَادِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَزُرَّارَةُ
أَرْبَعَةُ نَجَبَاءِ أَمَنَّا اللَّهُ عَلَى حَلَالِهِمْ وَحَرَامِهِمْ
كَوْلَاهُمُ لَا يَنْقَطَعُ أَثَارُ النُّبُوَّةِ وَانْدَرَسَتْ
در رجال کشتی ص ۱۵۲ مطبوعہ کربلا۔ ابوبصیر

لیث بن البنخری المرادی،

ترجمہ:

برید بن معاویہ العملی، ابوبصیر لیث بن البنخری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارۃ یہ
چاروں (نجباء) اللہ تعالیٰ کے حرام و حلال کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو
نبوت کے نشانات منقطع ہو جاتے۔ اور مندرجہ ہو جاتے۔ اس روایت
سے معلوم ہوا کہ ان چاروں کی برکت سے نبوت کے آثار و علامات موجود ہیں
اور اللہ کے حرام و حلال کا وجود ان کے وجود کا زمین منت ہے۔ اور یہ
چاروں خود کس درجہ کے ”بزرگ شیعہ“ اور ”مجتہد مذہب شیعہ“ ہیں؟
آپ ابھی اسی کتاب کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام پڑھ

چکے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک یہ پرے درجے کے لعنتی اور کذاب ہیں۔ لہذا ان پر اور ان کی روایات مردود ٹھہریں۔ تو ان کی بدولت جو نبوت کے آثار تھے۔ وہ بھی ختم ہو گئے۔ تو شیعوں کے پاس باقی کیا رہ گیا۔ قرآن تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھیا دیا۔ اُسے امام غائب اے کرائیں اے کرائیں گے۔ ”محبت اہل بیت“، کو خود اہل بیت نے مسترد کر دیا۔ فی الحال امام ان کے پاس نہیں اور اسلام کی نفی ان سے حضرات اہل بیت نے کر دی۔

شیعہ صحاح اربعہ کے روات کی اپنے آئمہ پر

بد اعتمادی

رجال کشتی:

حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ قَوْلُوبِيهِ قَالَ
حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْمَعْرُوفُ
بِمَا جَلِيلُ يَحْيَى عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْحَلَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي
عَبْدِ اللَّهِ (ع) إِنَّ زُرَّادَةَ رَوَى مِنْكَ فِي الْإِسْطِطَاعَةِ
شَيْئًا فَقِيلَ لَنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَقَدْ أَحْبَبْتُ أَنْ أَعْرِضَ
عَنْكَ فَقَالَ مَا يَهُ فَقُلْتُ يَزُورُ أَيْتَهُ سَأَلَكَ
عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ
حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) فَقُلْتُ
مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَقَالَ لَكَ كُلُّ مَنْ
مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ

وَإِنْ لَمْ يَحْجْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ
هَكَذَا سَأَلَنِي وَلَا هَكَذَا قُلْتُ
كَذِبَ عَلَيَّ وَاللَّهِ كَذِبَ عَلَيَّ وَاللَّهِ لَعَنَ
اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ إِنَّمَا قَالُ
لِي مَنْ كَانَ لَهُ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ
لِلْحَاجِّ قُلْتُ فَدُ وَجَبَ عَلَيْهِ قَالَ فَسْتَطِيعٌ
هُوَ فَقُلْتُ لَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَخَيْرُ
زُرَّارَةَ بِذَلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادُ
فَقَدِمْتُ الْكُرُوفَةَ فَلَقِيْتُ زُرَّارَةَ
فَخَبَرْتُهُ بِمَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ
سَكَتَ عَنْ تَعْنِيهِ قَالَ أَمَا أَنْتَ
فَدُ أَعْطَانِي الْأَسْتَطَاعَةَ مِنْ حَيْثُ
لَا يَعْلَمُ وَصَاحِبُكُمْ هَذَا لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ
بِكَلَامِ الرِّجَالِ .

درجال کشی ۱۳۲-۲۲۳ مطبوعہ کربلا
متذکرہ زرداریہ

ترجمہ:

زیاد بن ابی حلال نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا
اُسے زرداریہ نے دو استطاعت، کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ تو ہم
نے اُسے قبول بھی کیا۔ اور اس کی تصدیق بھی کی۔ میں چاہتا ہوں کہ

وہ مسئلہ آپ کے روبرو پیش کروں۔ فرمایا۔ پیش کرو۔ میں نے کہا۔ زرارۃ کا خیال ہے۔ کہ اس نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ ”وہ لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہے۔ جو ان میں استطاعت رکھیں۔“ تو آپ نے اُسے فرمایا۔ کہ جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ تو اس نے آپ سے پوچھا۔ ہر وہ شخص جو سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ وہ حج کی استطاعت رکھنے والا ہے۔ اگرچہ اس نے حج نہ کیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ سن کر امام جعفر صادق فرماتے لگے۔ نہ اس طرح اس نے مجھ سے سوال کیا۔ اور نہ ایسا میں نے اس کو جواب دیا۔ اس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا۔ اللہ کی اس پر لعنت زمین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ کہے (زارارۃ نے مجھ سے یوں سوال کیا تھا۔ کہ وہ آدمی جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔ وہ حج کا مستطیع ہے۔؟ میں نے کہا اس پر حج واجب ہے۔ اس نے کہا۔ پھر وہ مستطیع ہوا؟ میں نے کہا۔ جب تک اس کو اجازت نہ ملے۔ وہ مستطیع نہیں کہلا سکتا۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام موصوف سے عرض کی۔ کہ میں زرارہ کو اس کی خبر کر دوں؟ آپ نے فرمایا۔ ضرور۔ راوی (زیادہ) کہتا ہے۔ کہ میں کو فہ گینا اور زرارۃ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے اُس سے امام جعفر فی الامۃ کے ارشاد اور لعنت کا تذکرہ کیا۔ زرارہ لعنت کے جواب میں تو خاموش رہا۔ کہنے لگا کہ لیکن ”مستطیع“ ہونے کی خبر انہوں نے ہی دی ہے۔ جیسے وہ نہیں جانتے۔ تمہارا یہ صاحب (امام جعفر صادق) لوگوں کے کلام کی بعیرت نہیں رکھتا۔

لمحذ فکریہ:

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ کے رواۃ کو اپنے ائمہ پر اعتماد نہیں۔ اور نہ ہی انہیں صاحب بصیرت سمجھتے ہیں۔ ائمہ اہل بیت کی معصومیت تو بہت دور کی بات ہے۔ زرارۃ جیسے مجتہد انہیں لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت سے محروم گردانتے ہیں۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ یسبحین۔ اور کذاب کہیں۔ یہ انہیں کم فہم (معاذ اللہ) جبکہ شیعہ حضرات پنج میں پڑ کر "زرارہ" جیسے راوی کے وجود کو علامات نبوت کا امین قرار دیں اور خدا کے حلال و حرام کا قلعہ بتائیں۔ تو قارئین حضرات اب آپ فیصلہ کریں۔ کہ شیعہ لوگوں کے مذہب کی حقیقت کیا ہے۔

گرگ میر و سنگ وزیر و موش را وریاں کنند
ایں ہمہ ارکان دولت خانہ را و میراں کنند

محقق اسلام کے حضور حسانِ پاکستان محمد علی ظہوری کا نظرانہ عقیدت

وہ حضرت محمد علی نقشبندی
جو حسن شریعت کی اک داستاں تھے
یہ شیرازیہ جامعہ دینی مرکز
وہ بانی تھے اور اس کے روح رواں تھے
محقق، محدث، مقرر، مصنف
ہمد پہلو علم و عمل کا نشان تھے
زبان و قلم وقف تبلیغ جن کے
رہے دین فطرت پہ ہر دم رواں تھے
نقیب اپنے مسلک کی حقانیت کے
عقائد کے بے باک وہ ترجمان تھے
سدا ان پر برے گی رحمت خدا کی
کہ وہ واصف سرورِ دو جہاں تھے
ظہوری ہے زندہ سدا یاد ان کی
رہے قبر بھی شاد و آباد ان کی

محمد علی ظہوری قصوری

باب سوم

بحث بنائت رسول اللہ

صلی اللہ
علیہ وسلم

باب سوم:

فصل اول

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔

قرآن کریم اور شیعہ کتب تفسیر و حدیث سے

ٹھوس دلائل

یاد رہے تحفہ جعفریہ جلد دوم میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داریوں کی بحث میں ہم مسئلہ بنات رسول کی مختصر تشریح کر چکے ہیں۔ مگر مسئلہ اپنی اہمیت کے پیش نظر اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے مستقل طور پر تفصیل کے ساتھ علم و ذکر کیا جائے۔ کیونکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی اختلافات میں ایک اہم بنیادی نزاعی مسئلہ ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں حضرت خدیجہ بنت ابی طالب کے بطن سے تھیں جن میں سے دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی یکے بعد دیگرے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ چونکہ شیعوں کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے خدا واسطے کا عناد اور بغض ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا۔ کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی اور

متمی بھی نہیں۔ اور تاریخ و حدیث میں جو آپ کی چار صاحبزادیاں لکھی ہیں وہ دواصل حضرت
 خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہروں سے تھیں اور یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آگئی تھیں
 چونکہ شیعوں کا یہ عقیدہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی گستاخی ہے اس لیے
 زیر نظر کتاب عقائد جعفریہ میں ہم اس بحث کو لارہے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے دلائل بھی ذکر
 کریں گے۔ اور ان پر وارو کیے گئے شبہات کا ازالہ بھی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نازد صاحبزادیوں

تھیں۔ اس پر قرآن کی تہنات

سورۃ الاحزاب:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّزَوْجِكَ وَبَنَاتِكَ وَلِإِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
يَذُنُّنَ عَلَيْهِنَّ مِّنْ جَلَدٍ بَيْنَهُنَّ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَن يَعْرِفْنَ
فَلَا يُؤْذِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَسُورًا حَنِيمًا.

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ترجمہ از مقبول شیعہ:

اے نبی تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں
سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال یا کریں۔ اس سے قرین
مقل ہے کہ وہ بچا فی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور
رحم کرنے والا ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے لیے،
وہ بنات،، کا لفظ ذکر فرمایا۔ جو لفظ در بنت،، کی جمع ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر
ہوتا ہے۔ زیادہ کی حد بندی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی
بیٹیوں کی تعداد کم از کم تین ضرور تھی۔ جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت پردہ کے

احکام کی منی طلب بن رہی ہیں۔ اس صریح ارشاد باری تعالیٰ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ صرف ایک بیٹی کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ورنہ قرآنی مراحت کی تکذیب لازم آئے گی۔ جیسا کہ اہل تشیع اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔

شیعہ کلاؤں کی لفظ "بنات" کے متعلق لایینی جرح

اور بے اصل استدلال۔

اہل تشیع کے دو نامور و مجتہد، اور دو قابل فخر مبلغ و مناظر، غلام حسین نجفی اور اسماعیل گو جردی کی آیت، کریمہ کے مذکورہ لفظ پر کی گئی جرح لفظ بلفظ درج ذیل ہے۔

قول مقبول :-

نیز مباہلہ تقریباً ۹ھ ہجری میں ہوا ہے۔ اور سورہ احزاب بھی اس وقت نازل ہوئی ہے۔ اور اسی سورہ کی آیت قُلْ لِّذَوَّاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ سے سنی بھائی دلیل لاتے ہیں۔ کہ بنات جمع کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ آیت پرودہ بھی ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ پس وہ لڑکیاں پرودے کے حکم کو سننے کے لیے تو زندہ تھیں۔ اور مباہلہ میں جانے کے لیے مردہ تھیں۔ یہ باریک بات کاش کہ سنی بھائی جناب عثمان غنی کے صدقے میں ہمیں سمجھا دیتے۔

د قول مقبول ۱۶۴ تصنیف

غلام حسین نجفی

قول مقبول :-

اردو بابوں کو چاہیے کہ آیت کا بڑا بڑا بنوا کر ان لڑکیوں کی قبر پر لگوائیں کیونکہ آیت اُن کی وفات کے بعد نازل ہوئی

(قول مقبول ۲۶۶ تصنیف غلام حسین نجفی)

فتوحات شیعہ :-

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ یہ کوئی دلیل نہیں اول فرمادے آیت کب نازل ہوئی۔ پردہ کا حکم کیا آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کی تعمیل جناب زینب و لم کلثوم سے کیا کرائی۔ کیا وہ اس وقت زندہ تھیں ؟

(فتوحات شیعہ ص ۱۱۹۵ از افادات مبلغ اعظم)

محمد اسماعیل گوجروی

اس استدلال اور بے اصل جرح کا خلاصہ

لا بھنی اور اسماعیل گوجروی کی عبارات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ سورہ احزاب ۸، ۹ ہجری میں نازل ہوئی۔

۲۔ اس سن ہجری میں آپ کی موت ایک بیٹی زندہ تھی۔

۳۔ لہذا لفظ روایات سے ایک سے زائد بیٹیاں ثابت کرنا درست نہیں

کیونکہ بوقت خطاب نہ ایک سے زائد تھیں۔ اور نہ ہی پردہ کے احکام کی

ان سے تعمیل کرائی گئی۔

لہذا اگر اس آیت کا مصداق ایک سے زائد بیٹیاں ہی بنتی ہیں۔ تو پھر اس کی

مخاطبہ قبروں میں مدفون ہونے کی وجہ سے یہ آیت ان کی قبر پر لکھ کر گارڈی جائے۔
 یہ تینوں امور دونوں ملاؤں کے مشترک تھے۔ لاجبھی کی ایک رگ غلبہ بھی ہے۔
 اور وہ یہ کہ بوقت مباہلہ سنیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد لڑکیوں کو مردہ ثابت
 کر دیا۔ اور آیت حجاب کے وقت زندہ کر دیا۔ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال کے
 ہیں۔ کاش کہ سنی اس باریکی کو سمجھتے۔

لہذا ثابت ہوا۔ کہ لفظ دو بنات،، سے آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ کیونکہ
 وہ اس وقت زندہ تھی ہی نہیں بلکہ اس سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں ہیں۔ دوسری
 سہ ماویہ یہ ہے۔ کہ آپ کی ایک حقیقی بیٹی سیدہ خاتون جنت کے لیے بطور تعظیم جمع کا
 لفظ بولا گیا۔ اور ایسا کلام عرب میں بہت سے ملتا ہے۔

جواب :-

لفظ بنات والی آیت ۵۷ میں اتری ہے اس

وقت تک بنات رسول زندہ تھیں

ان دونوں مولویوں کو بخوبی علم ہے۔ کہ آیت حجاب کس سال نازل ہوئی اور
 حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا وصال کس سال ہوا۔ کیونکہ اہل سنت
 اور اہل تشیع دونوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آیت حجاب سورۃ احزاب کی ایک
 آیت ہے جو ۵۷ ہجری بوقت ولیمہ حضرت سیدہ زینب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
 نازل ہوئی۔ اور آپ کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۷ھ
 کو ہوا۔ جب غزوہ بدر سے واپسی ہوئی۔ سیدہ زینب کا وصال ۵۷ھ میں

ہوتا ہے۔ گویا نزولِ آیت کے وقت سیدہ زینب اور دیگر صاحبزادیاں ماسوا سیدہ رقیہ کے سمیٰ زندہ تھیں۔ ان تین صاحبزادیوں کا نزولِ آیت حجاب کے وقت موجود ہوتا خود شیعہ کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

منہج الصادقین :-

(توجملہ :- جب سیدہ زینب کے ولیمہ سے فارغ ہو کر لوگ گفتگو میں مشغول ہوئے۔ تو سیدہ زینب ام المؤمنین ایک دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مخاطبت فرمائیں۔ تو ان لوگوں کی گفتگو اور ان کی مجلس آپ کے لیے مانع واقع ہوئی۔ آپ اٹھ کر مجلس سے باہر چلے۔ آپ کے ساتھ بیشتر لوگ بھی چلے گئے۔ لیکن تین آدمی وہاں ہی گفتگو میں مشغول رہے۔ اور جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو پھر بھی یہ کافی دیر تک گفتگو میں مشغول رہے اور پھر چلے گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ زینب کے پاس آئے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آنا چاہا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور انس کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۱ زیر
آیت مذکورہ)

لہذا معلوم ہوا۔ کہ آیت حجاب اس وقت نازل ہوئی جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ تھی۔ اور ولیمہ چونکہ شادی کے بعد فوراً ہوتا ہے۔ اس لیے سیدہ زینب کی شادی کا سال تلاش کرنا پڑے گا۔ تو عقد زینب رضی اللہ عنہا

کے بارے میں کتب اہل تشیع یہ کہہ رہی ہے۔

منتخب التواریخ:

و در سال پنجم از ہجرت مقدسہ آل بزرگوار زینب بنت جحش بن رباب عمہ زادہ
خود را تزویج نمودند کہ ہمیشہ جناب عبداللہ بن جحش باشند و در آل سال آیہ
شریفہ حجاب نازل شد۔ و در آل سال غزوہ خندق واقع شد۔ کہ اورا،
غزوہ احزاب ہم میگفتند۔

د منتخب التواریخ۔ ص ۵۲ باب اول
در ذکر غزوہ احزاب، مطبوعہ نهران طبع جڈ

ترجمہ:-

ہجرت کے پانچواں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت
جحش سے شادی کی۔ یہ جناب عبداللہ بن جحش کی ہمیشہ تھیں۔ اور اسی
سال آیت حجاب بھی نازل ہوئی۔ اور غزوہ خندق جسے غزوہ احزاب
بھی کہتے ہیں۔ اسی سال رونما ہوا۔

منہی الامال:

وقائع سال پنجم ہجری۔ و در سال پنجم ہجری حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم زینب بنت جحش را بحالہ نکاح در آورد و ہنگام زفاف او آیہ
حجاب نازل گشت۔۔۔۔۔ و در شوال سن پنج غزوہ خندق پیش
آمد و آنرا غزوہ احزاب نیز گویند۔

د منہی الامال و قائل سال پنجم ص ۲۸

(جلد اول مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:-

ہجرت کے پانچویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ اور ان سے زفاف کے وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور ۵۷ ہجری میں ہی غزوہ خندق واقع ہوا۔ جسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

حیات القلوب:

در بیان جنگ خندق است، کہ آل را غزوہ احزاب می نامند۔ علی بن ابیہم و شیخ مفید و شیخ طبرسی و غیر ایشان روایت کرده اند کہ غزوہ احزاب در ماہ رمضان سال پنجم ہجرت بود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۰۹)
باب سی پنجم در بیان جنگ خندق

ترجمہ:-

جنگ خندق۔ اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ علی بن ابیہم و شیخ مفید طبرسی و غیرہ نے روایت کی ہے کہ غزوہ احزاب سن پانچ ہجری ۵۷ھ میں واقع ہوا۔

قاری بن کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ آیت حجاب اور سیدہ زینب کے ولیمہ کا سال ایک ہی تھا۔ اور یہ سال ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اگرچہ بعض شیعہ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں واقعات کا تعلق کس اسلامی ہینے سے تھا۔ آیت، حجاب کو ماہ شوال میں نازل ہونا مانتے ہیں۔ اور واقعہ احزاب کو ماہ رمضان میں

وقوع پذیر کہتے ہیں۔ لیکن اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اس بات پر بھی متفق ہیں کہ یہ سب کچھ پانچویں سال ہجرت میں ہوا۔ لہذا ان دونوں ملاؤں کا اس کو ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال کا واقع قرار دینا کس قدر ڈھٹائی ہے۔ اور مبلغ اعظم کا عظیم جھوٹ ہے۔

اس لیے تحقیق یہی ہوئی کہ سورۃ احزاب شہ ہجری میں نازل ہوئی اور آیت حجاب بھی اسی سورۃ کی ایک آیت ہے۔ لہذا وہ بھی اسی سال نازل ہوئی۔ اس کو شہ ہجری میں نازل شدہ بتلانا بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیے اس میں خطاب کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ایک سے زائد موجود تھیں۔

اس کے بعد دوسرے مسئلہ کو لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں (ما سولئ سیدہ رقیہ) موجود تھیں۔ تو پھر ان کا وصال اس واقع کے بعد کب ہوا۔ اس مسئلہ کے جواب میں کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بنات رسول صلی علیہ وسلم کے طے وفات

حیات القلوب :-

وزینب در مدینہ در سال ہفتم ہجرت و بروایتی در سال ہشتم بر حمت ایزدی واصل شود و رقیہ در مدینہ بر حمت ایزدی واصل شد و رقیہ میکہ جگ بدر رود و سوم ام کلثوم و اورا نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ در سال ہفتم ہجرت برست ایزدی واصل شد

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۸ باب

پنجاہ و یک۔ لرا و لاد و مجاد و آنحضرت)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کے ساتویں سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق اٹھویں سال اس دنیا سے کوچ فرما گئیں۔ اور سیدہ رقیہ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جبکہ جنگ بدر کا سامنا تھا۔ اور آپ کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ان کی ہمیشہ سیدہ رقیہ کے وصال کے بعد شادی کی۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے ساتویں سال ان کا وصال ہوا۔

منتخب التواریخ:

اما کرمہ زینب در سال پنجم از تزویج جناب خدیجہ الکبریٰ بہ پیغمبر (ص) متولد شد و در سال ہشتم ہجری در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمودند۔ و اما رقیہ (س) بعد از ولادت حضرت زینب متولد شد و رحلت ایل مخدرہ در سال دوم ہجرت بود و اما مخدرہ کرمہ ام کلثوم اسم شریفش اُمّہ بود و بعد از رقیہ عثمان تزویج شد لہذا عثمان را ذوالنورین میگویند و جناب ام کلثوم در شعبان سال ہفتم یا ہشتم از ہجرت از دنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ باب اول ص ۲۲ مطبوعہ

ایران جدید حالات ازواج و اولاد پیغمبر۔)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت خدیجہ الکبریٰ کی شادی کے پانچویں سال ہوئی۔ اور ہجرت کے اٹھویں سال مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سیدہ زینب کے بعد ہوئی۔ اور ان کی

فتیدگی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کہ ان کا اصل نام آمنہ تھا۔ سیدہ رقیہ کے بعد حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں ان دونوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ اور سیدہ ام کلثوم کا شعبان المعظم ۸ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ۸ھ سن ہجری میں
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ۸ھ ہجری میں اور
حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۱۱ھ میں
وصال ہوا۔

گزشتہ حوالہ جات سے معلوم ہوا تھا۔ کہ سورہ احزاب ۵ھ میں نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو بھی پردہ کے احکام عطا کیے گئے۔ خود دونوں قسم کے حوالہ جات سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آیت حجاب کے نزول کے وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا موجود نہ تھیں۔ کیونکہ ان کا ۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر صاحبزادیاں ۲، ۳، ۱۱ اور چھ سال تقریباً بعد میں فوت ہوئیں۔ لہذا ان کے بارے میں یہ کتنا کہ بوقت نزول آیت حجاب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھی۔ صرف حضرت فاطمہ زہرا تھیں بالکل سفید چھوٹ سی۔

شیعوں کی مذکورہ تاویل اصول نحو کی روشنی میں

دوسری تاویل یہ کی تھی۔ کہ مومنات،، سے مراد صرف حضرت خاتون جنت ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم کے لیے مذکور ہوا۔ اس بارے میں ذرا اس ترجمہ کو

پھر سے دیکھ لیں۔ جواہل تشیع کا مقبول و منظور ہے۔ اور اپنی بیٹیوں سے، اگر امت کی بیٹیاں مراد ہوتیں۔ تو ترجمہ یوں کیا جاتا: ”اور اپنی امت کی بیٹیوں، اسی ترجمہ کی تائید علامہ کا شافی نے بھی کی ہے۔ وَبَنَاتِكَ و مرد خستراں خود را اپنی خاص حقیقی بیٹیوں کو فرما دیجئے، تو معلوم ہوا کہ اس لفظ سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں نہیں۔ بلکہ آپ کی اپنی بیٹیاں ہیں۔ لہذا اس نئے مجتہد اور انوکھے مبلغ کی دال نہ گل سکی۔

علاوہ ازیں زبان عرب کا قانون بھی اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ اس طرح کہ لفظ بنات کا لفظ ازواج پر بند ریجہ و اوعظمت ڈالا گیا۔ اور قانون کی رو سے معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ لہذا اسی بے معنی تاویل کو لے کر لفظ ازواج میں بھی یہی تاویل کریں۔ تو معنی یہ ہوگا۔ اے پیغمبر اپنی باعظمت بیوی کا خدیجہ الکبریٰ یا کوئی ایک زوجہ مقدسہ کو فرما دیجئے الخ۔ تو جس طرح بنات سے مراد حضرت خاتون جنت ہوئیں۔ اسی طرح ازواج سے مراد صرف آپ کی ایک بیوی ہی ہوگی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ ازواج میں یہ تاویل کوئی بھی شیعہ تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے سب مردود اور باطل ہی کہیں گے۔ کیونکہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ کا وصال تو ہجرت سے قبل ہو چکا تھا۔ لہذا وہ تو اس لفظ سے مراد نہیں ہو سکتیں۔ دوسری بات یہ کہ اہل تشیع اگرچہ صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر وہ تاویل کرنا پڑی۔ لیکن آپ کی ازواج کا انکار کوئی شیعہ بھی نہیں کرتا۔ اگرچہ گستاخیاں کرتے ہیں۔ اور طعن وغیرہ دھرتے ہیں۔ لہذا جب لفظ ازواج میں یہ تاویل باطل تو پھر اس کے معطوف میں بھی یہ عظمت کی تاویل بالکل لایعنی ہوگی۔

مباہلہ کے وقت آپ کی صاحبزادیوں کا

شریک نہ ہونا

نجفی شیعہ نے ایک انوکھی منطق بھاڑی۔ اور طنزاً کہا۔ سنو! اگر آپ کی بیٹیاں چار تھیں۔ تو جس طرح آیت حجاب کے وقت اُن کا زندہ ہونا اور منیٰ طیب ہونا تم مانتے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ بوقتِ مباہلہ وہ غائب تھیں۔ اور تم ان کو مردہ مانتے ہو۔؟ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال ۶۱۰ء ہجری میں ہوئے۔

گزشتہ سطور میں ہم نے جو حوالہ جات نقل کیے۔ اُن سے صاف صاف عیاں کہ آیت حجاب ۶۱۰ء میں نازل ہوئی۔

اور یہ وہ سال تھا۔ جب غزوہ خندق المعروف غزوہ احزاب رونما ہوا۔

اب آئیے ذرا دیکھیں کہ مباہلہ کس سال رونما ہوا۔

منتہی الامال :-

وقائع سال دہم ہجری :-

قصہ مباہلہ و نصار بخران شیخ طبرسی و دیگران روایت کردہ اند
لی آخرہ۔

منتہی الامال جلد اول ص ۱۰۷۔ قصہ

مباہلہ و نصار بخران۔

ترجمہ:-

شیخ طبری اور دوسرے اکابر شیعہ محققین نے روایت کیا ہے۔

کہ واقعہ مباہلہ اور نصارہ نجران دس ہجری میں رونما ہوا۔

اس واقعہ اور قصہ کی تفصیل صاحب منتہی الامال نے آگے ذکر کی ہے۔ لیکن ہمیں اس کی تفصیل مطلوب نہیں۔ بلکہ اس کے وقوع کا سال تلاش کرنا ہے۔ سو معلوم ہوا کہ شیعہ مجتہدین اس کے معتقد ہیں۔ کہ قصہ مباہلہ سن دس ہجری کا ہے۔ اب ان واقعات پر ذرا سرسری نظر دوڑالیں۔ تاکہ نتیجہ سامنے آجائے۔

۱۔ آیت حجاب ۵۷ میں نازل ہوئی۔ ۷، ۸ ہجری بتلا نا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

۲۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال سات یا آٹھ ہجری میں ہو گیا۔ یعنی مباہلہ کے قصہ سے دو تین سال قبل آپ دنیا سے پردہ فرما گئی تھیں۔

۳۔ سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال ہو گیا۔ گویا واقعہ مباہلہ کے دو تین سال قبل ان کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔

۴۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال دو ہجری میں ہو چکا تھا۔ یعنی وقت مباہلہ سے آٹھ سال پہلے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں۔

۵۔ سیدہ فاطمہ بنت حضرت فاطمہ ام المومنینؑ میں پردہ فرمایا۔

یعنی قصہ مباہلہ کے ایک سال بعد دنیا سے رخصت ہوئیں۔

آپ ان واقعات کا باہم ربط دیکھیں۔ ۵۷ ہجری میں تو ایسا شخص زندہ ہوگا

جس کا سات یا آٹھ یا گیارہ سن ہجری میں وصال ہوا۔ لیکن ستارہ ہجری میں ایسے شخص کا زندہ ثابت کرنا جو سات یا آٹھ سن ہجری میں فوت ہو گیا ہو۔ کس قدر فریب دہی اور ظلم عظیم ہے۔

چیلنج۔

میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کوئی شیعہ مندرجہ بالا صحیح ایک ایسی روایت پیش کرے۔ کہ جس میں واضح الفاظ میں موجود ہو کہ سورۃ احزاب ۸۶ء میں اتری ہے۔ تو اس کو بیس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار عمدہ حقیقتیں

صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ

کتب حدیث و تاریخ سے

ٹھوس حوالہ جات



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں آپ

کے بطن سے تھیں

اصول کافی :-

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةً وَهُوَ ابْنُ بَضْعٍ وَ
عِشْرَتَيْنِ سَنَةً فَوُلِدَ لَهَا مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ
الْمُنَاسِمُ وَرُقَيْيَةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلثُومٍ
وَوُلِدَ لَهَا بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ
وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

(اصول کافی جلد اول ص ۴۳۹ کتاب النجۃ باب مولد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ ورفاتہ، مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

(اصول کافی مترجم جلد اول ص ۴۴۵ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس سال سے زائد عمر میں شادی کی۔ اور ان کے بطن سے قبل بعثت "قاسم" رقیہ، زینب، ام کلثوم، پیدا ہوئے۔ اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ، پیدا ہوئے۔

نوٹ:

”اصول کافی“ شیعوں حضرات کے ہاں ایسی بلند پایہ کتاب ہے۔ جس کے

بارے میں ”امام غائب امام مہدی“ نے فرمایا: ”الکافی کاف لشیعتنا“ ہمارے شیعوں کے لیے ”کافی“، کافی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کا درجہ قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کثیر روایات ایسی ہیں۔ جن میں اس بات کی صراحت ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ ہم اس کو انشاء اللہ تعریف القرآن“ کے باب میں ذکر کریں گے۔

تو اس معتبر کتاب کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور تین صاحبزادے تھے۔ اس تعداد میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اگر اختلاف ذکر کیا۔ تو اس بارے میں کہ بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد کون کون پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں قبل بعثت ”قاسم“، رقیہ، زینب، ام کلثوم، طیب، طاہر، پیدا ہوئے۔ اور بعد بعثت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حیات القلوب:

و شہور آنست کہ دختران آنحضرت چار نفر بودند۔ و ہمہ از خدیجہ
بوجود آمدند، اول زینب و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن
دختر بکافران دادن اورا بابی العاص بن زبیع تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲ باب ۵)

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم)

ترجمہ: اور شہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔
اور یہ تمام حضرت خدیجہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے پہلی
حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور کافروں
کے ساتھ شادی بیاہ حرام ہونے سے قبل ”ابو العاص بن زبیع“
کی زوجیت میں تھیں۔

منشی الامال:

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی

صاحبزادیاں چار ہوئیں جن میں سے دو یکے بعد دیگرے عثمان غنی

کے عقد میں آئیں:

در قرب الاسناد از صادق علیہ السلام روایت شدہ است۔
کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند
طاہر و قاسم و فاطمہ و کثوم و زینب و تزویج نمود فاطمہ را

بحضرت امیر المومنین وزینب بابی العاص بن الربیع کہ از بنی امیر بود
وام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بنخانہ عثمان برود بحضرت الہی
واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود۔

(۱) (منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص ۱۲۵) در بیان

احوال اولاد امجاد آنحضرت فصل ہشتم باب اول

(مطبوعہ ایران)

(۲) (بالفاظ مختلف مروج الذهب جلد دوم ص ۲۹۱)

(معدی)

ترجمہ: قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے یہ
اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب، حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت
زینب کی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ ہوئی۔ جو بنی امیہ سے تھا۔
اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ لیکن خضعتی
سے قبل انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
رقیہ کی ان سے شادی کر دی۔

حاشیہ منتہی الامال:

تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکاذاں
بود۔ و از زینب امامہ و خیر ابو العاص بوجود آمد۔ و حضرت امیر المومنین
علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آن مقدسہ

اور اتزویج فرمود۔ و نقل شدہ کہ ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شد و
 زینب قلاوہ کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فداے شوہر خود چوں حضرت نفیث
 قلاوہ افتاد خدیجہ را یاد نمود۔ و رقت کرد و از صما طلب نمود
 کہ فداے او را بخشند و ابوالعاص را بلی فدا را کنند صما بہ چنین
 کردند۔ حضرت از ابوالعاص شرط گرفت کہ چوں بکے برگردد زینب
 را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او بشرط خود وفا نمود۔ زینب را فرستاد۔
 بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد و زینب در مدینہ سال ہفتم
 و بقولی در سال ہشتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد۔

در حاشیہ منہجی الامال جلد اول ص ۱۲۵ باب اول
 فصل ہشتم

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص کے ساتھ ہجرت
 سے قبل اور ہجرت نکاح با کافران سے قبل ہوئی تھی۔ ان کے ہاں
 دو امام، پیدا ہوئی۔ جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نکاح
 کیا تھا۔ او نقل کیا گیا ہے کہ ابوالعاص غزوہ بدر میں قیدی
 ہو گیا۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہارے کہ حضور کی
 بارگاہ میں بھیجا۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں دیا تھا۔
 تاکہ فدیہ کے طور پر اسے سے کران کے خاوند ابوالعاص کو
 رہا کر دیا جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر
 پڑی۔ تو حضرت خدیجہ یاد آ گئیں۔ اور آپ اہدیدہ ہو گئے۔

صحابہ کرام سے فرمایا کہ ابوالعاص کا فدیہ معاف کر کے بلا فدیہ لے سے
رہا کر دو۔ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص
سے وعدہ لیا کہ جب مکہ جاؤ گے تو زینب کو میرے پاس بھیجنا
ابوالعاص نے اپنی شرط (وعدہ) پورا کیا۔ اور حضرت زینب کو
حضور کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد یہ خود بھی مدینہ آگیا۔ اور مسلمان
ہو گیا۔ حضرت زینب مدینہ منورہ میں ساتویں یا آٹھویں سال ہجرت
میں انتقال فرما گئیں۔

حیات القلوب:

چوں فاطمہ علیہا السلام آن حضرت را دید گزست فرمود کہ چه چیز را
بگریہ آورده است ای دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ فرمود کہ عائشہ
نام مادر مرا بردار و ناقص و کمی مرتبہ نسبت داد پس حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم در خشم شد و گفت بس کن حمیرا کہ خدا برکت می دہند
زنی را کہ شوہر را بسیار دوست میدارد و بسیار فرزندان و روضہ
اور ا خدا رحمت کند از من ظاہر مطہر را بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود
و قاسم را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم از وہم رسید خدا
رحم ترا عقیقہ گردانید کہ بیچ فرزندان تو بہم نمی رسد۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۵۱ مطبوعہ

لوکشر طبع قدیم باب فضائل خدیجہ

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا تو رونا شروع کر دیا۔ پوچھا تمہیں کس نے رلایا عرض کی عائشہ

نے میری والدہ کا نام لے کر ان کے نقص بیان کئے۔ اور کم مرتبہ کہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا۔ حیرا چپ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس عورت کو برکتوں سے نوازتا ہے۔ جو شوہر کی خدمت گزار ہو۔ اور خاوند سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ صاحبِ اولاد کثیر ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ انہیں غرقِ رحمت فرمائے۔ ان کے بطن سے طاہر اور مطہر (عبداللہ) پیدا ہوئے۔ اور قائم کو اس نے جنا۔ رقیہ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم بھی اسی سے پیدا ہوئیں اللہ نے تیرے رحم کو بانجھ بنایا۔ جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تفسیر بہ

اس دلیل میں ”ملا باثر مجلسی شعی“ نے اپنی تیرائی عادت کے مطابق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زبانِ طعن و راز کی جو کسی شخص پر مخفی نہیں۔ لیکن اس خبیث باطنی کے باوجود ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں وہ بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں اس نے بیان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی فضیلت اس وجہ سے بیان کی۔ کہ وہ پانچ چھ بچوں کی ماں بنی تھیں۔ جن میں چار لڑکیاں اور باقی لڑکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”ازمن طاہرو مطہر ہم۔ سانیہ، وغیرہ سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ آپ کی یہ سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد ہوئی۔ نہ کہ حضرت خدیجہ پہلے خاوند سے پیدا شدہ اولاد ملکہ لائی تھیں۔

حیات القلوب:

در قرب الاصلہ معتبر از حضرت صادق روایت کرده است کہ
از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و
قاسم و فاطمہ، ام کلثوم و رقیہ و زینب۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۲۱ باب پنجاہ
دیکم مطبوعہ نوکشور طبع قدیم

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن اقدس
سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم،
فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب رضی اللہ عنہم۔

مرآت العقول:

قال ابن شہر آشوب فی المناقب ولد من خدیجۃ
القاسم وعبد اللہ و ہما الطیب و الطاہر و اربع بنات
زینب، رقیہ و ام کلثوم و ہی آمنہ و فاطمہ
(مرآت العقول جلد ۱ ص ۲۵۲)

ترجمہ: ابن شہر آشوب نے در المناقب، میں کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم و عبد اللہ انہی دونوں کو الطاہر اور
الطیب بھی کہتے ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں۔ زینب و رقیہ و
ام کلثوم (جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں) اور فاطمہ۔

ذبح عظیم: امام حسین کی عقیقتی خالائیں

عَنْ رَبِيعَةَ السُّعَدِيِّ قَالَ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ فَسَأَلْتُهُ مِنْ
أَمْرٍ فَقَالَ اِسْمِعْ مِنِّي وَعِيهِ وَبَيْنَ النَّاسِ إِنِّي
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُهُ بِأُذُنِي وَقَدْ
جَاءَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْمُنْبِرِ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكَبَيْهِ ثُمَّ قَالَ
إِنَّهَا النَّاسُ هَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ جَدًّا أَوْ جَدَّةً جَدُّهُ
رَسُولُ اللَّهِ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَجَدَّتُهُ خَدِيجَةُ سَابِقَةَ
إِلْيَاسَ مِنْ كُلِّ الْأُمَّةِ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ
خَالًا وَخَالَتًا وَخَالَهُ عَبْدُ اللَّهِ وَابْرَاهِيمُ وَخَالَتُهُ
زَيْنَبُ وَرُقَيْيَةُ وَأُمُّ كُلثُومُ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ
عَمًّا وَعَمَّةً وَعَمَّتُهُ جَعْفَرُ وَعَقِيلٌ وَعَمَّتُهُ أُمُّ
هَانِ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا وَاخَا
وَأُخْتًا أَبُوهُ عَلِيٌّ وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ وَأَخُوهُ الْحَسَنُ
وَأُخْتُهُ زَيْنَبُ وَأُمُّ كُلثُومُ ثُمَّ وَضَعَهُ
عَنْ مَنْكَبَيْهِ فَأَجْلَسَهُ فِي جَنَبِهِ فَقَالَ إِنَّهَا
النَّاسُ هَذَا الْحُسَيْنُ جَدُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَجَدَّتُهُ
فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّتَاتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَبَوَاهُ فِي الْجَنَّةِ
وَأَبُوهُ فِي الْجَنَّةِ وَأُمُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَخُوهُ فِي
الْجَنَّةِ وَأُخْتَاهُ فِي الْجَنَّةِ وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

(ذبح عظیم: امام حسین کی عقیقتی خالائیں)

ترجمہ: ربیعہ سعدی کہتے ہیں۔ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے چند مسائل پوچھے
 نہ نینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سنو اور یاد رکھو اور لوگوں کو بھی بتا دینا۔
 میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے
 اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ منبر پر آئے تو حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اپنے کندھوں پر بٹھایا۔ پھر آپ نے فرمایا
 لوگو! یہ میرے حسین تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے نانا جیسا کوئی نانا
 نہیں۔ اور اس کی نانی جیسی کوئی نانی نہیں۔ اس کا نانا اللہ کا رسول اور
 آدم کا سردار ہے۔ اور اس کی نانی خدیجہ ہے۔ جسے تمام امت میں
 سے ایمان لانے میں سبقت حاصل ہے۔ یہ حسین ماموں اور خالہ کے
 اعتبار سے لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے ماموں عبد اللہ اور ابراہیم
 اور اس کی خالائیں زینب، رقیہ، ام کلثوم ہیں۔ اور یہ حسین چچا اور بھوپتی
 کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ اس کے چچا جعفر و عقیل اور
 اس کی بھوپتی ام بان ہیں۔ یہ حسین باپ، ماں اور بن بھائیوں کے
 اعتبار سے بھی لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا باپ علی اس کی ماں فاطمہ
 اور اس کا بھائی حسن اور اس کی بہنیں زینب و ام کلثوم ہیں۔ یہ کبہ کرندے
 سے نیچے اتارا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر فرمایا۔ لوگو! یہ دو حسین
 ہے۔ کہ جس کا نانا، تانی، ماموں، خالائیں چچے، بھوپتی، باپ، ماں
 بھائی اور دونوں بھنیں جنتی ہیں۔ اور یہ خود بھی جنتی ہے۔

فصل دوم

چار عدد بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی شیعہ روایات

کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا

محاسبہ



حدیث بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مولوی اسماعیل

کی جاہلانہ تنقید

پچھلے ابواب میں آپ قرب الاسناد کے حوالہ سے امام جعفر کا قول پڑھ چکے کہ
سیدہ خدیجہ کے بطن سے چار بیٹیاں نبی علیہ السلام کے گھر پیدا ہوئیں، قرب الاسناد کا
مصنف ابوالعباس عبد اللہ حمیری قمی ہے جو شیعہ حضرات کا بہت بڑا امام ہے۔
اور صرف ایک راوی مسعد بن صدقر کے واسطے سے یہ حدیث امام جعفر سے نقل کو رہا
ہے پھر حیاتِ انفلوب وغیرہ میں معتبر شیعہ نقباء نے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کی
سند کو معتبر قرار دیا مگر آج کل کے شیعوں کو یہ حدیث ضعیف نظر آتی ہے۔

چنانچہ دو فتوحاتِ شیعہ،، ہی میں ایک مناظرہ اور اس کی تفصیل نظر سے گزری
یہ مناظرہ مولوی عبدالستار صاحب، اور مولوی محمد اسماعیل صاحب کے درمیان درنبات
رسول،، کے موضوع پر ہوا۔ ناصر حسین نجفی نے اپنی فتح کو یوں نقل کیا ہے۔

فتوحاتِ شیعہ:-

حضرات! مولوی عبدالستار صاحب تو نسوی نے باوجود ہزار شور و غوغا کے کل
تین روایات کتبِ شیعہ سے پیش کیں۔ مختلف کتب سے بار بار انہیں کا تکرار و عادیہ کیا
دیگر نہ کوئی آیت اور نہ ہی کوئی روایت میدانِ مناظرہ میں پیش کرنے کی جرأت و ہمت
ہوئی۔ روایت اول حیاتِ القلوب جلد دوم ص ۱۸ سے پیش کی کہ قرب الاسناد
میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کی اولاد حضرت
خدیجہ سے طاہر و قاسم، فاطمہ ام کلثوم، زینب و زینب متولد ہوئے۔ اس کا جواب
اسی وقت دے دیا گیا کہ حضور یہ روایت سنیں کی ہے۔ شیعہ کی نہیں، ضعیف ہے صحیح
نہیں۔ کیونکہ اس کی سند یہ ہے۔

روی الحمیری فی قرب الاسناد عن ہارون بن مسلم عن

مسعد بن صدقة عن جعفر عن ابیہ علیہ السلام۔

اس سند میں ایک راوی درحمیری،، شارب الخمر ہے۔ اسی وقت تو نسوی صاحب

کو رجالِ متقانی جلد اول ص ۱۲ سے دکھلایا گیا کہ اتہ کان یشرّب الخمر، یعنی

وہ درحمیری،، ہمیشہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اور مزید برآں

یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے ملکوں پر بھنگ نوشی کا الزام لگاتے ہو۔ اور خود شرابیوں

کی روایات پیش کرتے ہو اور انہیں اپنا دین و ایمان بناتے پھرتے ہو؟ دو سزا راوی

اس سند روایت میں مسعد بن صدقة ہے جو سنی تبری ہے۔ چنانچہ رجالِ متقانی جلد ۱

ص ۲۱۲ نکال کر عبدالستار صاحب کے سامنے لے جا کر رکھ دی گئی کہ مسعدہ بن صدقہ عامی تبری ہے۔ روایت سنیوں کی ہے۔ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو مگر ہمت کہاں ہے؟

(فتوحات شیعہ ص ۲ مولفہ ناصر حسین نجفی شیعہ)

مطبوعہ لائل پور

جواب ہے :- مولوی اسماعیل شیعہ کا ڈھٹائی سے جھوٹ بولنا۔

اس بات پر سخت حیرانی ہوئی کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کس ڈھٹائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ کتب میں کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں اور اس بات پر زور دیا کہ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو۔ مزید یہ کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی کسی شیعہ راوی کی کوئی روایت پیش نہ کر سکے۔

اول ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی نے مولوی اسماعیل صاحب کو کسی شیعہ کی روایت پیش نہ کی ہو۔ اور اگر واقعی تونسوی صاحب نے بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حیات القلوب سے قرب الاسناد کی روایت پیش کی ہو اور مولوی اسماعیل صاحب نے وہ جواب دیا ہو جو فتوحات شیعہ میں مذکور ہے تو اس روایت کے دو راوی مسعدہ بن صدقہ اور حمیری قابل اعتبار نہیں کیونکہ مسعدہ بن صدقہ توسنی ہے اور حمیری اتنا بڑا شرابی ہے کہ کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں، تو اسماعیل صاحب کی پرے درجے کی فراڈ بازی ہے۔

منصف مزاج قارئین کے سامنے اب ہم ان دونوں راویوں کے بہترین حالات پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ یہ حدیث قابل قبول ہے یا نہیں؟ اور مولوی اسماعیل صاحب نے راویوں کے متعلق جو ڈرامہ کھیلا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

شیعو اسمائے رجال کی کتب معتبرہ سے مسعد بن صدقہ

کے حالات

مولوی اسماعیل صاحب نے مسعد بن صدقہ کو سنی ثابت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے متعلق حیات القلوب بجز اقرب الاسناد کی حدیث کو غیر معتبر ٹھہرایا ہے۔ اور حالہ دیا ہے تنقیح المقال ص ۲۱۲ کا۔ مگر یہاں بھی وہ اپنی روایتی بددیانتی اور خیانت سے باز نہیں آئے۔

ہم اسی سفر کی یہی پوری عبارت نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال ۱۔

مُسْعَدَةُ بِنْتُ مَدَقَةَ الْمَاِئِي التَّيْرِي عَنِ
الْبَاقِرِ اِنَّهُ وَابْنُ حُكَيْ عَنْ بَعْضِ الثَّقَاتِ
الْمَتَّاحِرِينَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّهُ عَامِي تَبْرِي لِكَيْ
مُعْتَمِدٍ عَلَيْهِ فِي التَّقْبُلِ وَمَنْ تَتَّبَعَ اَخْبَارَهُ
يَحْصِلْ لَهُ الْعِلْمُ بِأَمْرِهِ اَثْبَتُ مِنْ كَثِيرٍ
مِّنَ الْعُدُولِ اِنَّهُ رَئِيسُ وَفْقَةٍ مَا نَفَقَ لَهُ
الْمُحَقِّقُ الْوَحِيدُ عَنْ جَدِّهِ الْمَجْلِسِيِّ
الْأَوَّلِ مِنْ قَوْلِهِ الَّذِي يَفْهَرُ مِنْ اَخْبَارِهِ
الَّتِي فِي الْكُتُبِ اَنَّهُ يَمْنَعُ لَانَّ جَمِيعَ مَا
يَرْوِيهِ فِي غَايَةِ الْمَتَانَةِ مُوَافِقَةٌ

لِمَا يُرْوِيهِ الشَّيْخَاتُ مِنَ الْأَسْحَابِ وَلِذَا
عَمِلَتْ الطَّلَافَةُ بِمَا رَوَاهُ وَآمَّثَالُهُ
مِنَ الْعَامَةِ بَلْ لَوْ تَتَّبَعْتَ وَجَدْتَ أَخْبَارَهُ
أَسَدًا وَآمَّثَنَ مِنْ أَخْبَارِ مِثْلِ جَمِيلِ بْنِ
دُرَّاجٍ وَحَرِيزِ بْنِ عَبِيدٍ اللَّهُ إِنْ تَهَيَّ وَأَقُولُ
الْإِنْصَافُ أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا ذَكَرَهُ وَعَلَيْهِ فَيَكُونُ
الرَّجُلُ مِنَ الْمُوثِقِ

(نتیجہ المقال فی علم الرجال جلد سوم ص ۲۱۲)

باب مسندہ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ مسندہ بن صدوق عامی تبری ہے۔ یہ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔
لیکن بعض متاخرین اتقیا نے بیان کیا ہے کہ وہ عامی تبری ہے لیکن روایت
کے نقل کرنے میں وہ مستند علیہ ہے اور جس نے اس کی روایات کا تتبع (چھان بین)
کیا اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اکثر عادل راویوں سے زیادہ مضبوط ہے۔
انتہی۔ اور اس کے مطابق ہے وہ قول جسے محقق وحید نے اپنے دادا مجلسی
اول سے نقل کیا وہ یہ ہے جو روایات اس مسندہ بن صدوق کی کتب میں
موجود ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے۔ کیونکہ جو اس نے
روایت کیا ہے وہ غایت متانت میں ہے اور ثقہ راویوں کی روایات کے
موافق ہے۔ اسی لیے عمل کیا ایک گروہ نے اس کی روایات پر اور اس کے
مثل عامہ کی روایات پر بلکہ اگر آپ چھان بین کریں گے تو اس کی روایات
کو بہت درست اور تمین پائیں گے۔ جمیل ابن دراج اور حریز بن عبداللہ
جیسوں سے انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ جیسے محقق وحید

نے ذکر کیا ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ وہ (مسعدہ بن صدقہ) ثقہ راویوں
میں سے ہے۔

لمحہ فکریہ:-

مولوی اسماعیل صاحب کی علمی خیانت آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ اپنے مطلب کا
مکودا نقل کر دیا اور باقی عبارت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ ان کا مقصد فقط مطلب برآری
ہے اس سے غرض نہیں کہ بیچ کہتے ہیں یا جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نتیجہ المقال کی
عبارت اور ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ مسعدہ بن صدقہ نہایت مضبوط اور ثقہ آدمی ہے۔ اور
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے راویوں میں بھی اس کی مثل راوی بہت کم ہیں۔ مولوی صاحب
نے راوی مذکور کی وجہ سے اس کی روایت کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا اور اپنے قول کی تائید کے لیے
نتیجہ المقال کا ذکر وہ حوالہ ہی پیش کیا تھا حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحہ سے یہ ثابت ہو رہا
ہے کہ یہ راوی اتنا سچا اور ثقہ ہے کہ اس کی روایات سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے۔
بلکہ شیعوں مجتہد محقق و حید نے تو یہ فرمادیا کہ اس کی تمام روایات غایت متانت میں ہیں۔ یعنی
اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جس کو مردود اور ناقابل قبول کہا گیا ہو۔ مزید برآں عبد اللہ
امتقانی صاحب نتیجہ المقال نے بھی اپنا فیصلہ صادر کر دیا کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ وہی
فیصلہ مسعدہ بن صدقہ کے متعلق حق ہے جو محقق و حید نے کیا ہے اور محقق و حید کے فیصلہ
کی وجہ سے میں (عبد اللہ امتقانی) مسعدہ بن صدقہ کو ثقہ راویوں میں شمار کرتا ہوں۔
فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جس راوی کو محقق و حید مجتہد شیعہ اور عبد اللہ امتقانی
صاحب نتیجہ المقال ثقہ اور سچا کہیں اور یہ فیصلہ دیں کہ اس کی تمام
روایات صحیح ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مردود اور ناقابل قبول نہیں ہے۔ ایسے راوی کو
پندرہویں صدی کا ایک شیعہ علما ناقابل قبول ٹھہرائے۔ اس کی روایات کو مردود کہے

اور وہ بھی عبارات میں کثرت و بیہودہ اور دھوکہ دہی سے۔ تو بات اس کی سچی یا مذہبِ شیعہ کے ائمہ کی ہے۔ اگر کوئی مولوی اسماعیل صاحب کا پس خوردہ نوش اعتراض کرے کہ مسعد بن صدوق ثقہ راوی تو ہے مگر نبات رسول کے متعلق اس کی روایات غیر معتبر ہیں تو اس کا جواب بھی ہم کتبِ شیعہ سے پیش کئے دیتے ہیں۔

زیر بحث حدیث غیر معتبر ہے؟

حیات القلوب :-

باب پنجاہ و یکم در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است۔ در قرب الانسار
بند معتبر از حضرت صادق روایت کرده است کہ از برائے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و
رقیہ و زینب۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۶)
باب پنجاہ و یکم ذکر اولاد امجاد آنحضرت
مطبوعہ نوکشوری طبع جدید

ترجمہ :- باب اکیاون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد امجاد کے بارے میں ہے
قرب الانسار میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو اولاد پیدا ہوئی وہ خدیجہ رضی اللہ
عنها سے پیدا ہوئی وہ یہ ہے۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب
رضی اللہ عنہم

حیات القلوب :-

در حدیث معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فقول است کہ روزے

حضرت رسول خدا داخل شدند کہ عائشہؓ بڑے دے حضرت فاطمہؓ علیہا السلام فریاد
 میکند می گوید۔ اسے دختر خدیجہ! ترا گمان اینست کہ مادر ترا برابرما فضیلتی بوده
 است۔ اور اچہ زیادتی براہست و او نبود مگر مانند کی ازما۔ پس چوں فاطمہ
 علیہا السلام آن حضرت را دید گریست۔ فرمود کہ چه چیز ترا بگریہ آدرده است
 اسے دختر محمدؐ۔ فاطمہ علیہا السلام فرمود کہ عائشہؓ نام مادر مرا برد و او را نقص و
 کمی مرتبہ نسبت داد۔ پس حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خشم شد و گفت
 بس کی اسے حمیرا کہ خدا برکت میدہد زنے را کہ شرم را بسیار دوست
 دارد و بسیار فرزند آورد و دختری بچہ او را خدا رحمت کند از من طاہر مطہر را
 بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود و قاسم را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم
 از وہم رسید۔

دحیات القلوب جلد دوم ص ۵۷ باب پنجم
 فضائل حضرت خدیجہ و حال نزوح و طہور
 نوکشو طبع قدیم

ترجمہ۔ حدیث معتبر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فقواں ہے کہ ایک دن
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حب گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکوہ کر رہی
 ہیں کہ اسے خدیجہ کی دختر! تمہارا گمان ہے کہ تمہاری ماں کو ہم پر فضیلت
 حاصل ہے۔ انہیں ہم پر کیا فضیلت ہے؟ وہ تو ہم جیسی ہی تھیں۔ اس
 جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ
 روئے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسے میری بیٹی! تجھے کس چیز نے رلایا
 ہے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے میری ماں کا نام لیا ہے اور ان کے مرتبہ میں کمی کی ہے۔ اور تنقیص کا اظہار کیا ہے۔ پس حضور علیہ السلام یہ سن کر ناراض ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اسے حمیرا (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب) پس کر۔ خدا اس عورت کو برکت دیتا ہے جو اپنے خاوند سے بہت محبت رکھے اور زیادہ اولاد جنے۔ حضرت خدیجہ، خدا ان پر رحمت کرے کہ ان سے میرے لیے طاہر مظهر یعنی عبداللہ و قاسم پیدا ہوئے۔ اور (میری بیٹیاں) رقیہ، فاطمہ و زینب اور ام کلثوم (رضی اللہ عنہن) پیدا ہوئیں۔

انوارِ نعمانیہ :-

فَاَوْلُ امْرَاَةٍ تَزَوَّجَهَا خُدَيْجَةُ بِنْتُ
خُوَيْلِدٍ وَكَانَتْ قَبْلَهُ عَتِيقُ بْنُ عَابِدٍ
بِالْمَخْدُومِيِّ قَوْلًا لَهَا جَارِيَةً ثُمَّ
تَزَوَّجَهَا أَبُو هَالَةَ الْأَسَدِيُّ قَوْلًا
لَهَا مِنْ بَنِي أَبِي هَالَةَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَبِّي
ابْنَهَا هِنْدًا فَاَوْلُ مَا حَمَلَتْ وَوَلَدَتْ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الطَّيِّبُ الظَّاهِرُ
وَوَلَدَتْ لَهَا الْقَاسِمَ وَقِيلَ إِنَّ
الْقَاسِمَ أَكْبَرُ وَلَدِهِ وَكَانَ يَكْفَى
بِهِ وَ النَّاسُ يَخْلَطُونَ فَيَقُولُونَ وَلَدَ
لَهَا مِنْهَا أَرْبَعُ بَنِينَ الْقَاسِمَ وَعَبْدَ اللَّهِ

وَالْقَلْبِ وَالطَّاهِرُ وَإِنَّمَا وَلَدَتْ لَهُ
إِبْنَانِ وَآرَبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرَقِيَّةٌ وَأُمُّ كَلْثُومٍ
وَفَاطِمَةُ۔

(الانوار النعمانیہ جلد اول صفحہ ۳۶۶ نورانی مودود)

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ مطبوعہ تبریز طبع

(جدید۔)

ترجمہ۔ سب سے پہلی خاتون جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا
حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ آپ پہلے عقیق بن مایہ مخزومی کے
نکاح میں تھیں۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر آپ (حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا) سے ابوالاسدی نے نکاح کیا۔ اس سے آپ کے ہاں
ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ پھر آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد
شریعت فرمایا۔ اور آپ کے بیٹے ہند کی تربیت فرمائی۔ پس سب سے پہلے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد آپ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی
وہ حضرت عبداللہ تھے۔ وہی طیب و طاهر کہلاتے ہیں۔ پھر حضرت
قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت قاسم حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ انہی کے نام سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت (ابوالقاسم) مشہور ہوئی۔ لوگ اس بارے میں
غلطی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے چار صاحبزادے، قاسم، عبداللہ، طیب اور
طاهر پیدا ہوئے۔ حالانکہ آپ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں
حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔

انوار نعمانیہ :-

وَسَمَّيْتُهُ كِتَابَ الْأَنْوَارِ النُّعْمَانِيَّةِ فِي بَيَانِ
مَعْرِفَةِ النَّشْأَةِ الْإِنْسَانِيَّةِ فَقَدْ
التَّزَمْنَا أَنْ لَا تَذْكُرَ فِيهِ إِلَّا مَا أَخَذْنَا
عَنْ أَرْبَابِ الْعَصْمَةِ الظَّاهِرِينَ أَوْ مَا صَحَّ عِنْدَنَا
مِنْ كُتُبِ الثَّقَاتِ - (الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۷ مطبوعہ

تبریز طبع جدید)

ترجمہ :- میں (مصنف انور نعمانیہ) نے اس کتاب کا نام انوار نعمانیہ فی معرفت
نشأۃ الانسان رکھا ہے۔ اور ہم نے اسی بات کا التزام کیا ہے کہ ہم
اس میں کوئی اور ذکر نہیں کریں گے مگر وہ جو ہم نے ائمہ معصومین سے اخذ
کیا ہے۔ یا جو کتب ثقلین سے ہمارے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے

مندرجہ بالا عبارات سے حسب ذیل امور بالضرحت

ثابت ہوئے۔

۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت معتبر سند کے ساتھ ہے۔
یعنی سعد بن صدقہ والی قرب الاسناد کی روایت کو لا باقر مجلسی نے حیات القلوب
میں معتبر قرار دیا ہے۔ اسی طرح نعمت اللہ جزائری نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں پیش کیا ہے۔ اور ابتدائے
کتاب میں اسی التزام کا دعویٰ کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف وہ روایات درج

کی جائیں گی جو ائمہ معصومین سے مروی ہیں یا ناقلیین کتب سے ہم تک صحیح پہنچی ہیں پس معلوم ہوا کہ چار صاحبزادیوں کی سند معتبر ہے اور اس سند کو ائمہ معصومین اور مجتہدین شیعہ نے صحیح اور قابل اعتبار مانا ہے۔ لہذا اس روایت پر مولوی اسماعیل صاحب کا اعتراض کرنا عقل و نقل کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ورنہ وہ جانتے تھے کہ اس روایت کی سند معتبر ہے۔

۲۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں (علیق اور ہندابی مالہ) سے زینب، رقیہ، یا ام کلثوم نام کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ جسے شیعہ لوگ رقبہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ کی پہلے شوہروں سے اس نام کی جب کوئی اولاد ہی نہیں تو رقبہ ثابت کرنا چہ معنی دارد؟ حضور علیہ السلام کی ان صاحبزادیوں میں سے دو کا عقد چونکہ عثمان ذوالنورین کے ساتھ ہوا تھا۔ پس شیعہ لوگ بکھن عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس قسم کے پاڑے بیٹتے ہیں۔

۳۔ مذکورہ کتب شیعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چاروں صاحبزادیوں، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کو آپ کی حقیقی اور صلبی قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے راوی ”حمیری“ کے احوال از شیعہ کتب

اسمائے رجال

حدیث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سند پر جرح کرتے ہوئے مولوی محمد اسماعیل صاحب شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا دوسرا راوی ”حمیری“ ہے جو شراب نوشی ہے اور کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہذا یہ

روایت قابل قبول نہیں ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کی دھوکہ دہی اور فراڈ بازی! الامان والحفیظ۔ معلوم ہوتا ہے انہیں نہ خوف خدا ہے نہ شرم نبیؐ۔ جی بھی تو اتنی ڈھٹائی کے ساتھ دریائے کذب میں غرق نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تنقیح المقال ص ۱۲۱ پر موجود ہے کہ ”حمیری“، شرابی تھا اور بوقت موت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ مگر رَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِ بَيْنَ، ہمارا سوال ہے کیا یہی ”حمیری“، بنات رسول والی حدیث کا راوی ہے؟ جھوٹ بولنے میں اسماعیل صاحب کا جواب نہیں حقیقت یہ ہے کہ جس ”حمیری“، ابور اسماعیل صاحب نے لعن طعن کی اور اسے شرابی کہا بی کہا وہ در اسماعیل بن محمد حمیری، ہے جس کا ذکر تنقیح المقال ص ۱۲۱ پر ہے۔ اور جوزیر بحث حدیث بنات رسول کا راوی ہے وہ در ابوالعباس عبد اللہ بن جعفر حمیری ہے۔ جس کا ذکر تنقیح المقال کے ص ۱۲۱ پر ہے۔ اور یہی صاحب قرب الاسناد ہے۔

اسماعیل صاحب اور ان کے حواری اسی کذب بیانی پر بغلیں بجا رہے تھے۔ ”فتوحات شیعہ“، میں ایک صریح جھوٹ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حدیث بنات رسول کی سند اس طرح ہے رَوَى الْحَمِيرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ هَارُونَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ مُسْعَدَةَ بِنْتِ حَذَقَةَ، حالانکہ بنات رسول کی حدیث میں ”رَوَى الْحَمِيرِيُّ“ کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ ”حمیری“ سے مراد در ابوالعباس عبد اللہ بن جعفر حمیری، ہی ہے۔ مگر عوام کو دھوکہ دہی میں ڈالنے کے لیے ”رَوَى الْحَمِيرِيُّ“ کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔

بہر صورت ہم اس بات کی وضاحت کے لیے کہ بنات رسول ص کی حدیث کا راوی اسماعیل بن محمد حمیری نہیں جو شرابی تھا بلکہ ابوالعباس عبد اللہ بن جعفر حمیری ہے اور اسماعیل صاحب کے جھوٹ کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے شیعہ اسماعیل کے کتب معتبرہ کی عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ یہ لوگ

کس قدر مکار اور دھوکہ باز ہیں۔ لیجئے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیح المقال :-

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ الْحَمِيرِيِّ هُوَ ابْنُ جَعْفَرِ
ابْنِ الْحَسَنِ أَوْ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَامِعِ
الْحَمِيرِيِّ أَبُو الْعَبَّاسِ قُتَيْبِيُّ قُتَيْبِيُّ
..... ثِقَةٌ مِّنْ أَصْحَابِ الْعَسْكَرِيِّ
..... وَقَالَ فِي الْفَهْرِسْتِ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ جَعْفَرِ الْحَمِيرِيُّ يُكْنَى أَبَا الْعَبَّاسِ الْقُتَيْبِيُّ
ثِقَةً لَهُ كُتُبٌ مِنْهَا كِتَابُ الدَّلَائِلِ، كِتَابُ
الْقَلْبِ، كِتَابُ الْإِمَامَةِ، كِتَابُ التَّوْحِيدِ وَالْأَفَاعِيلِ
وَالْبَدَآءِ، كِتَابُ قُرْبِ الْأَسْنَادِ -

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۷، باب عبد اللہ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: عبد اللہ بن جعفر حمیری، وہ ابن جعفر بن الحسن یا حسین بن مالک بن جامع
حمیری ابو العباس قتیبی ہے قتیبی ثقہ راوی اور امام حسن عسکری
رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے اور فہرست میں کہا
عبد اللہ بن جعفر حمیری کی کنیت ابو العباس قتیبی ہے۔ وہ ثقہ راوی ہے
اور اس نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے کتاب الدلائل کتاب الطب
کتاب الامامۃ، کتاب التوحید والافاعیل والبداء ہے اور کتاب
قرب الاسناد بھی اسی کی ہے۔

رجال العلامة الحلی :-

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ
 جَامِعِ الْحَمِيرِيِّ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ أَبُو
 الْعَبَّاسِ الْقُتَيْبِيُّ شَيْخُ الْقُتَيْبِيِّنَ وَوَجْهُهُمْ
 قَدِمَ الْكُوفَةَ سَنَةَ نَيْفٍ وَتِسْعِينَ
 وَمِائَتَيْنِ ثَلَاثَةً مِّنْ أَصْحَابِ أَبِي مُحَمَّدٍ
 الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱) رجال العلامة الحلی مصنفہ حسن بن یوسف

الحلی ص ۱۰۶ باب عبد اللہ مطبوعہ قم

ایران طبع جدید

(۲) جامع الرواة مصنفہ محمد بن علی اردبیلی

جلد اول ص ۴۷۸ مطبوعہ قم ایران

ترجمہ :-

عبد اللہ بن جعفر بن حسین بن مالک بن جامع الحمیری حارم مملک کے ساتھ
 ابو العباس قتیبی ہے۔ جو اہل قم کا شیخ اور عالی جاہ تھا۔ وہ کوفہ میں
 تقریباً ۲۹۱ھ میں آیا۔ وہ ثقہ راوی تھا اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ
 کے اصحاب میں سے تھا۔

ترجمة المؤلف

قرب الاسانود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - اِتِّ مِنْ
 اصْحَابِنَا الْاِمَامِيَّةِ الَّذِينَ كَانُوا يَعِيشُونَ
 فِي النِّصْفِ الْاَخِيرِ مِنَ الْقَرْنِ الثَّالِثِ هُوَ
 الشَّيْخُ الْمُحَدِّثُ الْجَلِيلُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ أَوْ الْحُسَيْنِ ابْنِ مَالِكٍ
 ابْنِ جَامِعِ الْحَمَيْرِيِّ اَبْرَ الْعَبَّاسِ الْقُدِّمِيِّ
 كَانَ فَقِيهًا ثِقَةً وَجُهَاً فِي اصْحَابِنَا
 الْمُتَقِيَّيْنَ قَالَ التَّجَاشِيُّ قَدِمَ الْكُوفَةَ
 سَنَةً نِيْبٍ وَسَبْعِينَ وَمِائَتَيْنِ وَ فِي
 بَعْضِ النُّسُخِ بَدَلُ سَبْعِينَ تِسْعِينَ
 فَسَمِعَ مِنْهُ اَهْلُهَا وَ اَكْثَرُوا اِنْتَهَى فِيهِ
 دَلَالَةٌ عَلَى سَعَةِ عِلْمِهِ وَعُلُوِّ مَقَامِهِ
 كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى الْبَسِيرِ بِاَحْوَالِ الْمُحَدِّثِينَ
 وَهُوَ فِيْمَا رَتَّبْنَاهُ مِنَ الطَّبَقَاتِ مِنْ كُبَرَا
 الطَّبَقَةِ الثَّامِنَةِ -

دقرب الاسانود جلد اول مصنفه ابوالعباس

عبدالله بن جعفر الحميري القمي ص ۲ مطبوعه

تهران طبع جديد

ترجمہ: بسم الله الرحمن الرحيم۔ بے شک ہمارے اصحاب امامیہ

میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے زندگی پائی تیسری صدی کے نصفِ اخیر میں وہ شیخ محدث جلیل عبد اللہ بن جعفر بن حسن یا حسین بن مالک بن جامع حمیری ابو العباس قمی ہے۔ جو فقیہ، ثقہ اور ہمارے قمی اصحاب میں وجیہ تھا۔ نجاشی نے کہا کہ وہ کوفہ میں تقریباً ۲۷ھ میں وارد ہوا۔ بعض نسخوں میں ۲۷ھ کی بجائے ۲۹ھ مذکور ہے۔ اہل کوفہ نے اس سے حدیث کی سماعت کی اور سامعین کی تعداد کثیر ہے۔ انتہی۔ اس میں اس کی وسعت علمی اور علوم تربت پر دلالت ہے جیسا کہ محدثین کے احوال کی بصیرت رکھنے والے پر بخفی نہیں۔ وہ ہمارے ترتیب شدہ طبقات میں سے اٹھویں طبقہ میں شمار ہوتا ہے۔

لمحہ فکر یہ :-

قارئین گرامی! دیکھا آپ نے مولوی اسماعیل صاحب نے کتنی عیاری سے جھوٹ کو بیح ثبات کرنے کی سعی لا حاصل کی؟ راوی حدیث ہے عبد اللہ بن جعفر حمیری جس کے بارے میں شیعہ اسمائے رجال کی معتبر کتب کے حوالے سے آپ جان چکے کہ اہل تشیع کے سب سے بڑے مزکور ثقہ، کے فقہاء میں سے اپنے وقت کا سب سے بڑا فقیہ اور وجیہ تھا۔ اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا۔ لیکن نام کے مبلغ جناب اسماعیل صاحب نے صرف دو ٹکے کی خاطر حقیقت سے قرار اختیار کرتے ہوئے کذب صریح کا کمزور سہارا لیا۔ مولوی اسماعیل صاحب حقیقت کو پوری طرح جانتے تھے جس کی دلیل اس حدیث کی سند کو ان کا مکمل نقل کرنا ہے۔ لیکن صرف لفظ در حمیری، سے دھوکہ دے کر راوی حدیث کو کذاب و مضاعف ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس پر لعن طعن کی۔ حالانکہ جو در حمیری، شراہی ہے اس کا پورا نام محمد بن اسماعیل حمیری ہے اودیرہ اس حدیث کا راوی ہی نہیں۔

بلکہ اس حدیث کا راوی ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری صاحبِ قرب الاسناد ہے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا ساتھی اور اکابر علمائے امامیہ میں سے ہے۔ اسماعیل صاحب نے تبرہ بازی میں اس قدر غلو کیا کہ بیگانے تو ٹھہرے بیگانے اپنیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ دیکھ لیجئے امام عسکریؑ کے دوست اور ساتھی کو کذاب، وضاع شرابی اور روسیہ ثابت کر دیا اور دلائل اللہ علی الکاذبین، کاکلک مانتھے پر سجایا ہے

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر

اپنے بیگانے ذرا پہچان کر !

یہ ہے مصنوعی مہیاں اہل بیت کا حال۔ اسماعیل صاحب کا یہ سیاہ کارنامہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کو آپ کی اولاد سے نکال دینے کے لیے ہے۔

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری اسناد

سے ثبوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں والی روایات کا سلسلہ انہی دو راویوں (مسعد بن صدقہ اور حمیری) سے ہی نہیں چلتا کہ شیعہ لوگ کہہ سکیں۔ کہ یہی دو راوی تھے۔ جن کی انہوں (شیعہ) نے تردید کر دی ہے۔ (اگرچہ ہم نے ان کے اس فراڈ کی تار پود بکھیر کے رکھ دی ہے) بلکہ ان کے علاوہ کتب شیعہ میں اس حدیث کی اور اسناد بھی ہیں جیسا کہ ملاحظہ فرمائیے ان کو نقل کیا ہے۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

مرآة العقول :-

رَوَى الصَّدُوقُ فِي الْخِصَالِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ
 أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وَلَدَ
 لِرَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ الْقَاسِمِ
 وَالطَّاهِرِ وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَ أُمُّ
 كُلثُومٍ وَ رُقِيَّةٌ وَ شَرِيْبَةُ
 وَ فَاطِمَةُ -

(مرآة العقول شرح الاصول والفروع

جلد اول ص ۳۵۲)

ترجمہ :- شیخ صدوق نے خصال میں اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت
 کی اور اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت قاسم
 طاہر اور ان کو عبد اللہ کہتے ہیں۔ ام کلثوم، رقیہ، زینب اور سیدہ فاطمہ
 رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

مرآة العقول :-

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ
 النَّبُوَّةِ الْقَاسِمُ وَيَكْنَى بِهِ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ
 رُقِيَّةٌ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ أُمُّ كُلثُومٍ ثُمَّ وَلَدَ لَهُ

فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللَّهِ فَسُمِّيَ الطَّيِّبَ وَالظَّاهِرَ وَأُمِّهِ
جَمِيعًا خُدَيْجَةً بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔

(مرآة العقول مصنف طاباقر مجلسی جلد ۱ ص ۲۵۲)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے قبل از نبوت حضرت قاسم پیدا ہوئے جن کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ پھر حضرت زینب پھر سیدہ رقیہ پھر سیدہ فاطمہ پھر سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ پھر بعد از اعلان نبوت آپ کے ہاں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے جن کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اور ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔

معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی اور ربی ہیں۔ جس کا ثبوت آپ نے شیوہ مسلک کی معتبر کتب کے مختلف حوالہ جات سے ملاحظہ فرمایا۔



چار عدد بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیثِ خصال

صدوق پر بھی شیعہ کی بدحواسی

قول مقبول :-

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ وَلِيدٍ قَالَ
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ السَّفَّارِ عَنْ أَحْمَدَ
 بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَلِيٍّ
 الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَصَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أَبِي الْيَمْتُدَايِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
 أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ
 اللَّهِ مَنْزِلَهُ فَنَادَا عَائِشَةَ مُقْبِلَةً عَلَى فَاطِمَةَ
 تَصَاحِيهَا وَهِيَ تَقُولُ وَاللَّهِ يَا بِنْتَ خَدِيجَةَ
 أَمَا تَرِينَ إِلَّا إِنْ لَأُمِيتُكَ عَلَيْنَا فَمُتْلَا وَآمَتْ
 فَضَلَّ كَانَ لَهَا عَلَيْنَا مَا هِيَ إِلَّا كَبَعْضِنَا فَسَمِعَتْ
 مَقَالَتَهُمَا فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةَ رَسُولُ اللَّهِ بَكَتُ
 فَقَالَ مَا يَبْكُوكِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ قَالَتْ ذَكَرْتُ
 أَنِّي فَتَقَمَسْتُهَا فَبَكَتُ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ
 مَهْ يَا حَمِيرًا فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بَارَكَ فِي الْوُدُودِ
 الرُّؤُودِ وَأَنَّ خَدِيجَةَ وَلَدَتْ مِنِّي ظَاهِرًا وَهُوَ
 عَبْدُ اللَّهِ وَهُوَ الْمُطَهَّرُ وَلَدَتْ مِنِّي الْقَاسِمَ

وَفَاطِمَةَ وَذُرِّيَّتَهُ وَأُمَّ كُلُّهُمْ وَذَيْنَبَ وَأَنْتِ
مِمَّنْ آخَضَ اللَّهُ رَحْمَتَكَ فَلَمْ تَلِدِي شَيْئًا

(خصال الشیخ الصدوق ابواب السبع جلد ۲)

(۳۸)

ترجمہ:- (بجذات اسناد) راوی کتاب ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
کاشانہ اقدس میں تشریف فرما ہوئے۔ اور عائشہ بی بی جناب فاطمہ کے خلاف
چلا رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی کہ اے بنتِ خدیجہ تو عقیدہ رکھتی ہے کہ تیری
ماں کو ہم پر فضیلت ہے۔ حالانکہ اسے ہم پر کیا فضیلت ہے۔ وہ بھی ہم
عورتوں میں سے ایک عورت تھی۔ بنی کریم نے عائشہ کی یہ بات سن لی جب
فاطمہ نے رسول کریم کو دیکھا۔ تو رو پڑیں۔

حضور نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو بچی نے عرض کیا کہ عائشہ نے میری
ماں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تنقیص کی ہے۔ پس میں رو پڑی۔ حضور پاک
غضبناک ہوئے۔ پھر فرمایا۔ اسے میرا تو ان حرکات سے رک جائے تحقیق اللہ
نے محبت کرنے والی اور بچے بننے والی بیویوں میں برکت دی ہے۔ اور
خدیجہ نے مجھ سے یہ بچے بنے۔ عبد اللہ، قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، زینب
اور تو اسے عائشہ ان عورتوں سے ہے۔ اللہ نے جن کے رحم کو بند اور بانجھ
فرمایا ہے۔ پس تو نے کچھ بھی جانا نہیں۔

کتاب شیعہ میں مذکورہ حدیث کی آج تک کسی شیعہ عالم نے توشیح نہیں کی۔ اور
بہرہی اس کے صحیح ہونے کی آج تک کسی شیعہ مجتہد نے تصدیق کی ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ
روایت معتبر نہیں ہے اور اس کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی عمرو بن ابی القحطام
ہے۔ اور کتاب شیعہ جامع الرواۃ ص ۲۱۶ کتاب شیعہ معرفت اخبار رجال ص ۱۵ اور

کتاب شیعہ شفاء الصدور شرح زیادة العاشور ص ۲۶ میں لکھا ہے کہ عمرو بن ابی المقدام پہلے درجہ کا جھوٹا ہے۔ اور زیادہ مقدار میں خلق خدا کو اس نے گمراہ کیا ہے۔ پس جھوٹے اور گمراہ کرنے والے راوی کی روایت غیر معتبر ہے۔ اور جب روایت ہمارے امام کا فرمان ہی نہیں ہے۔ تو ہم جواب کس بات کا دیں؟

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۹۹ تا ۳۰۱)

مولفہ غلام حسین نجفی شیعہ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور

جواب :-

نجفی کی بحث کا تحقیقی جواب ذکر کرنے سے پہلے چند سطور قول مقبول کے مصنف کے انداز تحریر اور سوال و جواب کے متعلق گوش گزار کرنے ضروری سمجھتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کسی فکری سوچ کا شاہسوار ہے۔ اور اس کے قلب و دماغ میں عناوین تعصب کے کس قدر سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔

اہل سنت کی طرف سے ان مسائل و واقعات میں مذکورہ حوالہ جات رجحان شیعہ سے دیئے جاتے ہیں، ان کو ذکر کرنے کے بعد تمہیدی طور پر یہ شخص عجیب و غریب لہجہ میں لکھتا ہے کہ میں سنیوں کی اس دلیل کا منہ توڑ جواب دوں گا۔ کوئی شخص اس توڑ کار دنہ کر کے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے اہل بیانا نہ معاوی کے بعد جب بقول خود ”لا جواب“ جواب تحریر کرنے لگتا ہے۔ تو پھر دل کی جلن تیرہ بازی کے ذریعہ پوری کرتا ہے۔ اور ان دعوہ جات اور تیرہ بازیوں میں اس قدر دوزخ لکھتا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا جواب صرف تیرہ بازیوں ہی میں ہے۔ اور ہر قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نجفی شیعہ کی وہی کیفیت ہے جب بلی کسی شیر کی گرفت میں آجانے کو یقینی سمجھتی ہے۔ تو بدحواسی اور بیچارگی کے عالم میں اس سے جو ہو سکتا ہے۔ کرتی ہے یا پھر قرآن حکیم میں کتے کی جو

کما دت مذکور ہوئی۔ وہ یہ کہ اگر اس پر بوجھ ڈالو تب بھی زبان نکالے ہا پتتا رہتا ہے۔ اور اگر بن بوجھ ہو۔ تو بھی اس کی زبان تالو کے ساتھ نہیں لگتی۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اُس کی زبان تھی اور اس کا قلم ہے۔ ہا پتے قلم سے اس نے حضرات صحابہ کرام پر اعتراض کو مشغلہ بنا لیا ہے۔ دس دس بارہ بارہ صفحات اسی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جب حسب معمول اپنا کام کر لیتا ہے۔ تو پھر ان بانگ بلند و عموں کے مطابق جواب شروع کرتا ہے۔ لیکن وہ محض ریت کا ٹیلہ یا راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں۔ جو تحقیق و تدقیق کی معمولی سی ہوا کے سامنے ٹھرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اس کے ادعا کے مطابق وہ ”ابرہہ کے ہاتھی“ تھے۔ جو ابابیل کی پھینکی ہوئی بظاہر معمولی کنکریوں سے اگلے ہوئے جھوسہ کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ اکثر جوابات ایسے ہیں جن میں کسی اصول کے تحت گفتگو ہی نہیں کی گئی۔ بس ڈوبتے کو جب تنکا مل گیا۔ تو اسے شہتیر سمجھ بیٹھا۔ اور اسی پر ملت شیعہ کا وکیل بن بیٹھا۔ خود بھی غرق ہوا۔ اور موکلین کو بھی خوب غوطے دلوائے۔

حدیث زیر بحث کے ذکر کرنے سے پہلے اہل سنت نے چند اسی موضوع پر اہل سنت کے اعتراضات ذکر کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا یہی جواب دیا گیا۔ کہ نبات رسول کے متعلق جو روایات اہل سنت نے ہماری کتب سے پیش کی ہیں۔ وہ بے سند ہیں۔ لہذا وہ حجت نہیں بن سکتیں۔ لیکن اس حدیث کو چونکہ سند کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اس لیے اس کا جواب وہ تو نہ بن سکا۔ جو اس سے پہلے اعتراضات کا دیا گیا۔ لہذا اگر گٹ کی طرح اب رنگ بدلا۔ اور اہل سنت کے اکابر و سلف سب پر تیرہ بازی بکری کے اپنی غذا حاصل کی۔ پھر جو اگلا۔ وہ یہ کہ اس حدیث کا ایک راوی ”عمرو بن ابی المقدام“ جھوٹا اور مخلوق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے۔ جیسا کہ چند کتب شیعہ کا حوالہ بھی دیا۔ لہذا ایسے کذاب و مفصل کی روایت کا جواب کوئی اہمیت نہیں دکھتا۔

ان کتابوں میں سے کہ جن میں بقول نجفی عمرو بن ابی المقدام کو جھوٹا وغیرہ کہا گیا ہے،

فی الحال میرے پاس ”شفاء الصدور“ نہیں۔ لیکن معرفت اخبار رجال اور جامع الرواة میرے سامنے ہیں۔ ان کی ورق گردانی کی۔ تو مذکور راوی کے متعلق ان دونوں کتابوں میں مجھے یہ مضمون ملا۔ ”ایک آدمی نے کہا کہ ہم کعبہ شریف کے صحن میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھے کسی نے آپ سے پوچھا۔ اس سال تو بہت سے لوگوں نے سعادت حج حاصل کی۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بہت کم لوگوں نے یہ سعادت پائی ہے اسی گفتگو کے دوران عمرو بن ابی المقدام کا وہاں سے گذر ہوا۔ تو امام موصوف نے فرمایا یہ ہے ایک وہ شخص جو حجاج کرام میں سے ہے۔“

(۱) معرفت اخبار رجال عرف رجال کنتی ص ۳۲۶ مطبوعہ کربلا

(۲) جامع الرواة جلد اول ص ۶۱۶ مطبوعہ قم جدید

ان دونوں کتابوں کو میں نے بغور دیکھا۔ کسی ایک کتاب میں کہیں بھی کوئی ایسی تحریر نہ ملی۔ جس سے عمرو بن ابی المقدام کے بارے میں وہ لفظ ہوں جو نجفی شیعہ نے جواب دے۔ ہاں اگر کچھ تحریر دستیاب ہوئی۔ تو وہی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اس تحریر سے تو نجفی پر اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شخص کو امام جعفر رضی اللہ عنہ حجاج کرام میں ایک خوش نصیب فرد قرار دیں۔ جو بصیرت قلبی کے ساتھ منکشف ہوا۔ اور خوش قسمت کو ایک قسمت جلا۔ ”جھوٹا اور گمراہ کتذہ“ قرار دے۔ ۵۔ ”برای عقل و دانش بامدگریست۔“

علامہ الحللی نے اپنا فیصلہ اسی راوی کے بارے میں یوں تحریر کیا۔ جو ابن صفاری کے فیصلہ کا آئینہ دار ہے۔ ”جن لوگوں نے عمرو بن ابی المقدام پر طعن کیا ہے۔ وہ غلط ہے بلکہ میرے نزدیک وہ ثقہ ہے۔“

دراصل ان جوابات کی ضرورت اس قسم کے ”ابتز“ لوگوں کو اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ کسی طور پر ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چارتھیں۔ کیونکہ اس اقرار کے بعد بھر منطقی طور پر انہیں یہ مانتا پڑتا ہے کہ حضرت عثمان

عقی رضی اللہ کے ہاں یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تخت جگر نکاح میں آئیں۔ اور انہیں ”فوالنورین“ کا لقب ملا۔ اور دامادی رسول خدا کا شرف عطا ہوا۔ ان کی اسی بند اور روسپا ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ ورق کے ورق کا لے کر دیئے۔ اور جلی زبان سے یہ نہ کہہ سکے۔ کہ حضرت عثمان داماد پیغمبر تھے۔

”جامع الرواة“ کے علاوہ دوسری اُن کتابوں کو بھی میں نے دیکھا۔ جن میں عمرو بن ابی المقدم کو جھوٹا وعیزہ ثابت کرنے کا دعویٰ کیا گیا۔ لیکن مجھے کسی کتاب میں بھی ایسا فتویٰ نہ مل سکا۔

حیرت اس بات کی ہے کہ چلو اس نجفی شیعہ کو ہم سے خدا واسطے کابیر سی۔ لیکن اس ناہنجار نے اپنے بڑوں کو بھی معاف نہ کیا۔

ہم ابھی یہ بات لکھ چکے کہ صاحب جامع الرواة اور معرفت اخبار رجال نے عمرو بن ابی المقدم کو پختہ امامی شیعہ ثابت کیا۔ اسی موضوع پر اہل تشیع کی معتبر اور ضخیم کتاب ”تنقیح المقال“ مصنفہ عبداللہ ماہقانی کی کچھ عبارات پیش کرتا ہوں جن کے پڑھنے کے بعد آپ خود یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ عمرو بن ابی المقدم کون تھا؟ اور روایت کے میدان میں ثقہ یا ضعیف کیسا تھا؟ اس کی بات قابل تسلیم ہے یا نہیں؟۔

عمرو بن ابی المقدم امامی شیعہ اور ثقہ راوی تھا

تنقیح المقال :-

لَقَدْ غَيَّرَ وَاحِدٌ عَنْهُ تَوْثِيْقَهُ اِيَّاهُ فِي كِتَابِهِ
الْاٰخِرِ وَرَوٰى الْكَشِيْ ... عَنْ رَجُلٍ مِّنْ

قُرَيْشٍ قَالَ كُنَّا بِقَتَاءِ الْكُفَّةِ وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ فَقِيلَ لَهُ مَا أَكْثَرُ
 الْحَاجِّ فَقَالَ مَا أَقَلُّ الْحَاجِّ فَمَرَّ عَمْرُو بْنُ
 أَبِي الْمِقْدَامِ فَقَالَ هَذَا مِنْ الْحَاجِّ وَعَنْوَنَهُ
 الْعِلَامَةُ تَارَةً فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ مِنْ
 الْخُلَاصَةِ - - - - - وَقَالَ فِي كِتَابِهِ الْآخِرِ
 عَمْرُو بْنُ أَبِي الْمِقْدَامِ ثَابِتٌ الْعِجْلِيُّ مَوْلَاهُمُ
 الْكُوْفِيُّ طَعَنُوا عَلَيْهِ مِنْ جِهَةٍ وَلَيْسَ عِنْدِي كَمَا
 زَعَمُوا وَهُوَ ثِقَةٌ

ترتیب المقال جلد دوم ص ۳۲۳ من الباب العین

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- ابن صفاری کی ایک دوسری کتاب سے بہت سے شیعہ علماء نے
 عمرو بن ابی المقدام کی توثیق کی ہے۔ علامہ کثی صاحب رجال کثی نے روایت
 کی کہ ایک قریشی نے بیان کیا کہ ہم کعبہ مکرمہ کے صحن میں تھے۔ اور حضرت
 امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ
 حضرت اس سال حاجیوں کی کتنی کثیر تعداد ہے۔ آپ نے فرمایا اس سال
 کتنے کم حاجی ہیں۔ (دونوں اقوال بطور تعجب ہیں) اسی دوران عمرو بن ابی
 المقدام وہاں سے گذرا۔ تو امام موصوف نے فرمایا یہ اصل حاجیوں میں
 سے ہے۔

علامہ نے اسے یعنی عمرو بن ابی المقدام کو اپنی اسمائے رجال کی کتاب
 خلاصہ میں قسم اول کے راویوں میں شمار کیا اول درجہ کے ثقہ لوگوں میں سے

اور ابن غضائری نے اپنی ایک اور کتاب میں کہا کہ یہ شخص عمرو بن المقدام
ثابت العمل مولیٰ کو فی پر لوگوں نے ایک وجہ سے طعن کیا ہے۔ لیکن ان
کا یہ زعم ہے۔ میں اس شخص کو تو ثقہ مانتا ہوں۔

تنقیح المقال :-

وَتَنْقِيحُ الْمَقَالِ فِي حَالِ الرَّجُلِ أَنَّهُ لَا
شُبُهَةَ فِي كَوْنِهِ شَيْعِيًّا إِمَامِيًّا كَمَا
يُظْهَرُ مِنْ عَدَمِ غَمَزِ التَّجَاشِي وَالشَّيْخِ
فِي مَذْهَبِهِ وَ يُسْتَفَادُ مِنْ جُمْلَةِ أَخْبَارِهِ
مِثْلُ مَا رَوَاهُ فِي كَشْفِ الْغُمَّةِ عَنْهُ فَكَانَ
كَنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَبَسْتُ أَنَّهُ مِنْ سَلَالَةِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَرَوَاهُ فِي الْمَنَاقِبِ عَنِ الْحُلِيِّ عَنْهُ
إِلَّا أَنَّهُ أَبَدَلَ الشَّيْخَ بِالنَّبِيِّينَ وَ مَا
رَوَاهُ فِي التَّرْوِصَةِ عَنْهُ فَكَانَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى زَيَّنَ شَيْعَتَنَا بِالْعِلْمِ
وَحَشَّاهُمْ بِالْعِلْمِ لِيُكَلِّمَهُ فِيهِمْ قَبْلَ أَنْ
يَخْلُقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَثَابَتَ أَنَّهُ لَوْ لَا
كَوْنُهُ شَيْعَتَنَا لَمَا قَالَ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ
وَلَمَّا قَالَ لَهُ الصَّادِقُ مَا قَالَ وَحَيْثُ
كَانَ إِمَامِيًّا أَمَّا كَانَ إِدْرَاجُهُ فِي الْحَسَنَانِ

بِإِخْتِبَارِ ذَوَا أَيْمَنَ بْنِ أَبِي عَمِيرٍ وَالحَسَنِ
بْنِ مَحْبُوبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى وَغَيْرِهِمْ
مِنَ الْأَجَلَّةِ عَنْهُ وَظُهُورِ كُوفِهِ مُعْتَمِدًا
مَقْبُولَ التَّوَايَةِ عِنْدَ الصُّدُوقِ مِنْ كَلَامِهِ فِي
صِفَةِ وَضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ -

ترتیب مقال جلد دوم ص ۲۲۲ باب عمرو۔ مطبوعہ

تران طبع جدید

ترجمہ :- اس مروی عنی عمرو بن ابی المقدام کے متعلق حقیقت حال یہ ہے کہ یہ بلا شک
شیعی امامی تھا۔ جیسا کہ شیخ طوسی اور نجاشی سے اس کی مذہب پر تنقید
نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اس کی تمام روایتوں سے استفادہ کیا جاتا ہے
ان میں سے ایک روایت جو کہ کشف الغمہ میں مذکور ہے۔ یہ کہ میں راہ عمرو
بن ابی المقدام جب بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چہرہ اقدس
کو دیکھتا تو مجھے بخوبی اس کا علم ہو جاتا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
جگر گوشہ ہیں۔ اور مناقب میں حلیہ سے روایت کرتے ہوئے یہی کہا۔
لیکن یہاں سلالۃ البنی کی جگہ سلالۃ النبیین کہا۔ اور روضہ میں اس سے
ایک روایت یوں آئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری شیعوں کو علم وافر عطا کیا۔ اور بڑو باری سے
مزین فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قدیم علم کی وجہ سے جانتا تھا۔ کہ شیعہ
ایسے ہی ہوں گے، جب کہ حضرت آدم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے
لہذا اگر وہ عمرو بن ابی المقدام شیعہ نہ ہوتا۔ تو پہلا مذکورہ قول نہ کرتا۔ اور
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں وہ کچھ نہ فرماتے۔ جو

انہوں نے فرمایا۔ جبکہ اس کا امامی ہونا ظاہر ہے۔ تو اس کی روایت کو حسن روایات میں شامل کرتا درست ہوا۔ کیونکہ ابن ابی عمیر، حسن بن محبوب، حسن بن محبوب، صفوان بن یحییٰ وغیرہ جلیل القدر حضرات نے اس سے حدیث کی روایت کی۔ اور قابل اعتماد، مقبول روایت ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ شیخ صدوق نے اپنی کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی ترکیب میں عمرو بن ابی المقدام کی روایات لی ہیں۔

تنقیح المقال :-

صاحب تنقیح المقال نے عمرو بن ابی المقدام کے حالات زندگی اور اس کی روایت کے مقام پر جرج و تعدیل کے ضمن میں خاصی لمبی چوڑی تخریر کے بعد لکھا۔ کہ میرے گمان میں اس کے متعلق جو ابن صفار نے یہ لکھا۔ کہ ہمارے اصحاب نے اس پر طعن کیا۔ اس سے مقصد و مراد یہ ہے۔ کہ لوگوں نے اسے شیعوں میں سے فرقہ زیدیہ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کا باپ، اس کا چچا زاد بھائی اور اس سے آگے روایت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد زیدیہ تھی۔ لیکن صاحب تنقیح المقال اس کے زیدی ہونے کی تردید کرتا ہے۔

وَ اَنْتَ حَبِيبُ بَايَتِهِ لَا مَلَا زِمَةَ بَيْنَ كَوْنِ اَبِيهِ وَ
عَمِّهِ وَ مَنْ تَرَوِي عَمَّهُ مِنَ الزَّيْدِيَّةِ وَ بَيْنَ
كَوْنِهِ زَيْدِيًّا سِوَا الثُّلُمَةِ وَلَا يَبْعُدُ عَلٰی هَذَا
اَنْ يَكُوْنَ الصَّغَايِرِي فَقَصَرَ عَنْ زَيْدِيَّتِهِ
فَوَجَدَهُ اِمَامِيًّا ثِقَةً وَ لِيْذَلِكَ رَدُّ الطَّالِعِيْنَ
عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ وَ هُوَ لَيْسَ عَشْرِي كَمَا زَعَمُوا

وَهُوَ ثِقَّةٌ وَأَقُولُ كَيْشَهِدُ شَهَادَةً قَوِيَّةً
 لِكُونِهِ أَمَامِيًّا مَا رَوَاهُ فِي الْكَافِي عَنْ مُحَمَّدِ
 بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْمِقْدَامِ
 قَالَ رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ بِالْمَوْقِفِ وَهُوَ
 يَتَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ آيَتُهَا النَّاسُ إِنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْإِمَامُ
 ثُمَّ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ
 الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدٌ
 بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ هَذِهِ فَيَتَنَادَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ
 بَيْنِ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ
 وَعَنْ خَلْفِهِ اثْنَا عَشَرَ صَوْتًا بَلْ
 ظَاهِرٌ وَأَيُّهُ لَهْ كَوْنُهُ مُزَعَّجًا بِهِ
 مَصْدُوقًا بِمَضْمُونِهِ مُؤَيَّدًا بِأَمَامِهِ
 قَائِلًا كَمَا لَا يَخْفَى .

(تتبع المقال جلد دوم ص ۳۲۴ باب عمرو)

ترجمہ :- تم بخوبی جانتے ہو کہ عمرو بن ابی المقدام کے باپ، چچا اور اس سے
 روایت کرنے والوں کے زیدی ہونے سے خود اس کا زیدی ہونا ثابت
 کرنا محض ایک تہمت ہے۔ عین ممکن ہے کہ علامہ صفار ثری نے
 اس کے زیدی ہونے کی تحقیق کرتے کرتے اس کو ثقہ امامی پایا ہو یا
 وجہ سے اس عمرو بن ابی المقدام پر طعن کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے
 لکھا ”میرے نزدیک مذکور عمرو بن طعن کرنے والوں کے گمان کے

مطابق پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ وہ ایک ثقہ آدمی ہے۔
 میں کہتا ہوں کہ عمرو بن ابی المقدام کے امامی ہونے کی ایک بہت بڑی
 قوی شہادت وہ روایت ہے۔ جو الکافی میں اس سے مروی ہے۔ وہ یہ کہ
 محمد بن یحییٰ الآخر عمرو بن ابی المقدام سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا
 میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو موقف میں دیکھا۔ آپ
 اس وقت باواز بلند فرما رہے تھے ”لوگو! تمہارے سب سے پہلے
 امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے بعد حضرت علیؓ پھر امام
 حسنؓ، پھر امام حسینؓ پھر ان کے بیٹے علیؓ، پھر علی کے بیٹے محمد الآخرؓ“
 تو یہ اعلان آپ نے تین مرتبہ سامنے کی طرف تین مرتبہ دائیں جانب
 اور تین مرتبہ بائیں طرف پھیلی اور تین مرتبہ طرف مجموعی طور پر بارہ مرتبہ
 فرمایا۔۔۔۔۔ بلکہ اس عمرو بن ابی المقدام کی اس روایت سے بالکل
 ظاہر ہے کہ وہ اس مضمون کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس پر اس کا یقین
 ہے۔ اور اس کلام کے قائل کے بارے میں امامت کا معتقد ہے کمالاً یحییٰ۔

مذکورہ تین حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ عمرو بن ابی المقدام بہت سے شیعہ علماء کے نزدیک ثقہ راوی ہے۔
- ۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ شخص
 اصلی حاجی ہے۔ جس کا حج عند اللہ مقبول ہے۔
- ۳۔ ابن غضائری نے اس کی ثقاہت کو اس قدر خچگی کے ساتھ ذکر کیا۔ کہ طعنہ کرنے
 والوں کی تردید کر دی۔
- ۴۔ شیخ طوسی اور نجاشی نے بھی کوئی تنقید و طعن اس پر نہیں کیا۔

فصل سوم

بنات رسول کو آپ کی ربیبہ ثابت کرنے پر
بخفی شیعہ کے چودہ دلائل اور ان کے دندان شکن

جوابات

دلیل اول :- وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَ وَلَئِنْ
مُؤْمِنَةً فَخَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا

تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ
مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ (پ البقرہ آیت ۲۲۱)

ترجمہ :- اے مسلمانو! مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ رچاؤ جب
تک وہ حلقہ بگوش اسلام نہ ہو جائیں۔ اور ایمان والی لونڈی مشرکہ عورت
سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرکہ عورت) تمہیں بھلی ہی کیوں نہ لگے۔
اور مشرک مردوں کو بغیر ایمان قبول کے تم رشتہ مت دو۔ اور مومن غلام
مشرک آدمی سے کہیں بہتر ہے۔ اگرچہ وہ مشرک تمہیں اچھا ہی کیوں
نہ لگے۔

ارباب انصاف! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جن لڑکیوں کے بارے میں
بھڑکے۔ کہ وہابی اہل حدیث کا عقیدہ و ایمان ہے۔ کہ وہ نبی پاک کی اپنی لڑکیاں تھیں۔
اور شیعہ بھائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ حضور کی پالتو تھیں۔

ان لڑکیوں کے بارے میں تاریخ اسلام نے ایک یہ پریشانی بھی مسلمانوں کے مرقع

دی ہے۔ کہ ابتداء میں وہ تین لڑکیاں زینب، ام کلثوم، رقیہ الن تین کافروں سے بیاہی گئی تھیں۔ زینب ابوالعاص سے، رقیہ عقبہ سے اور ام کلثوم عتبہ سے چونکہ کفار کو بیٹی پونا گناہ ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک نبی پاک ہر گناہ سے پاک ہیں۔ اگر وہ لڑکیاں حضور کی اپنی تھیں۔ تو لازم آئے گا۔ کہ نبی پاک معاذ اللہ گناہ گار تھے۔ اور تاریخ نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ وہ لڑکیاں، حضور پاک کی بیوی خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اس صورت میں حضور کی عزت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ پس شیعہ لوگ نبی پاک کی عصمت کی حفاظت کی خاطر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ لڑکیاں نبی پاک کی اپنی نہ تھیں۔ خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اور اس عقیدے کے صحیح ہونے پر شیعہ بھائی قرآن و حدیث اور عقل و تاریخ سے ثبوت بھی رکھتے ہیں۔

(قول مقبول فی اثبات وعدۃ بنت رسول مصنفہ غلام حسین نجفی شیعہ)

(۱۸۵ - ۱۸۴)

خلاصہ دلیل :-

نجفی شیعہ نے قول مقبول میں جو کچھ لکھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو عقد لینے دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ ایک برا فعل ہے۔ لہذا اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کا مشرکین سے عقد کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ بنی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے جب مذکورہ تین بیٹیاں حضور کی حقیقی نہ ہوں۔ تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

جواب :-

نجفی شیعہ کے اس فریب بھرے استدلال کا جواب دینے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ دو تین اہم اصول اور ضابطے ذکر کر دینے جائیں۔ جن پر اہل تشیع اور ہمارا سب کا اتفاق

ہے۔ کیونکہ ان ضوابط کے ذکر کے بعد نجفی شیعہ کے بہت سے اسی موضوع پر دلائل خود بخود بے بنیاد ثابت ہوں گے۔ اور حق و باطل نکھر کر سامنے آجائیں گے۔

۱۔ قرآن پاک بیک مرتبہ مکمل طور پر نازل نہ ہوا۔ بلکہ آہستہ آہستہ موقع و محل کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس تدبیر کی دور میں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جیسا کہ تحریف قرآن کی بحث میں ہم اس کی پوری تفصیل لکھ چکے ہیں

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کوئی فعل اس وقت تک آپ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا جب تک اس کی تخصیص کی کوئی بات دلیل نہ ہو۔ ورنہ وہ فعل عام افعال کے زمرے میں آئے گا۔

۳۔ جو احکامات الہیہ امت پیغمبر کے لیے نازل ہوئے۔ وہ بلا استثناء تمام امت کے لیے ہوتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام، اہل بیت اور دیگر افراد امت اس پر عمل کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد کے بارے میں کوئی تخصیصی نص وارد ہو۔ تو وہ ان احکامات سے مستثنیٰ ہوگا۔

۴۔ احکامات شرعیہ کے نزول سے قبل اور نزول کے بعد ان میں فرق ایک بدیہی امر ہے۔ یعنی بہت سی باتیں شریعت کے نزول سے قبل کسی سابقہ شریعت کے مطابق عملی طور درست تھیں۔ لیکن شریعت محمدی نے اس کو تبدیل کر کے کوئی نئی صورت جاری فرمادی۔ ان تمام امور پر اہل تشیع کا بھی اجماع اور اتفاق ہے۔

حضرت قارئین و ناظرین! ان مذکورہ ضوابط کی وضاحت اور تشریح کی خاطر چند ایک مثالیں ذکر کر دی جاتی ہیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے۔

۱۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حکم یہ تھا کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ تو وہ ایک سال پوری عدت گزارے۔ لیکن بعد میں اس مدت کو منسوخ کر دیا گیا۔ اُسے

سرسے سے ایسی عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی۔

(حوالہ لوامح التنزیل جلد اول)

۲۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے احکامات شرعیہ کے ظاہری طور پر اسی طرح پابند تھے جس طرح ایک عام امتی پابندی کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد حضرت عثمان غنی ذوالنورین سے کیا۔

(انوار النعائب جلد اول)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا چل تک عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دینا ہر ایک امتی کے لیے عام ہے۔ کوئی صحابی ہو یا اہل بیت کافر یا کوئی عام امتی ہو۔ ان تمام کو چاڑ تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خاتون جنت سے شادی کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کرنا منع فرمایا تھا۔

(جسد العیون)

۴۔ جب تک شریعت نے کسی مسلمان کی فوتیگی کے بعد اس کے دفنانے سے قبل نماز جنازہ کا کوئی حکم نہ تھا۔ تو بہت سے مسلمان مرد اور عورت بغیر نماز جنازہ پر گھر دفن کئے گئے۔ پھر جب نماز جنازہ لازم قرار دی گئی۔ تو ہر مسلم کو دفنانے سے قبل اس کی ادائیگی فرض ٹھہری۔ اس طرح جب پانچ وقت کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ تو کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر نہیں پڑھی۔

ذکر شدہ چار ضوابط اودان کی مثالوں کے بعد حضرات ناظرین کرام میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ابتداء اسلام کے وقت یہ وہ کی مدت (ایک سال) غسوخ ہونے کے بعد کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد نے چار ماہ دس دن سے (جوئی مدت مقرر ہوئی) ناؤ مدت

گزرنے کا کہیں حکم دیا؟ نہیں بلکہ یہ حکم امت کی تمام عورتوں کے لیے برابر ہے۔ جو بیوہ ہو جائیں۔ (اور حاملہ نہ ہوں) اسی طرح جب شریعت مطہرہ نے چار تک بیویاں رکھنے کی پابندی لگا دی۔ تو کیا کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد کو یہ اجازت باقی رہی۔ کہ وہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکے؟

اسی طرح کہیں اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر پڑھی؟ اور نماز جنازہ کے احکامات سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت کی نماز جنازہ پڑھی گئی؟

اب آئیے اصل جواب کی طرف۔ ان مذکورہ ضوابط اور اصول کے بیان کرنے کے بعد نجفی شیعہ کی من گھڑت شریعت سے ان کا موازنہ کریں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ اس کی من گھڑت باتوں کو مد نظر رکھ کر کیا خرابیاں اور کیا اعتراضات لازم آتے ہیں؟ ضابطہ یہ تھا۔ کہ اللہ کا حکم نہ ماننا بڑا کام ہے۔ اور نبی سے ایسے کام کا وقوع ناممکن ہے۔

۱۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی آدمی اس نجفی شیعہ سے دریافت کرے۔ اور بطور الزام اس سے یہ پوچھے۔ کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ادا کرتی تھیں۔ اور ایسا کرتا بہت بڑا کام ہے۔ تو اس بُرے کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ روکا۔ نہ روکنا بھی بُرا ہی ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے اس برائی کے (معاذ اللہ) مرتکب ہوئے۔ اور نجفی شیعہ کی من گھڑت دلیل کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار ٹھہرے (معاذ اللہ) ثم معاذ اللہ! بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے قبل یہ نماز ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑے گنہگار ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جب اس دیر فانی سے انتقال فرمایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفن دیا تھا۔

(حالانکہ احترامِ مسلم کے پیش نظر کسی مسلمان مرد عورت کے فوت ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بُرا کام ہے) اب نجفی شیعہ کی گھڑی گھڑائی شریعت کے پیش نظر اس کا نتیجہ یہ نکلا ضروری ہے۔ کہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بُرا کام ہے۔ اودہ شخص جو بُرا کام کرے۔ گنہگار ہے۔ لہذا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر (بزعیم شیعہ) بُرا کام کیا۔ اس لیے اس کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گنہگار ٹھہرے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی نماز جنازہ کی عدم ادائیگی اور حضرت خدیجہ کا پنج وقتی فرضی نماز ادا نہ کرنے کی وجوہات

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا پنجگانہ فرضی نماز ادا نہ کرنا اور ان کے حال شریف کے بعد ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ بنا داکرنا اگرچہ ہمارا موضوع نہیں لیکن ایک ضابطہ اور اصل کی تشریح کے ضمن میں جب یہ بحث چل نکلی۔ تو میں نے مناسب سمجھا کہ کتب شیعہ سے ہی اس کی وجوہات بیان کر دی جائیں۔ تاکہ خود نجفی شیعہ کے منہ پر ان کے اپنوں کا طمانچہ رسید کروں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی عملی گراوٹ اور بددیانتی و خیانتی کا پھانڈہ بھی پھوٹ جائے۔

کشف الغمہ: عَنْ سُرُوَّةَ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ كَوَقَّيْتُ خَدِيجَةَ
قَبْلَ أَنْ تُقْرَضَ الصَّلَاةُ فَتَزَلَّ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي حَقَرِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ
صَلَاةً عَلَى الْجَنَازَةِ . كشف الغمہ فی معرفۃ الدئمہ مصنفہ

عیسیٰ بن ابی الفتح اردوبیلی جلد اول ص ۵۱۳
مطبوعہ تبریز طبع جدید

ترجمہ: حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ اس وقت ابھی نماز
پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی۔۔۔۔۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر
نماز جنازہ پڑھائے قبر میں اتارا۔ کیونکہ ان دنوں جنازہ پر نماز پڑھنے
کا حکم نہ ہوا تھا۔

تَوَقَّيْتُ خَدِيجَةَ قَبْلَ أَنْ تُقْرَضَ الصَّلَاةُ۔۔۔۔۔
بِحَارُ الْاَنْوَارِ
تَوَقَّيْتُ خَدِيجَةَ فِي شَهْرِ مَضَانَ سَنَةِ
عَشْرٍ مِّنَ النَّبَوَةِ وَهِيَ اَيُّهُمُ خَمْسٌ وَيَسْتَوْنَ سَنَةً
فَتَحَجَّجْنَاهَا مِنْ مَّزَارِهَا حَتَّى وَفَّيْنَاهَا بِالْحُجُوجِ
فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي خَضِرَتِهَا
وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ صَلَاةٌ عَلَى الْجَنَازَةِ۔

(بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۱۱ و ۱۲ ص ۱۱۲ مستفاد)

باقر مجلس مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ: حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز فرض کئے جانے سے پہلے ہی
انتقال کر گئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ماہ رمضان المبارک نبوت
کے دسویں سال ۲۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ ہم اُن کو اُن کے گھر سے
لے کر نکلتے۔ یہاں تک کہ انہیں مجون کے مقام پر ہم نے دفن کیا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے۔ ان
دنوں نماز جنازہ نہ تھی۔

نجفی شیعہ کی من گھڑت شریعت کی رو سے کوئی نبی (خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان نبوت سے قبل کوئی ایسا کام نہیں کرتے۔ کہ جس کے بعد میں کسی وقت اللہ تعالیٰ منع کرے۔ کیونکہ اس نے جس انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں کے بیٹیاں ہونے سے انکار کے لیے جو دلیل پیش کی۔ وہ اسی اصول کے تحت بنائی گئی۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ وہ اپنی کسی عورت ربی و غیرہ کی شادی کسی مشرک مرد سے کرے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہی حکم بطریق اولیٰ ہوتا ہوئے یہ کہنا کہ آپ نے اپنی تین بیٹیوں (رقیہ، ام کلثوم، زینب) کی شادیاں مشرک مردوں سے کی تھیں۔ آپ کو گواہ ثابت کرنا ہے۔ اس لیے اس جرم کی بجائے آپ کی ان تینوں کو سرے سے بیٹیاں ہی نہ سمجھا جائے۔ تو بہتر ہے۔

تو اس من گھڑت ضابطہ شرعیہ کے بارے میں اس نجفی شیعہ سے میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ بغرض محال چلو اس دلیل سے تم نے اپنا اُلٹا سیدھا کر لیا ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیٹیوں کا نکاح کفار سے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ آپ ان کے باپ نہ تھے۔ کسی اور نے کیا ہوگا۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جب یہ تینوں حضور کی لڑکیاں ہی نہ قرار پائیں۔ تو حضرت عثمان غنی کو آپ کی دامادی کا شرف کیونکر حاصل ہوا۔ لیکن فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ میں دونوں طرف سے شادی بیاہ کی ممانعت ہے۔ یعنی جس طرح کسی کافر و مشرک کو مسلمان عورت کا رشتہ دینا اور بیاہنا ممنوع ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کافر یا مشرک کو اپنی زوجیت میں لانا بھی ممنوع فرمایا گیا۔ لہذا چلو تمہارے باطل و لغو ضابطہ کی بنیاد نہ وہ حضور کی صاحبزادیاں تھیں۔۔۔ نے انہیں مشرکین سے بیاہا۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جب آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی

تقاضے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جناب خدیجہ سے (معاذ اللہ) ناجائز ٹھہرا۔ تو چلو جناب رقیہ، زینب اور کلثوم کو تم ویسے بھی آپ کی حقیقی بیٹیاں نہیں سمجھتے۔ لیکن ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو گواہ بنا کر بتاؤ۔ کہ جب تمہارے من گھڑت ضابطہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہی ناجائز ٹھہرا۔ تو پھر ایسے نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کے باسے میں کیا کہو گے؟ سوچو اور فیصلہ کرو۔ ایمان چاہتے ہو۔ تو اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

قارئین کرام! ہم نے بوجہ احقاق حق اور ابطال باطل یہ چند سطور تحریر کیں۔ تاکہ آپ کو نجفی شیعہ کے من گھڑت اصول کی خرابیاں اور ان سے پیدا ہونے والی قباحتوں کی نشاندہی کرتے چلیں تاکہ اس قسم کے غلط اور باطل پروپیگنڈہ سے بچا جاسکے۔ ورنہ ان باتوں کو زبان و قلم کے ذریعہ ظاہر کرنا کسی طرح بھی ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

خلاصہ کلام:-

ہم اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد اس کے احکامات نافذ ہوئے۔ اور اس سے پہلے ان احکامات کی کوئی پابندی نہ تھی۔ خود نجفی شیعہ بھی اس کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ ہی گمراہی سے نہ نکالنا چاہے۔ یا ہدایت سے دُور رکھے۔ تو اس کا کیا علاج؟ اس گھڑے گھڑانے وکیل اہل تشیع نے خود ساختہ اصول کے تحت اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی لا حاصل کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی حاصل نہ تھی۔ ہم اپنے مسلک کی تائید قرآن پاک میں مذکور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ سے بھی کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب فرشتے شکل انسانی میں ان کے ہاں آئے۔ تو قوم

نے اپنی بڑی عادتوں کے پیش نظر ان سے ہوس براری کی خواہش کی۔ بالآخر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا۔ اگر تم خواہشات نفسانی کی بہر صورت تکمیل کرنا چاہتے ہو۔ تو (هُوَ لَا يَبْنِي هُنَّ أَطْفَالُكُمْ) یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ یعنی ثابت ہوا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں مسلمان عورت کی کافر سے شادی درست تھی۔ اور یہی حکم ابتدائے اسلام میں رو بہ عمل ہوا۔ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی مشرکین سے کی۔ پھر وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ الخ والی آیت نے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

نبخنی شعی کی غلط بیانی۔

نبخنی شعی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کے قصہ میں بھی یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کفار کو اپنی بیٹیاں دینا اس کی کوئی اصل نہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ اور عتبہ وغیرہ کو رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ دینا غلط اور باطل ہے۔ اس طرح لوط علیہ السلام کا واقعہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ اصل واقعوں ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی نہیں بلکہ اپنی قوم کی بیٹیاں دینے کی پیش کش کی تھی۔ اور اگر اپنی حقیقی مراد ملی بھی جائیں۔ تو۔

”پھر مقصد یہ تھا۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور میری ان لڑکیوں سے نکاح کر لو۔ جناب لوط کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ اس کافر قوم کو ان کے کفر کے باوجود بھی آنجناب لڑکیاں دینے کو تیار تھے۔ اور تمام مذاہب کے پڑھے لکھے علماء بھی میرے مذکورہ بیان کی تائید کرتے ہیں“

(قول مقبول فی اثبات وحدة بنت الرسول ص ۱۹۱)

دلیل کا خلاصہ :-

نبی شعی ثابت یہ کرنا چاہتا ہے کہ جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کے دور نبوت کی شریعت میں کسی کافر کو کفر پر بہتے ہوئے رشتہ دینا جائز نہ تھا۔ اس طرح ہماری شریعت میں کسی کافر و مشرک کو حالت کفر و مشرک میں رشتہ دینا جائز نہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کی کسی مشرک سے ہرگز شادی نہیں کی۔

ثبوت غلط بیانی :-

کیا سچ کہا کسی نے کہ جب تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جائے تو حقائق بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں۔ نبی نے نہ اپنی کتابوں کو دیکھا اور اگر دیکھا تو یاد نہ رہا۔ کمال میں حضور لوط علیہ السلام کے قصہ کے ذیل کیا لکھا ہوا ہے۔ ہم پیش کر دیتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین :-

هَؤُلَاءِ بَنَاتُ ابْنِهَا وَخَتَرَانِ مِنْ اَنْدِ اِثْثَا رَا نَحْوَاهُمْ (هَؤُلَاءِ اَمْهَرُ) اِثْثَا پاكيزه تراند مرثمارا۔ تزويج دختران با اِثْثَا بشرط ايمان بودہ يا در شريعت اد تزويج مومنان بکفار جائز بود چنانکہ در بديت اسلام حضرت رسالت دخترى از دختران خود را بعبه داد و دختر ديگر را با ابو العاص و بعد از اِثْثَا اين حکم منسوخ شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۴۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :- سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان کی تم خواہش کر سکتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔ لڑکیوں کی کفاس کے ساتھ شادی یا تو ایک شرط کے ساتھ مشروط تھی۔ وہ یہ کہ خواہش رکھنے والے

کافر۔ ایمان لے آئیں۔ پھر شادی ہو سکتی ہے۔ یا حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات جائز تھی۔ کہ کسی مومن (مرد و عورت) کی کسی کافر سے شادی (اپنے اپنے دین پر رہتے ہوئے) کیسے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح شروع اسلام میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں میں سے ایک عتبہ کے ساتھ بیاہی۔ دوسری صاحبزادی کا ابو العاص سے نکاح ہوا۔ (جو دونوں اس وقت کافر تھے) اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

تفسیر صافی :-

قَالَ يَقَوْمُ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي فَتَزَوَّجُوهُنَّ قَدْ اِيْتِيَتْ بِهِنَّ
اَضْيَافَةً كَرَمًا وَحَمِيَّةً فِي الْكَافِي وَالْعِيَّاشِي عَنِ
الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التَّزْوِيجُ وَبَيْعُ
الْعِيَّاشِي عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَنََّّهُ وَضَعَ يَدَهُ
عَلَى الْبَابِ ثُمَّ نَاشَدَهُمْ فَقَالَ اتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْنَفُوا فِي

(تفسیر صافی جلد اول ص ۸۳ سورہ ہود مطبوعہ

تہران طبع جدید)۔

(تفسیر عیاشی مصنفہ ابن سعود بن عیاش

اسلمی الشیعی جلد دوم ص ۱۵۶-۱۵۷ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ :- حضرت لوط علیہ السلام نے کہا۔ اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان سے شادی کر لو۔ آپ نے یہ قربانی اپنے مہانوں کے احترام اور حمایت میں کی۔

کافی اور عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
 کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں شادی کی پیش کش فرمائی۔ اور عیاشی امام
 باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت
 لوط علیہ السلام نے دروانے پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر ان کفار کو خدا کی قسم دلا کر
 فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں ذلیل نہ کرو۔ پھر
 آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو نکاح کی خاطر ان پر پیش کیا۔

فروع کافی :-

وَقَالَ هُوَلَا بَنَاتِي هُنَّ أَطَهَرُكُمْ فَدَعَاهُمُ إِلَى
 الْحَلَالِ فَقَالُوا مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقِّ

رفوع کافی جلد ۵ صفحہ ۵۵۵ کتاب النکاح

باب اللواط مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ تمہارے لیے پاکیزہ
 ہیں۔ یہ کہہ کر گویا آپ نے ان کفار کو حرام سے حلال کی طرف آنے کی
 دعوت دی۔ تو وہ بولے۔ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

خلاصہ کلام :-

اہل تشیع کی معتبر کتاب منہج الصادقین نے دو ٹوک انداز میں لکھا کہ حضرت لوط
 علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں ہی نکاح کے لیے کفار کو پیش کیں۔ لیکن ایسا کرنے میں اعتراض
 اس لیے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس دور کی شریعت میں کفار سے رشتہ ناطہ درست اور
 جائز تھا۔ اور اگر اسے ناجائز و حرام قرار دیا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا پیغمبر حرام کی

حوصلہ افزائی کرے۔ اور دعوت الی الحرام کرے۔ حالانکہ کوئی پیغمبر ایسا کام کر ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ تفسیر عیاشی نے ہام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ تفسیر منہج الصادقین نے کفار کو ناطہ رشتہ دینے کے جواز کو ایک تاریخی حقیقت سے واضح کیا۔ وہ یہ کہ پہلی امتوں میں اسی طرح کفار کو رشتہ دینا یا ان سے لینا درست تھا۔ جس طرح ابتدائے اسلام میں رہا۔

اسی تفسیر میں یہ بات بھی صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی۔ کہ خود حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا عقد کفار سے کیا۔ کیونکہ ابھی یہ حکم منسوخ نہ ہوا تھا۔ تاکہ اس پر کسی قسم کا اعتراض کیا جاسکے۔

اب نجفی شیعہ کو بعینہ اسی طرح کہ جس طرح وہ اہل سنت و جماعت کے حق میں زبان دراز ہوا۔ اپنے اکابر علامہ شافعی عیاشی اور ابو یعقوب کلینی وغیرہ کے حق میں کہنا چاہیے۔ کیونکہ جو نظریہ اور مسلک اہل سنت کا ہے۔ وہی ان کی کتابوں سے ثابت ہے خلاصہ یہ کہ اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کفار سے کیا۔ اس میں کوئی انکار کی بات نہیں کیونکہ یہ سب کچھ آپ نے وَلَا تُنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا اللہ کے نزول سے قبل کیا۔ جب کہ کفار کو رشتہ ناطہ دینا پہلی شریعتوں سے جائز چلا آ رہا تھا۔ لہذا حضرت رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن کا نکاح علیہ عتبہ اور ابوالعاص سے کرنے پر آپ کی ذات مقدسہ کو کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ جو نجفی شیعہ کو نظر آیا۔ وہ اس کی اپنی اختراع ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں نجفی کی مذہم گستاخی

قول مقبول :-

وَذَكَرَ الدَّوْلَكِي أَنَّ تَزْوِيجَ عُثْمَانَ رَقِيَّةَ كَانَ فِي أَجَاهِلِيَّةٍ

ترجمہ۔ دولابی نے ذکر کیا کہ عثمان کی شادی رقیہ سے عثمان کے زمانہ کفر میں ہوئی۔

نوٹ :-

اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ زمانہ جاہلیت سے مراد زمانہ کفر ہے۔ اور جناب عثمان نے اپنے اسلام لانے سے پہلے رقیہ سے شادی کی تھی۔ پہلی تو تعجب کی بات یہ ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ان کے بالغ ہونے سے پہلے عتیبہ اور عتیبہ ان دونوں کافروں سے ہوا۔ اور ان دونوں نے اسلام دشمنی کی جس سے ان لڑکیوں کو طلاق دے دی۔ پس جب ان لڑکیوں کو غیر مسلم خاوندوں نے طلاق دیدی۔ تو پھر ہمکے نبی کو کیا مجبوری تھی کہ نابالغ لڑکیاں پھر ایک ایسے شخص کو دے رہے ہیں کہ وہ بھی ابھی غیر مسلم ہے۔

رَقُولٌ مَّقْبُولٌ فِي اثْبَاتِ وَحْدَةِ بَنَاتِ الرَّسُولِ مُصَنَّفُهُ غلام حسین نجفی شیعہ

(ص ۱۹۳)

جواب گستاخی :-

نجفی شیعہ کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ حضرت اس قدر متعصب اور متعاند ہیں کہ اگر انہیں اپنے مقصد کی خاطر گدھے کو باپ بنانا پڑے۔ تو بھی دریغ نہ کرے۔ گھوڑا تو ان کا باوا ہے ہی ”ذکر الدولابی الخ“ الفاظ اس نے جس کتاب سے نقل کئے۔ وہاں بھی ڈنڈی ماری تاکہ بے ایمانی بھی رہے۔ ذخائر العقبیٰ نامی کتاب سے نقل عبارت کی گئی۔ ہم اس کو مکمل ذکر کرتے ہیں۔

وَذَكَرَ الدَّوْلَابِيُّ أَنَّ تَزْوِيجَ عُثْمَانَ رُقِيَّةَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

وَذَكَرَ غَيْرُهُ مَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّ تَزْوِيجَهُ إِيَّاهَا بَعْدَ

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲)

إِسْلَامِهِ

ترجمہ: دولابی نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان کی سیدہ رقیہ سے شادی دور جاہلیت میں ہوئی۔ اور دولابی کے علاوہ دوسرے تمام تر حضرات نے جو ذکر کیا۔ اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ شادی حضرت عثمان کے اسلام لے آنے کے بعد ہوئی۔

حضرات فارغین! آپ نے اصل کتاب ذخائر العقبیٰ کی مکمل عبارت کو دیکھا کہ صاحب ذخائر العقبیٰ نے صرف یہی نہیں لکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضرت رقیہ سے شادی اسلام لانے سے قبل دور جاہلیت میں ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ لکھا کہ یہ قول صرف دولابی کا ہے۔ اس کے برخلاف جمہور کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی۔ لیکن نجفی شیعہ نے اپنے خبیث باطنی کے اظہار کے لیے جس قدر عبارت کو تائیدی پایا۔ ذکر کر دی۔ اور پھر اس سے اپنا مقصد و مطلب ثابت کر کے دکھایا۔ یہ بددیانتی اور بدخیانتی کی ایک بہت بڑی مثال ہے۔ جس سے نجفی، عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور ہم نے اس کا بھانڈہ چور اسے میں پھوڑ دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادیوں سے شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی

مجھے اس بات میں حیرانی ہے کہ نجفی شیعہ کو اگر کہیں سے کوئی ضعیف سے ضعیف تر قول ایسا مل جائے جس کو کھینچ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کے ضمن میں ذکر کیا جاسکے۔ تو وہ اس کو بڑی شد و حد کے ساتھ پیش کرتا ہے اس کے برعکس اگر مضبوط اور قوی دلائل بھی ہوں۔ پھر خاص کر اہل تشیع کی کتب میں درج ہوں۔ تو ان کو قبول کرنے کی قطعاً جسارت نہیں کرتا۔ یوں لگتا ہے کہ اس کا اڑھٹا پھونا صرف

صحابہ کرام کی گستاخی اور نقائص کی تلاشی ہے اس مقصد کے لیے اگر اس کو اپنے بڑوں پر بھی چھری چلانی پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتا۔ آخر زنجیر زن اور تلوار زن ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر معاف نہ کیا۔ ان کو کہاں پھوٹے گا۔

کتب شیعہ میں نجفی کے اکابر نے بالکل واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے معاملہ میں اس بات کا انکار کرنا کوئی زیرب نہیں دیتا۔ کہ ان کی زوجیت میں آنے والی بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں حقیقی صاحبزادیاں مانا جائے۔ یا ان کی بے پاک بیچیاں۔ عثمان غنی کے ساتھ عقد ماننے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں آتا کیونکہ بوقت عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طرح ظاہری شریعت کے پابند تھے۔ لہذا آپ نے حضرت عثمان کے مسلمان ہونے کی بنا پر یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا ان سے عقد فرمایا۔ اس مضمون کی کتب شیعہ سے عبارت و وضاحت ملاحظہ ہو۔

الوارثانیمہ :-

وَهَذَا الْاِخْتِلَافُ لَا اشْرَکَہُ لِاَنَّ عُثْمَانَ فِي زَمَنِ
النَّبِيِّ صَلَّوْا اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ مِمَّنْ اَظْہَرَ
الْاِسْلَامَ وَاَبْطَنَ النِّفَاقَ وَهُوَ صَلَّوْا اللّٰهُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ مُکَلَّمًا بِظُلُوْاہِیْرِ الْاَوَامِرِ
کَحَالِنَا نَحْنُ اٰیضًا۔

(الوارثانیمہ مصنفہ نعمت اللہ البحرانی)

عبد نور مرتضوی مطبوعہ تبریز طبع جدید

ترجمہ ۱۔ اس اختلاف کا لائق یہ اختلاف کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقی بیٹیاں تھیں یا ربیبہ کہ جن کا عقد حضرت عثمان سے ہوا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدمل میں ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ اور نفاق کو پوشیدہ رکھا۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسلام کے ظاہری احکامات کی اسی طرح مکلف تھی۔ جس طرح ہم اس کے مکلف ہیں۔

نوٹ ۲۔

صاحب انوار نعمانیہ نے اپنی اسی کتاب کے مقدمہ میں ص ۱ پر یہ لکھا ہے ”کما اس کتاب میں جو کچھ لکھا جائے گا۔ وہ ائمہ مصومین کا فرمان ہوگا۔ اور کسی دوسری کتاب سے نقل کروں گا۔ وہ بات ایسی ہوگی۔ جو ہم شیعوں کے نزدیک صحیح ہوگی۔“
انوار نعمانیہ کی مذکورہ عربی عبارت سے یہاں بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹیوں کی شادی تب کر کے دی جب وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ کیونکہ ہماری طرح خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریعت کے پابند تھے۔ تو اس تحریر سے نجفی کے دونوں من گھڑت اصول ٹوٹ گئے۔

۱۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا فعل اعلان نبوت سے قبل نہیں کرتے۔ جو بعد میں ممنوع قرار پائے۔“ یہ اصل یوں ٹوٹ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری شریعت کے اسی طرح پابند تھے۔ جس طرح ہم عوام پابند ہوتے ہیں۔ لہذا نجفی شیعہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بلا دلیل مستثنیٰ قرار دینا خود اپنی گھڑی ہوئی شریعت ہے۔ ورنہ ائمہ اہل بیت کا مسلک دیکھ لیجئے۔ وہی ہے جو اہل سنت کا ہے۔

نوٹ:-

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں ہونے سے انکار پر چونکہ شیعہ ”حجتہ الاسلام“ غلام حسین نجفی نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے دلیل اول چونکہ خود نجفی شیعہ کے ہاں بہت وزنی اور ناقابل تردید دلیل تھی۔ جس کی وجہ سے اُسے ”دلیل اول“ ہونے کا شرف بخشا گیا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کا با تفصیل جواب تحریر کیا جائے اور وہ بھی اہل تشیع کی ہی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے ہو۔ اس کا ایک جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ دوسرا جواب پیش خدمت ہے۔ جو بطور محکم ہوگا۔

شیعیہ سنی کے مابین بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف پر علامہ مامقانی شیعہ کا محکمہ

جواب دوم:-

جواب تحریر کرنے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ ”دلیل اول“ بطور اختصار ذکر کر دوں۔ تاکہ اس کا مفہوم و معنی ذہن میں پھر سے تازہ ہو جائے اور جواب سمجھنے میں ذرا آسانی ہو جائے۔ نجفی شیعہ کی دلیل اول کا خلاصہ یہ ہے۔

”قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۔ مسلمانو! مشرک مردوں سے ایمان دار عورت کا ہرگز نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مشرک ایمان لے آئے (پھر نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے)، اس آیت کریمہ میں عام مسلمان مومن کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی ایمان دار عورت کو مشرک یا کافر کے نکاح میں دے۔ تو یہی حکم بطریقہ اولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہے۔ اور اگر آپ کی صاحبزادی یا ایک سے زائد تسلیم کر لی جائیں۔ تو جن کو صاحبزادیاں

ثابت کیا جا رہا ہے۔ ان کا نکاح مشرکین سے ہوا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ تو نبی کی بیٹی ہو۔ اور اس کا کافر و مشرک سے نکاح ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

دلیل کو پیش نظر رکھ کر میں چاہتا ہوں کہ نجفی کی اس دھوکہ دہی اور جعل سازی کو خود ان کے مسلک کی ایک ایسی کتاب سے واضح کروں۔ جن کتاب پر اہل تشیع کی روایات و احادیث کی صحت اور عدم صحت کا دار و مدار ہے۔ یعنی اگر آپ نے مسلک شیعہ کی تائید میں کسی حدیث کے معیار و مقام کو معلوم کرنا ہو۔ تو یہ کتاب حرفِ آخر ہے۔ اس کتاب کی واضح عبارت کو بھی اگر نجفی شیعہ نہ مانے۔ تو سمجھ لیجئے کہ اس نے اپنی عادتِ دیرینہ اور مکاری و عیاری سے اس کتاب کے مصنف کو تو ذیل کر ہی دیا۔ لیکن درحقیقت مسلک شیعہ کی ہی بیخ کنی کر دی۔ آخر ”حجتہ الاسلام“ سے یہ توقع نہ ہو۔ تو اور کون جرات کرے گا۔

وہ کتاب جس کا اوپر سطور میں ذکر ہوا۔ علامہ امینی کی تصنیف ہے۔ اور ”تنقیح المقال“ اس کا نام ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے مسئلہ نباتِ رسولؐ پر جتنے اعتراضات کئے گئے ان تمام کا جامع اور بین جواب ذکر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار ہونا صرف اہل سنت کا ہی عقیدہ نہیں۔ بلکہ شیعہ سنی اور خاص و عام کا اس پر اجماع ہے۔ کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال۔

زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَأُمُّهَا خَدِيجَةُ وَهِيَ أَكْبَرُ بَنَاتِهِ
عَلَى الْأَشْهُرِ وَالْأَظْهَرُ وَلِدَتْ وَلِي رَسُولِ اللَّهِ
(ص) ثَلَاثُونَ سَنَةً وَمَاتَتْ سَنَةً ثَمَانٍ فِي
حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ (ص) وَنَزَلَ (ص) فِي قَبْرِهَا

وَهُوَ مَهْمُومٌ مُحْزُونٌ فَلَمَّا خَرَجَ سُرِى
عَتَهُ وَقَالَ كُنْتُ ذَكَرْتُ زَيْنَبَ وَضَعْتُهَا فَمَا لَتُ
اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا ضِيقَ الْقَبْرِ وَغَمُّهُ
فَفَعَلَ وَهَوَّنَ عَلَيْهَا وَيَكْفِي فِي جَدِّ لَسَتِهَا
قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ (ص) مَعَاشِرَ النَّاسِ إِلَّا
أَخْبِرْكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً
قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص) قَالَ الْحَسَنُ وَ
الْحُسَيْنُ خَالَهُمَا الْقَاسِمُ وَخَالَتُهُمَا زَيْنَبُ
بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ (ص) ثُمَّ إِنَّهُ قَدِ اسْتَفَاضَتْ
أَخْبَارُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَنَّهُ تَزَوَّجَهَا أَبُو الْعَاصِ بْنِ
رَبِيعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ وَرُوِيَ أَنَّ
الْإِسْلَامَ قَدْ فَتَرَ قَبْلَ بَيْنِ زَيْنَبَ وَبَيْنِ
أَبِي الْعَاصِ حِينَ أَسْلَمَتْ إِلَّا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ (ص) كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى
أَنْ يَفْرِقَ بَيْنَهُمَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ (ص)
مَعْلُومًا بِمَكَّةَ لَا يُعِدُّ وَلَا يُحَرِّمُ
فَلَمَّا تَمَكَّنَ فِي الشَّرِيقِ فَتَرَ
بَيْنَهُمَا إِلَى أَنْ أَسْلَمَ أَبُو الْعَاصِ فَتَرَ دَهَا
إِلَيْهِ بِنِكَاحِ جَدِيدٍ أَوْ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ
وَالسَّيِّدِ أَبِي الْقَاسِمِ الْعَدَوِيِّ الْكُوفِيِّ
فِي الْأُمَيْيَّةِ فِي بَدْعِ الشَّلَاشَةِ كَلَامُهُ

طَوِيلٌ اَصْرَفِيهِ عَلَى اَنْ زَيْنَبَ الَّتِي كَانَتْ
تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَرُقِيَّةَ الَّتِي
كَانَتْ تَحْتَ عُثْمَانَ كَيْسَتَا ابْنَتَيْهِ (ص)
بَلْ رَبِّبَتَاهُ وَلَمْ يَأْتِ اِلَّا بِمَا
زَعَمَهُ بُرْهَانًا حَاصِلُهُ عَدَمُ تَعَمُّلِ
كَوْنِ رَسُولِ اللَّهِ (ص) قَبْلَ الْبَعْثَةِ عَلَى
دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ بَلْ كَانَ فِي زَمَنِ الْجَاهِلِيَّةِ
عَلَى دِينٍ يَرْضِيهِ اللَّهُ مِنْ غَيْرِ دِينِ
الْجَاهِلِيَّةِ وَحِينَئِذٍ فَيَكُونُ مَحَا لَا
أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ مِنْ كَافِرٍ مِنْ غَيْرِ
ضُرُورَةٍ دَعَتْ إِلَى ذَلِكَ وَهُوَ مُخَالِفٌ
لَهُمْ فِي دِينِهِمْ عَارِفٌ بِمَكْرِهِمْ وَ
إِلْحَادِهِمْ ثُمَّ أَخَذَ فِي نَقْلِ مَا
يَشْتَضِي الْوُجُودَ بَيْنَتَيْنِ لِأُخْتِ خَدِيجَةَ
مِنْ أُمَّهَا إِسْمَها زَيْنَبُ وَرُقِيَّةُ وَ
أَنَّهُمَا التَّانِ كَانَتَا تَحْتَ اَبِي الْعَاصِ
وَعُثْمَانَ وَهَذَا لُبُّ كَلَامِهِ تَرَكَنَا
نَحْنَهُ لِيُظْهِرَ وَهُوَ إِنْ أَتَعَبَ نَفْسَهُ
إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَأْتِ بِمَا يُفْنِي عَنْ
تَكْلِيفِ النَّظَرِ وَ الشُّبُوتِ وَ أَنَّهُ
كَبَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ أَمَّا أَوَّلًا فَكَلَامُهُ

يَشُبِّهِ إِلَّا جَيْتَهَادَ فِي قِبَالِ التُّصُوصِ
 مِنَ الْفَرِيقَيْنِ عَرَبِ النَّبِيِّ (ر ص)
 وَعَنْ أَثَمَّتِنَا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ
 أَمَّا ثَانِيًا فِدَانًا وَ إِنْ كُنَّا نَسْلِمُ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ (ر ص) لَمْ يَكُنْ فِي
 زَمَانِ الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ
 بَلْ عَلَى دِينِ يَرْتَضِيهِ اللَّهُ تَعَالَى وَلَكِنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ (ر ص) لَيْسَ مَشْرَعًا بَدْ كُلُّ
 حُكْمٍ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كَانَ يُلْتَزِمُ
 بِهِ تَمَامًا إِلَّا لُتْزَامِ وَلَمْ يَكُنْ
 يَخْتَرِعُ مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ حُكْمًا
 وَالْأَحْكَامُ كَانَتْ يَنْزِلُ تَذَرِيحًا
 وَعِنْدَ تَرْوِيحِهِ زَيْبَبَ وَرُقِيَّةَ
 لَمْ يَكُنِ الْكِفَاثَةُ فِي الْإِيمَانِ
 شَرْطًا مَشْرَعًا فَتَرْوَجَ بِسُتِيهِ مِنْ
 الرَّجُلَيْنِ تَرْوِيحًا صَحِيحًا مَشْرَعًا
 فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ ثُمَّ لَمَّا أَنْزَلَ
 اللَّهُ تَعَالَى قَوْلَهُ وَلَا تُشْرِكُوا
 الْمَشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا فَتَرَقَّ
 بَيْنَ أَبِي الْعَاصِرِ وَبَيْنَ زَيْبَبَ وَ
 لَوْ كَانَتْ الْكِفَاثَةُ فِي الْإِسْلَامِ

شَرْطًا قَبْلَ ذَلِكَ لَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
 سُبْحَانَهُ الْآيَةَ فَمَا ذَكَرَهُ لَا
 وَجْهَ لَهُ وَآمَّا ثَالِثًا فَلَا تَنَّهُ لَا شِبْهَةَ
 فِي كَوْنِ زَيْنَبَ وَرُقَيْتَةَ اللَّتَيْنِ تَحْتَ
 أَبِي الْعَاصِ وَعُثْمَانَ مُسْلِمَتَيْنِ كَمَا
 لَا شِبْهَةَ فِي كَوْنِ تَزْوِيحِهِمَا مِنْ
 رَسُولِ اللَّهِ (ص) وَبِإِذْنِهِ وَإِجَازَتِهِ
 فَلَا يَفْشِقُ الْحَالُ بَيْنَ آتٍ تَكُونُ
 ابْنَتِيهِ أَوْ رَبِيبَتِيهِ أَوْ ابْنَتِي أُخْتِ
 خَدِيجَةَ مِنْ أُمِّهَا أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ
 لِإِشْتِرَاكِ الْجَمِيعِ فِي مَا جَعَلَهُ
 عِلَّةَ الْإِنْكَارِ فَمَا ذَكَرَهُ سَاقِطٌ
 بِلاَ شِبْهَةٍ

در تنقیح المقال تصنیف عبداللہ المامقانی

اشیعی جلد سوم ص ۷۹ باب النماء والدور

والذای الطبیحة من فصل النساء مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا)
 حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں۔ ان کی ولادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی اور وہ اٹھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ظاہری زندگی میں انتقال فرمائیں حضور خود ان کی قبریں اترے سآپ اس وقت غم زدہ اور پریشان تھے جب باہر تشریف لائے۔ تو آپ خوش و خرم نظر آ رہے تھے فرمایا میں اپنی بیٹی زینب کی کمزوری اور اس کے برزخی حالات کے سوچ و پچار میں تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی قبر کی سختی اور تنگی کی بابت سوال کیا، کہ اس میں کمی فرمادی جائے، تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر اس پر آسانی کر دی۔ حضرت زینب کی بزرگی اور عظمت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد کافی ہے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا، لوگو! کیا میں تمہیں ایک ایسی شخصیت نہ بتلاؤں، جو خال اور خالہ کے اعتبار سے تم سب میں سے بہتر ہے لوگوں نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ حسن و حسین ہیں کہ جن کا ماں و باپ اور خالہ زینب ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔

پھر دونوں فریق (شیعہ، سنی) کی طرف سے اخبار مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کی ابوالعاص بن ریح سے شادی ہوئی۔ جو نجی امیہ سے متعلق تھا۔ اور یہ بھی روایت آئی ہے کہ جب زینب مشرف باسلام ہوئیں۔ تو ان دونوں کے مابین تفریق ہو گئی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان تفریق کو عملی جامہ پہنانے میں معذور تھے۔ کیونکہ آپ مکہ مکرمہ میں منلو بی کی زندگی بسر فرما رہے تھے۔ اور حلال و حرام کا اختیار نہ رکھتے تھے۔ پھر

جب آپ اس امر پر قادر ہو گئے۔ تو آپ نے ان دونوں کے درمیان عملاً تفریق کر دی۔ کچھ عرصہ بعد ابوالعاص مشرف باسلام ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جدید یا نکاح اول کے ساتھ حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔

سید ابوالقاسم علوی کوئی نے اپنی تصنیف "الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ"

میں طویل کلام ذکر کر کے اس پر اصرار کیا ہے کہ زینب اور رقیہ جو کہ بالترتیب ابوالعاص
اور عثمان غنی کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں
نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے گھرانہ کی صرف پرورش ہوئی تھی۔ ابوالقاسم نے اپنے اس
اصرار پر اپنے زعم کے مطابق ایک برہان پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل دین جاہلیت پر ہونا غیر معقول بات ہے
بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بعثت سے قبل ایسے دین کے مطابق زندگی
بسر کر رہے تھے۔ جو اللہ کے ہاں پسندیدہ تھا۔ لیکن وہ دین جاہلیت نہ تھا
اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا ناممکن ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی (زینب)
کی شادی ایک کافر (ابوالعاص) سے بغیر کسی مجبوری کے کر دی تھی۔ حالانکہ وہ
(ابوالعاص) آپ کے دین کا مخالف تھا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس
کے مکروفریب اور بے دینی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس کے بعد ابوالقاسم
علوی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ رقیہ اور زینب حضرت خدیجہ کی
مادر زاد بہن سے تھیں۔ ان دونوں لڑکیوں کا نام زینب اور رقیہ تھا۔ اور یہی
وہ دو لڑکیاں ہیں۔ جن میں پہلی کی شادی ابوالعاص اور دوسری کی عثمان غنی
سے ہوئی۔ یہ تھا خلاصہ ابوالقاسم کی طویل عبارت کا کہ جسے ہم نے طوالت کے
باعث نقل نہ کیا۔ اس طویل عبارت میں اگرچہ ابوالقاسم نے اپنے آپ کو خواہ
مخواہ پریشانی میں ڈال کر مشقت بھیلی۔ کیونکہ پورے مضمون میں کوئی ایسی دلیل
دینے میں یہ ناکام رہا۔ جو نظر وثبوت کے اعتبار سے تکلف کے طور پر ذکر
نہ کی گئی ہو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی ساری عبارت مکملی کے جال کی
طرح (نہایت کمزور) ہے۔

اول یہ کہ اس کلام کی مشابہت اجتہاد سے ہے۔ اور وہ بھی ایسا

اجتہاد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کردہ فریقین کی نصوص کے مقابلہ میں ہے۔ اور ہمارے ائمہ حضرات کی روایات منصوصہ کے مقابل ہے۔ دوم یہ کہ ہم اگر چہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور جاہلیت میں دین جاہلیت پر کار بند نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے لیکن اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے بانی کی حیثیت سے نہ تھے۔ بلکہ جو حکم آپ پر اترتا۔ آپ اسی کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اپنی طرف سے کوئی حکم گھڑنا آپ کے لئے ناممکن ہے۔ اور احکام آہستہ آہستہ اتر رہے تھے۔ جب آپ نے زنیب اور رقیہ کی شادی کی۔ تو اس دور میں میاں بیوی کے درمیان اسلام کی شرط از روئے شرح نہ تھی لہذا آپ کا دونوں بیٹیوں کی شادی غیر مسلموں سے کرتا۔ نکاح صحیح تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”مسلمانو! مشرک مردوں سے ایمان قبول کئے بغیر اپنی ایماندار عورتوں کی شادی مت کرو“ تو ابوالعاص اور زنیب کے درمیان جدائی ہو گئی۔ دیکھو نکاح اسلام نکاح میں بطور شرط مقرر ہو گیا، اور اگر اس آیت کریمہ کے اترنے سے قبل بھی یہ (اسلام) شرط ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو نازل نہ فرماتا۔ لہذا ابوالعاص علوی نے جو ذکر کیا اس کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

تیسری بات یہ کہ حضرت زنیب اور حضرت رقیہ کا مسلمان ہوتے ہوئے ابوالعاص اور عثمان غنی کے نکاح میں ہونا جس طرح بلاشبہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی بات بلاشبہ ہے کہ ان دونوں کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوئی تھی۔ لہذا اگر یہ دونوں بیٹیاں آپ کی حقیقی بیٹیاں ہوں۔ یا پالتو ہوں یا حضرت خدیجہ کی ماں جائی۔ بہن کی بیٹیاں ہوں یا کوئی اور

ہوں۔ تو بھی وہ وجہ ہر صورت میں موجود ہے۔ جس کو لے کر ابوالقاسم علوی نے ان دونوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ماننے سے انکار کیا ہے۔ (یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینِ حق پر ہوتے ہوئے بے دینوں کے ساتھ نکاح کیسے کر سکتے ہیں؟) لہذا جو کچھ اُس نے ذکر کیا، وہ یقیناً ساقط ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادہوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی جنا بہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔

۲۔ حسنین کریمین کے بہت سے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ آپ کی خالہ کی طرح کسی دوسرے کی خالہ نہیں۔ اور آپ کی خالہ کا اسم گرامی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی دور جاہلیت میں ابوالعاص بن ربیعہ سے ہوئی تھی۔ جو ان کے مشرف باسلام ہونے تک قائم رہی۔

۴۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے پر دونوں میاں بیوی میں تفریق ہو گئی۔ بعد میں ابوالعاص کے مسلمان ہونے پر پھر زوجیت کا رشتہ از سر نو یا پہلا ہی بحال ہو گیا۔

۵۔ ابوالقاسم علوی نے حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا کو جس ”برہانِ زعمی“ سے یہ ثابت کرتے کی کوشش کی کہ یہ دونوں آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ بلکہ آپ کے گھر پرورش پانے والی یا حضرت خدیجہ کی ماں جائی بہن کی بیٹیاں تھیں اور

انکار کی علت یہ بیان کی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تسلیم کریں۔ تو ابوالعاص کا فر کے ساتھ ایک مسلمان عورت کا نکاح از روئے قرآنی آیت درست نہیں۔ اس لیے اختلاف دین علت ہے کہ یہ دونوں حضور کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں اُس بُرہان پر صاحب تنقیح المقال نے تین طرح کے اعتراضات ککے اسے اور کمزور کر دیا۔ ایک یہ کہ یہ بُرہان نصوص شیعہ و سنی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور حضرت ائمہ سے منقول ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اجتہاد ہے لہذا مردود ہے۔

دوسرا یہ کہ قبل بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دین پر زندگی بسر فرما رہے تھے۔ اس میں غیر مسلم کے نکاح میں مسلمان عورت کو دینے پر پابندی نہ تھی۔ یعنی فریقین کا اسلام میں ایک دوسرے کا مثل ہونا شرط نہ تھا۔ اس لیے یہ نکاح اُس دور کے حالات کے پیش نظر درست اور صحیح تھا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے اترنے کے بعد تفریق کا حکم دیدیا۔

تیسرا یہ کہ اگر علت یہ قرار دی جائے کہ اس نکاح میں اختلاف دین ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کام کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ تو پھر یہ علت تو بہر حال موجود ہی ہے کیونکہ یہ نکاح آپ کی رضامندی اور اجازت سے ہوا تھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور اجازت پر اعتراض نہیں پڑتا۔ ضرور پڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس علت کی بنا پر ابوالقاسم ان دونوں کو حضور کی حقیقی صاحبزادیاں ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ وہی علت صاحبزادیاں نہ بھی ہوں۔ تب بھی موجود ہے۔

لمحہ فکر یہ۔

”تنقیح المقال“ کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ نجفی ضعیفی کا استدلال اور ابوالقاسم علوی کی ہرزہ مرانی ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ تو جس طرح ابوالقاسم کو علامہ مامقانی نے

غادر اور کاذب اور اس کے دلائل کو تار عنکبوت سے کہیں زیادہ کچا اور ناقص ثابت کیا اسی طرح نجفی شیعہ کی دلیل کا بھی یہی حشر ہو گا۔ بس نام کا فرق ہے۔ ابوالقاسم کی جگہ نجفی شیعہ پڑھ لیں اور پھر جو اعتراضات علامہ مامقانی نے ابوالقاسم پر کئے بعینہ وہی نجفی شیعہ پر وارد ہوتے ہیں اپنی احادیث نبوی اور احادیث ائمہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جو ان دونوں کی مرکزی دلیل ہے یہ آیت

کہ میرے حضرت زینب اور ابوالعاص کے درمیان نکاح ہو جانے کے بعد نازل ہوئی۔ جب نازل ہوئی۔ تو آپ نے ان دونوں کے مابین تفریق کرادی۔ اگر پہلے نکاح ہوا ہی نہ تھا تو پھر تفریق کا کیا مطلب؟ اہل تشیع سے ایک سوال ہے کہ اگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل کسی کافر سے نکاح ناجائز تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ تو یہ نکاح ناجائز ہی رہے گا اور ناجائز کرنے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نکاح جو حضرت خدیجہ سے ہوا۔ بعثت سے قبل کی مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ محترمہ کی خلوت تمہارے نزدیک کسی خلوت ہوگی۔ اور اگر درست تھا۔ تو یہی ہمارا مدعا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس دلیل کے ذریعہ حضرت رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہونے سے انکار کی علت بنایا جا رہا ہے۔ وہ علت دراصل نبات رسول اللہ علیہ وسلم اور خود حضور کی انتہا درجہ کی توہین ہے۔ علامہ مامقانی باوجود اس کے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کینہ پرور دشمنوں میں سے ہے اس نے بھی اس دلیل کو ٹکڑی کی تار جیبا ناقص اور کمزور قرار دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں کے حق میں بولا۔

جواب سوم بطریق اجماع۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر

فریقین (شیعوئی) کا اجماع ہے

علامہ مامقانی اور ملا باقر مجلسی نے اپنی اپنی تصنیف میں اس بات کو مراحات کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار تھیں۔ اور اس پر فریقین کا اجماع ہے۔ دونوں کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

نتیجہ المقال :-

إِنَّ كُتُبَ الْفَرِيقَيْنِ مَشْحُونَةٌ بِأَسْمَاءِهَا
وَلِدَتُ لِلشَّيْخِ (ص) أَرْبَعَ بَنَاتٍ
زَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةُ
وَرُقَيْيَةُ وَثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ الْقَاسِمُ وَ
الطَّيِّبُ وَالظَّاهِرُ وَكَانَ يَكْثُرُ صَاحِبُ
الْمَنَةِ عَلَيْهِ وَآلِيهِ بِالْقَاسِمِ وَمَا كَ
أَوْلَادُهُ السَّمْدُ كُورُونَ قَبْلَ الْإِسْلَامِ
وَأَنكَرَ بَعْضُهُمْ وَلَادَةً غَيْرَ الْقَاسِمِ مِنْهَا
لَهُ. وَأَمَّا بَنَاتُهُ فَأَذْكُرُ الْإِسْلَامَ وَ
هَاجَرْنَ مَعَهُ وَآثَبْتَهُ مَنْ يَه

نتیجہ المقال جلد ۱ صفحہ ۵۱۵

من فصل النساء، مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

شیعہ سنی دونوں فرقہ کی کتابیں اس بات کی تائید میں بھری پڑی ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلیبی بیٹیاں چار تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ زینب
ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ اور آپ کے تین صاحبزادے تھے
قاسم، طیب، اور طاہر۔ اور آپ کی کنیت اپنے صاحبزادے قاسم کے
نام پر الباقاسم تھی۔ آپ کے جملہ صاحبزادے اسلام سے قبل ہی انتقال
کر گئے۔ بعض نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صرف
ایک بیٹے قاسم کے ہونے کا اقرار کیا، اور دوسروں کا انکار کیا، لیکن آپ کی
تمام صاحبزادیاں مشرف باسلام ہوئیں۔ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں
شامل تھیں۔ آپ کے اتباع میں تھیں۔ اور آپ پر ایمان لائی تھیں۔

مرآۃ المعقول:-

اجْتَمَعَ أَهْلُ الثَّقَلِ عَلَى آتِهَا
وُلِدَتْ لَهُ أَرْبَعُ بَنَاتٍ كُلُّهُنَّ
أَذْرَكْنَ الْإِسْلَامَ وَهَاجَرْنَ زَيْنَبُ
وَرُقِيَّةٌ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةُ
وَاجْتَمَعُوا عَلَى آتِهَا وَلَدَتْ لَهُ وَلَدًا
سَمَّاهُ الْقَاسِمَ وَكَانَ بِهِ يَكْنَى وَ
اخْتُلِفَ هَلْ وَلَدَتْ لَهُ ذَكَرًا
غَيْرَهُ فَقِيلَ وَلَدَتْ ثَلَاثًا عَبْدَ اللَّهِ

وَالطَّيِّبَ وَالظَّاهِرَ وَالْخِلَافَ فِي
ذَلِكَ كَثِيرٌ وَمَاتَ الْقَاسِمُ بِمَكَّةَ
صَغِيرًا قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَقِيلَ إِنَّهُ
لَمْ يَعِشْ إِلَّا أَيَّامًا يَسِيرَةً وَلَمْ
يَكُنْ لَهُ صَتَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم
مِنْ غَيْرِ خَدِيجَةٍ وَلَدًا غَيْرَ إِبْرَاهِيمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَدَتْهُ مَارِيَةُ
الْقُبُطِيَّةُ وَلَدَتْهُ بِالْمَدِينَةِ وَبِهَا
تُوفِيَ وَهُوَ رَضِيعٌ وَتُوفِيَ جَمِيعُ
أَوْلَادِهِ فِي حَيَاتِهِ إِلَّا فَاطِمَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا فَاتَتْهَا تُوْفِيتُ بَعْدَهُ بِسِتَّةِ
أَشْهُرٍ -

(مرآة العقول تصنیف ملا باقر مجلسی -

جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ کتاب الحجۃ باب

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ -

اہل نقل کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزویاں
تھیں۔ اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ نام یہ ہیں زینب
رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ۔ اور اہل نقل کا اس پر بھی اجماع ہے کہ حضرت
خدیجہ کے لیکن آپ کا بیٹا قاسم پیدا ہوا۔ اور آپ نے اسی کے ساتھ

اپنی کنیت رکھی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا حضرت خدیجہ نے قائم کے علاوہ کوئی بچہ جنا کیا گیا ہے کہ تین اور بیٹے عبداللہ، طیب اور طاہر بھی ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ اس میں بہت خلاف ہے۔ جناب قائم کا مکہ میں انتقال ہوا۔ اور ابھی آپ چلنے کے قابل بھی نہ ہوئے تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چند دنوں کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہ تھی۔ صرف جناب ابراہیم تھے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ان کی ولادت اور یہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ اُس وقت آپ دودھ پیتے پکے تھے۔ آپ کی تمام اولاد ماسوائے حضرت فاطمہ کے آپ کی زندگی میں ہی خدا کو پیاری ہو گئی۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

لمحہ فکریہ :-

شیعہ مذہب کی کتب اسمائے رجال میں ”نتیجۃ المقال“ کا مقام نہایت بلند بالاب ہے۔ اور ہر حدیث کی صحت و عدم صحت اور راویوں کے حالات کے متعلق تمام اہل تشیع بمعہ نجفی شیعہ اسی کتاب کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کے مصنف علامہ مامقانی کا محاکمہ دنیائے رسول کے متعلق، آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس تازہ حوالہ میں اس نے اسی مسئلہ کے متعلق یہاں تک کہہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلیبی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ سُنی کسی کا اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے فریقین کی کتب میں یہ مسئلہ وضاحت و صراحت کے ساتھ کئی مرتبہ مذکور ہے۔ یہ چاروں صاحبزادیاں مشرف باسلام بھی ہوئیں اور انہوں نے ہجرت بھی فرمائی۔

دوسرے حوالہ میں مسلک شیعہ کے خاتم المجتہدین ملا باقر مجلسی کا بھی یہی کہنا ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہونے میں فریقین کے تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اگرچہ ملا باقر مجلسی نے اپنے قول کو علامہ قرطبی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا لیکن بیان کرنے کا انداز اور پھر اس پر کسی قسم کی جرح نہ کرنا خود ملا باقر مجلسی کی رضا کی دلیل ہے مختصر یہ کہ اس امر پر شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس اجماع و اتفاق نے مسئلہ زیر بحث کو یقینی بنا دیا۔ اب اگر فریقین میں سے کوئی اجماع کا انکار کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال رکھتا ہو، کہ وہ آپ کی زیر تربیت تھیں۔ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھانجیاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ قائل اجماع کا منکر ٹھہرے گا۔ لہذا اس کا قول بالاتفاق مردود اور ناقابل قبول قرار پائے گا۔

جواب چہارم بطریق مکالمہ:

دومرکزی شیعہ مجتہد شیخ مفید اور شیخ تفسیری کا حضور کی چار حقیقی صاحبزادیاں تسلیم کرنے کے بعد حضرت عثمان غنی کے ساتھ ان میں سے دو کی نشادی ہونے پر مکالمہ مکالمہ شیخ مفید۔

شیخ مفید نے جب یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی صاحبزادیوں میں سے دو کا عقدان مردوں سے کیا۔ جو کافر اور بت پرست تھے۔ بعثت کے بعد آپ نے ان میں تفریق کرادی۔ یہی شیخ مفید اس مسئلہ میں ایک اعتراض کے ضمن میں تین جوابات تحریر کرتا ہے۔ اعتراض یہ ہے۔ جب چاروں صاحبزادیاں آپ کی حقیقی بیٹی تھیں۔ تو بعثت کے بعد ان میں سے دو کا عقدیکے بعد دیگرے عثمان

سے کیا گیا۔ حالانکہ عثمان اہل تشیع کے نزدیک (معاذ اللہ) مسلمان نہیں تھے۔ بعثت سے قبل توبہ واز کی وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بعثت کے بعد ایسا کیوں کیا گیا؟
شیخ مفید کی عبارت بحار الانوار میں ملاحظہ فرمائیے۔ ذکر کی ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار۔

قَالَ الشَّيْخُ السَّعِيدُ الْمُنِيدُ قَدْ سَ
رُوحَهُ فِي مَسَائِلِ السَّرُوحَةِ فِي
جَوَابِ مَنْ سَأَلَ عَنْ تَرْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةَ
مِنْ عُثْمَانَ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ بَعْدَ
إِيْرَادِ بَعْضِ الْأَجْوَبَةِ عَنْ تَرْوِيجِ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ ابْنَتَهُ عُمَرَ وَكَيْسَ ذَلِكَ
يَا عَجَبَ مِنْ قَوْلِ لُوطٍ " هَلْؤَلَاءِ
بَنَاتِي هُنَّ أَظْهَرُ لَكُمْ " فَدَعَاهُمْ
إِلَى الْعَقْدِ عَلَيْهِمْ لِبَنَاتِهِمْ وَهُمْ
كَفَّارٌ مُلْكٌ قَدْ أَذَنَ اللَّهُ فِي
هَلَاكِهِمْ وَفَدَزَوْجَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ابْنَتَيْهِ قَبْلَ
الْبُعْثَةِ كَافِرَيْنِ كَانَا يُعْبَدَانِ الْأَصْنَامَ
أَحَدُهُمَا عَثْبَةُ بْنُ أَبِي لَهَبٍ وَالْآخَرُ
أَبُو الْعَاصِ بْنُ ثَرْبِيْعٍ فَهَذَا بُعِثَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَرَّقَ
بَيْنَهُمَا وَبَيَّنَ ابْتِنَائِهِ فَمَمَات
عُتْبَةُ عَلَى الْكُفْرِ وَاسْلَمَ أَبُو الْعَاصِ
فَرَدَّ مَا عَلَيْهِ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ وَ
لَمْ يَكُنْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي
حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ كَافِرًا وَلَا مُوَالِيًا
لِأَهْلِ الْكُفْرِ وَقَدْ رَوَّجَ مَنْ يَتَّبِعُ
مِنْ دِينِهِ وَهُوَ مُعَادٍ لَهُ فِي اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَهُمَا اللَّذَانِ رَوَّجَهُمَا
عُثْمَانُ بَعْدَ هِلَاكِ عُتْبَةَ وَمَوْتِ
أَبِي الْعَاصِ وَإِثْمَارَ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَى ظَاهِرِ الْإِسْلَامِ
شَمَّ آثَهُ تَغْيِيرَ بَعْدِ ذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَبَعَةً
فِيمَا يَحْدِثُ فِي الْعَاقِبَةِ هَذَا عَلَى
قَوْلِ بَعْضِ أَصْحَابِنَا وَعَلَى قَوْلِ
فَرِيقٍ آخَرَ آثَهُ رَوَّجَهُ عَلَى الظَّاهِرِ
وَكَانَ بَاطِنُهُ مَسْتُورًا عَنْهُ وَاسْمُكَ
أَنْ يَسْتُرَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ يَنْذِقُ كَثِيرٌ مِنَ الْمُتَافِقِينَ وَ
قَدْ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ رَوْضُ أَهْلِ السَّيِّئَةِ

مَرَدُّوْا عَلَی التَّفَاقِ لَا تَعْلَمُوْهُمْ نَحْرُجْ
 نَعْدُ لَمَهُمْ) فَلَا يَنْكُرُ أَنْ يَكُوْنَ فِي أَهْلِ
 مَرَكَّةَ كَذَلِكَ وَالنِّكَاحُ عَلَى الظَّاهِرِ دُونَ
 الْبَاطِنِ وَأَيْضًا وَبِمُكِنٍ أَنْ يَكُوْنَ اللهُ
 تَعَالَى قَدْ أَبَاحَهُ مُتَاكِفَةً مِنْ يُظَاهِرُ
 الْإِسْلَامَ وَإِنْ عَلِمَ مِنْ بَاطِنِهِ التَّفَاقُ
 وَحَصَّه بِذَلِكَ وَرُخِصَ لَهُ فِيهِ كَمَا
 خَصَّه فِي أَنْ يَجْمَعَ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِ
 حَرَائِرَ فِي النِّكَاحِ وَأَبَاحَهُ أَنْ يَنْكِحَ
 بَغِيرَ مَهْرٍ وَلَمْ يَحْظَرْ عَلَيْهِ الْمَوَاصِلَةُ
 فِي الصِّيَامِ وَلَا الصَّلَاةِ بَعْدَ قِيَامِهِ مِنْ
 الشُّومِ بَغِيرِ وَضُوءٍ وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ مِمَّا
 خَصَّ بِهِ وَحْظَرُ عَلَى غَيْرِهِ مِنْ عَامَّةِ
 النَّاسِ فَهَذِهِ أَحْجُوبَةٌ تَلَا شَهْرًا عَنْ تَرْوِجِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَشْمَانُ وَكُلُّ
 وَاحِدٍ مِنْهَا كَافٍ بِنَفْسِهِ مُسْتَغْنً عَمَّا سِوَاهُ
 وَاللهُ الْمُؤَفِّقُ لِلصَّوَابِ .

(بحار الانوار تصنیف ملا باقر مجلسی

جلد ۲۲ ص ۴۴۷ تا ۱۶۵ تاریخ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم - مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:-

”مسائل السرویتہ“ میں شیخ مفید نے چند ایسے سوالات کا جواب تحریر کیا جو ایک مسائل نے دریافت کئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے کیوں کی گئی؟ اس سے پہلے شیخ مفید نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی شادی جو حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ اس کے جوابات تحریر کئے ہیں۔

یہ کوئی حضرت لوط علیہ السلام کے قول سے بڑھ کر تعجب خیز معاملہ نہیں حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ ”یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارا سے یہ زیادہ پاکیزہ ہیں“ یہ کہہ کر آپ نے ان لوگوں کو اپنی بیٹیوں سے شادی کرنے کی دعوت دی۔ حالانکہ وہ کافر گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہلاک کرنے کا اعلان بھی فرما چکا تھا۔ یہ بھی امر واقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت سے قبل اپنی دو بیٹیوں کی شادی دو کافروں سے کی تھی یہ دونوں بتوں کے پجاری تھے۔ ان میں سے ایک کا نام عتبہ بن ابی لہب تھا اور دوسرے کا نام ابوالعاص بن زبیح تھا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی صاحبزادیوں اور ان کے خاوندوں کے درمیان جدائی کرادی۔ عتبہ کو کفر پر ہی مرگیا اور ابوالعاص مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کے عقد میں دی ہوئی بیٹی اسی عقد کے ذریعہ واپس لوٹادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حال میں بھی حالت کفر پر نہ رہے، اور نہ ہی کافروں کے ساتھ آپ کا کبھی یا رانہ رہا آپ نے ایسے شخص کو اپنی بیٹی بیاہ دی۔ جو آپ کے دین سے بیزار تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ کا دشمن تھا۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی

حضرت عثمان سے کر دی۔ جو پہلے علیہ اور ابوالعاص کی زوجیت میں تھیں اور یہ دونوں مریچکے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شادی عثمان کے ظاہری اسلام کو دیکھ کر کی۔ پھر شادی ہو جانے کے بعد عثمان نے ظاہری اسلام بھی چھوڑ دیا۔ ایسا اس لیے جائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے معاملہ اور واقعات کے مکلف نہ تھے جو بعد میں رونما ہونے والے ہوں۔ یعنی جو کچھ فی الحال نظر آیا آپ اُنہی کے مکلف تھے جیسا کہ فی الحال عثمان مسلمان تھا۔ لیکن انجام کیا ہوتا ہے۔ آپ اس کے مکلف نہ تھے، تاکہ عثمان کے اسلام ظاہری سے برگشتہ ہونے کی صورت میں آپ شروع سے ہی اُس کو اپنی لڑکی نہ دیتے، یہ جواب، ہمارے بعض اصحاب کے قول کے مطابق (دیا گیا) ہے۔

ایک اور قرینہ کے قول کے مطابق جواب یہ ہو گا۔ کہ آپ نے یہ شادی ظاہری اسلامی حالت کو دیکھ کر کی۔ اور عثمان کا باطن آپ سے مخفی تھا اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے منافقین کے نفاق کو آپ سے چھپا کر رکھا ہو۔ دیکھئے خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے ”مدینہ کے کچھ لوگ نفاق میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ انہیں تم نہیں جانتے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں“ لہذا جب مدینہ میں ایسے اشخاص موجود تھے تو مکہ مکرمہ میں ان کا وجود ناممکن تو نہیں ہو گا۔ اور نکاح تو ہوتا ہے ظاہری حالت کو دیکھ کر نہ کہ باطن کو سامنے رکھ کر۔

اور یہ بھی (جواب دینا) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہو۔ اور از روئے شرع مباح ہو۔

جو اسلام کو ظاہری طور پر قبول کر رہا ہے، اگرچہ آپ کو اس کے اندر کے نفاق کا علم ہی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے یہی یہ مخصوص کر دیا ہو اور اس میں رخصت و اجازت دے دی ہو، جیسا کہ آپ کے یہی یہ مخصوص طور پر یہ حکم تھا کہ آپ چار آزاد مومن عورتوں سے زیادہ کے ساتھ بھی شادی کر سکتے ہیں۔ اور بغیر نفقہ کے آپ کو شادی کرنے کی اجازت تھی اور روزے لگانا رکھنا آپ کے یہی ممنوع نہ تھا۔ اور سو جانے کے بعد بغیر وضو کئے آپ کے یہی نماز پڑھا جائز تھا، ان جیسی باتیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی تو مباح تھیں۔ لیکن دوسروں کے یہی حرام تھیں۔ لہذا اپنی بیٹیوں کی شادی حضرت عثمان سے کر دینا حالانکہ آپ ان کے نفاق سے بخوبی آگاہ تھے (معاذ اللہ) صرف اور صرف آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت و اجازت دی تھی۔ کسی دوسرے مومن کے یہی ایسا کرنا حرام ہے تو یہ تین جواب ہوئے اس سوال کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی عثمان سے کیوں کی ان جوابات میں سے ہر ایک جواب بذاتہ مسائل کی تسلی کے یہی کافی ہے اور دوسرے کسی جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

شیخ مفید کے کلام کی تلخیص۔

۱۔ حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں۔

۲۔ بعثت سے قبل ان دونوں کا نکاح عقبہ اور ابوالحکم سے ہوا۔ جو اسلام قبول کرنے پر متعلق ہو گیا۔

۳۔ پھر ان دونوں صاحبزادیوں کا بعثت کے بعد ابوالعاص اور عثمان سے نکاح ہوا۔ جو اہل تشیع کے نزدیک منافق تھے و معاذ اللہ منافق کے ساتھ ایک مسلمہ عورت کی شادی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کی؟ اس کے تین جوابات ہیں۔
 اول۔ یہ دونوں ابوالعاص، عثمان، بظاہر مسلمان تھے۔ اس لیے ان کے ظاہر کو دیکھ کر شادی کی گئی۔ اگرچہ بعد میں یہ دونوں اسلام سے پھر گئے۔

دوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا اندرونی نفاق مخفی تھا۔ اس لیے ظاہری مسلمان سمجھ کر ان سے نکاح کر دینا قابل اعتراض نہیں۔

سوم۔ ظاہری اسلام اور باطنی نفاق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ پھر آپ نے نکاح کر دیا۔ تو ایسا کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جو دوسروں کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ چار سے زائد شادیاں، حتیٰ مہر کے بغیر نکاح اور علی الاوام روزے رکھنا وغیرہ۔

لمحہ فکر یہ ..

قارئین کرام! شیخ مفید کے انداز تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں چار تھیں کیونکہ ان میں سے دو رقیہ اور زینب، ہکی شادی بعثت سے قبل دو کافروں (ابوالعاص، عقیہ) سے ہوئی۔ اس شادی کی صحت کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اور بعثت کے بعد یہ دونوں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں رہیں۔ اس نکاح کے درست اور جائز ہونے کے تین جوابات ذکر کئے۔ یہ جوابات ذکر کرنا دراصل اس بنیادی اعتراض سے اٹھنے والے سوالات کا دفاع میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ایسے لوگوں سے شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر شیخ مفید کی تحقیق یہ ہوتی کہ یہ لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں

نہیں۔ تو پھر اس کا واضح اور دو ٹوک جواب یہ ہوتا۔ دیکھو۔ ان کے نکاح کرنے سے حضور کی ذات مورد الزام نہیں ہی سکتی۔ کیونکہ یہ آپ کی حقیقی بیٹیاں ہی نہیں ہیں۔

• شیخ مفیدؒ کو اگر اضطراب اور پریشانی تھی۔ تو یہ کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض نہ آئے۔ لیکن نجفی شیعہ کو پریشانی یہ لاحق ہوئی۔ کہ یہ دونوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ ہونے پائیں۔ شیخ مفیدؒ کو حضرت عثمان سے دشمنی تھی۔ لیکن اس نے اس کے باوجود حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا حضور کی حقیقی بیٹیاں ہونے سے انکار نہیں کیا۔ لیکن نجفی کو تو حضرت عثمان کے علاوہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ آپ کی حقیقی صاحبزادیوں کی آپ سے نفی کر کے اپنی دشمنی کا اظہار کرنے پر تیار تھا ہے۔ کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوں گے؟

مقام حیرت ہے۔ کہ مقتدین شیعہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ پڑی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار کرے۔ لیکن ان کے برعکس نجفی شیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اہلبیت اور اپنے مقتدین کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ آخر کیوں؟

مکالمہ شیخ طوسی و سید مرتضیٰ

اہل تشیع کے یہ دو نامور مجتہد ہیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں اہل تشیع ان کے اقوال کو ترجیح دے دیتے ہیں مثلاً تمام ائمہ اہل بیت نے (بقول شیخ) قرآن کریم کی "تحریف" کو تسلیم کیا۔ مگر ان دونوں نے اس سے انکار کیا۔ اب بوقت مناظرہ اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن کے معتقد نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ان دونوں کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ بہر حال ان میں سے شیخ مرتضیٰ نے "الاشافی" اور شیخ طوسی نے اس کی شہرت "تلخیص اشافی" تحریر کی۔ ان دونوں نے

اپنی اپنی تصنیف میں یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت زینب اور ام کلثوم آپ کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ لیکن اس مقام پر ایک اعتراض نکالا وہ یہ کہ "اس امر کی نص موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے دل کے خیالات جانتے تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے پھر آپ نے اپنی ان دو حقیقی بیٹیوں کا عقدا سے آدمیوں سے کیوں کیا۔ جو باطن میں مسلمان نہ تھے؟"

اس اعتراض کے انہوں نے کئی ایک جواب دیئے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان دونوں کے نکاح کر دینے سے آپ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں آتا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تلخیص الشافی

فَإِنْ قِيدَ إِذَا كَانَ جَعْدُ النَّصِّ كُفْرًا
عِنْدَكُمْ وَ الْكَافِرُ عِنْدَكُمْ لَا يَجُوزُ
أَنْ يَتَقَدَّمَ إِيمَانُ وَلَا إِسْلَامُ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَالِمٌ بِكُلِّ
ذَلِكَ فَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ يَتَحَكَّحَ
إِبْنَتَهُ مَنْ يَعْرِفُ مِنْ بَاطِنِهِ خِلَافَ
الْإِيمَانِ . قُلْنَا قَدْ مَضَى فِيمَا تَقَدَّمَ
الْكَلَامُ عَلَى تَطْيِيرِ هَذَا الْمَعْنَى وَ
جُمْلَتُهُ أَنَّه لَيْسَ كُلُّ مَنْ قَالَ
بِالنَّصِّ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يُكْفَرُ وَافِعًا وَلَا كُلُّ

مَنْ كَفَرَ دَافِعَهُ يَقُولُ بِالْمَوَافَاةِ
 وَ أَنَّ الْمَوَافَاةَ بِالْكَفْرِ لَا يَجُوزُ
 أَنْ يَتَقَدَّمَ مِنْهُ إِيْمَانٌ وَ مَنْ
 قَالَ بِأَلَا مَرَيْنِ لَا يَمْنَعُ أَنْ يُجَوِّزَ
 كَوْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ
 غَيْرَ عَالِمٍ بِحَالِ دَافِعِ الْمَنْطِقِ عَلَى
 سَبِيلِ التَّفْصِيلِ وَإِذَا عَلِمَ ذَلِكَ
 عَلَى مَا يُجَوِّزُ تَكْفِيرَهُمْ جَوِّزَ أَنْ
 يَتُوبُوا كَمَا يَجُوزُ أَنْ يَمُوتُوا وَلَمْ
 يُعْلَمْ عَاقِبَتُهُمْ وَلَوْ ثَبَتَ أَنَّ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ كَانَ يَعْلَمُ التَّفْصِيلَ وَالْعَاقِبَةَ
 وَ كُلَّ شَيْءٍ جَوِّزْنَا إِلَّا يَعْلَمَهُ لَكَانَ
 مُمَكِّنًا أَنْ يَكُونَ تَزْوِيجُهُ كَانَ قَبْلَ
 هَذَا الْعِلْمِ وَلَوْ كَانَ تَقَدَّمَ لَهُ الْعِلْمُ
 لَمَازَ وَجْهَهُ وَ لَيْسَ مَعَنَا فِي الْعِلْمِ إِذَا
 ثَبَتَ تَارِيخُ

(تلخیص اشافی تصنیف ابو جعفر طوسی
 اشعری جلد ۲ ص ۵۴، ۵۵ فصل فی البطلان
 امامہ عثمان - مطبوعہ قم ایران -
 طبع جدید -

ترجمہ

اگر اعتراض کیا جائے کہ تم (اہل تشیع) کے نزدیک نص کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور کافر کے بارے میں تمہارا (شیعوں کا) عقیدہ یہ ہے کہ کفر سے پہلے اس کے پاس ایمان و اسلام نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور تمہارا یہ بھی عقیدہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے باخبر تھے، یعنی یہ کہ عثمان غنی اور ابوالعاص بن ہریرہ مسلمان ہوئے ہیں۔ باطن میں کافر ہیں۔ تو پھر ان معتقدات کے ہوتے ہوئے یہ کیونکہ جائز ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کریں۔ جس کے باطن کو آپ جانتے ہیں کہ اس میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم اس کے اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس معنی کے مطابق گذشتہ اوراق میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل نہیں کا قائل اس شخص کو جو اس نص کا منکر ہے کافر نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی اس نص کے منکر کے بارے میں موافقات دہر حال میں کافر رہے، کا قائل ہے۔ کیونکہ جو شخص ہر حال میں کافر رہی ہو۔ اس کا پہلے کسی دود میں ایمان دار ہونا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ وہ بھی ایک حال اور زمانہ ہے۔ جس میں اس کا ایمان تھا حالانکہ فرض یہ کیا گیا کہ وہ ہر حال اور زمانہ میں کافر ہی ہوگا) اور جو شخص ان دونوں عقیدوں کا معتقد ہے۔ (یعنی منکر نص کافر ہے (۲) منکر نص ہر حال میں کافر ہے) اس شخص کے نزدیک یہ بات کوئی ناجائز اور منع نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منکر و مخالف نص کے تفصیلی حالات سے واقف نہ ہوں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ جو ان حضرات کی (عثمان غنی اور ابوالعاص) تکفیر

کرتے ہیں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ تو یہ بھی جائز ہے کہ ان حضرات نے کفر سے تو یہ کر لی ہو، جیسا کہ یہ بھی جائز ہے کہ مر جائیں اور ان کا انجام معلوم نہ ہو۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تفصیلی حالات اور ان کے انجام کو بخوبی جانتے تھے۔ اور ہر اس امر سے آگاہ ہوں۔ جس کو ہم نے (علی سبیل تنزیل) یہ کہا کہ آپ اُس سے لاعلم تھے تو پھر بھی یہ امکان باقی رہتا ہے کہ آپ کا اپنی دونوں بیٹیوں کا ان سے نکاح کرنا اس تفصیلی علم سے قبل ہو۔ اس صورت میں اگر آپ کو تفصیلی علم پہلے سے ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز نکاح نہ کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ علم نہیں جس کے ذریعہ ہم معلوم کر سکیں کہ آپ کو علم کب ہوا۔ (یعنی عقد کرنے سے پہلے یا اس کے بعد)

تین جواب تین مسئلے۔

دونوں شیعی مجتہدین نے حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا ابوالحاص اور عثمان غنی سے نکاح ہونے کے منکرین کی دلیل کے تین جواب دیئے۔ دلیل یہ تھی۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت خلافت پر نص موجود ہے۔ اول جو نص کا منکر ہے۔ وہ یا تو کافر ہے۔ یا دائی کافر ہے۔ لہذا جب عثمان غنی نے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت و امامت کو تسلیم نہ کیا تو نص کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔ اس لیے کسی کافر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باطن سے بخوبی آگاہ تھے۔

پہلا جواب۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت (بلا فصل) پر نص ہونا اس پر ہی اتفاق نہیں۔ لیکن جو شیعہ نص کے قائل ہیں وہ اس کے منکر و مخالفت پر کفر کا فتویٰ لگانے میں متفق نہیں۔ جب (بقول شیعہ) حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کی نص پر اجماع نہیں۔ پھر اس پر نص کے قائلین کا منکر نص پر بالاتفاق کفر کا فتویٰ نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی اور ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو کیسے کافر بالاتفاق کہا جاسکتا ہے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کافر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

دوسرا جواب:-

جو شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نص کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ ان کا اس بات پر اتفاق نہیں کہ یہ کافر ایسا کافر ہو۔ کہ کبھی بھی ایمان سے آراستہ نہ ہو اور نہ ہو سکے۔ اس لیے ممکن ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (عثمان، ابوالعاص) سے اپنی بیٹیوں کا عقد کیا تو اس وقت یہ دونوں نص کے منکر نہ ہونے کی بنا پر مسلمان ہی ہوں۔ ایسی حالت میں ان سے عقد کرنے پر حضور کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تیسرا جواب:-

جن شیعوں کا یہ مسلک ہے کہ نص کا منکر کافر اور بہر حال کافر ہے۔ تو اس کا جواب یوں دینے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے باطن کا علم از خود نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے تھے۔ یہ علم کب عطا ہوا؟ کیا نکاح پہلے یا علم پہلے تھا؟ توجیب تک عطا ئے علم کی تاریخ کا علم نہ ہو۔ اور پھر اس تاریخ کا نکاح کی تاریخ سے قبل ہونا ثابت نہ ہو۔ تو پھر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت نکاح آپ کو تفصیلی علم تھا ہی نہیں۔ بعد میں عطا ہوا۔

پہلا مسئلہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیٹیاں حقیقی تھیں۔ تبھی تو آپ کی ذات والا صفات

پراٹھنے والے اعتراضات کا جواب دینے کی زحمت اٹھانا پڑی۔
دوسرا مسئلہ۔

حنور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہمہ وقت ثابت نہیں۔ یعنی ماکان اور مایکون آپ کے احاطہ علم میں نہیں۔ لیکن اہل تشیع اپنے ائمہ کے لیے ماکان و مایکون تسلیم کرتے ہیں۔ گویا نبی الانبیاء سے ان کے جانشین اور امتی علم میں بڑھ گئے۔

تیسرا مسئلہ۔

خلافت و امامت کا منصوبہ ہوتا تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ نہیں ماسی لیے اس کا منکر بھی متفقہ طور پر کافر نہیں ہے۔ تقریباً اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین مختلف فیہ مسائل کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ امام و خلیفہ منصوص ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے یا نہیں۔

اگر ان دونوں مجتہدوں کی بات کو ان کے نام یوں تسلیم کر لیں۔ تو بہت سے مسائل میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اصرار کیا جائے۔ تو جہاں اور خرابیاں پیدا ہوں گی ان کے ساتھ مسئلہ زیر بحث کے متعلق یہ کہنا پڑے گا کہ حنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص اور عثمان کے کفر باطنی پر مطلع ہوتے ہوئے پھر اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ان سے شادی کر دی۔ اور ایسا کہنا بہت بڑی گستاخی اور بے دینی ہو گا۔

لہذا درست یہی ثابت ہوا کہ حنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیاں۔ درقیہ۔ ام کلثوم، زینب، فاطمہ، حقیقی صلی تھیں۔ اور آپ نے ان میں سے دو کی شادی جو ابوالعاص اور عثمان غنی سے کی۔ وہ از روئے قواعد شرعیہ صحیح اور درست تھی۔

چیلنج

اہل تشیع کے بزرگ علماء اور مجتہدین (علامہ امام قاضی، شیخ مفید، سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی) کے محاکمے اور مکالمے کے ذریعہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی بیٹیاں حقیقی تھیں۔ ان میں ربیبہ یا حالہ اخت خدیجہ کی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے عقیدہ کو "مکڑی کے جال کی طرح کمزور" کہا۔ نص رسول اور نص ائمہ کے خلاف کہا۔ ان بزرگ شیعہ علماء کے مقابلہ میں ایک گھسے پٹے "مجتہد" کی کیا چل سکتی ہے۔ میں اس موقع پر تمام موجودہ شیعہ علماء کو بالعموم اور نجفی شیعہ کو بالخصوص چیلنج کرتا ہوں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت میں سے کسی ایک امام کی طرف سے ایک ہی حدیث جو مسند، مرفوع صحیح یا مشہور ہو اور اس میں صراحت ہو کہ سیدہ زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں۔ تو تیس ہزار روپے نقد انعام دیں گا۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دوسری دلیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں (رقیہ، ام کلثوم

زینب) آپ کی بیبہ (لے پالک) تھیں،

نبی شعی نے اس دلیل میں بھی وہی لچر اور فضول طریقہ اختیار کیا۔ جو اس کی طبیعت میں دوایت کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ اصل دلیل تو چار سطور میں مکمل ہو جاتی ہے۔ لیکن پانچ چھ صفحات اس جہل نے اپنے طوط پر جو تحریر کئے۔ اُن میں زیادہ طور پر سینہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نازیبا لہجوں، مرگستاخانہ عبادات کی شکل میں لپسٹل کی بھر اس نکالی۔ کچھ ایسی بھی باتیں لکھیں۔ جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔

زوجہ عثمان رقیہ نبی کریم کی صلی بیٹی نہ تھیں۔ کیونکہ رقیہ بنت رسول کے پیدا ہونے کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس برس تھی۔ لہذا اس وقت رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد قبر کے ساتھ چھ برس کی عمر میں ہوا۔ تاریخ یعقوبی جو کہ سنوں کی معتبر کتاب ہے کہ حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت چالیس برس میں کیا۔ اس لیے اس وقت جناب رقیہ کی عمر چھ برس کی بنتی ہے۔

”پس سنی بھائی ہمیں یہ سمجھائیں کہ ہمارے نبی کریم کو کیا مجبوری تھی کہ چھ سال کی کم سن نابالغ بچی ایک کافر کے نکاح میں دے دی۔ شانِ نبوت کی حفاظت اس طرح ہو سکتی ہے کہ رقیہ نامی لڑکی خدیجہ زوجہ نبی کی پالتو تھی۔ اس کی شادی عتبہ کافر کے ساتھ ہوئی۔ اور اسے طلاق کے بعد پھر اس کی شادی جناب عثمان کے ساتھ ہو گئی۔۔۔۔۔ کیونکہ کوئی غیور باپ کم سن بیٹی اپنے دشمن کو نہیں دیتا۔ پس ہمارے نبی کریم کی توہین ہے۔ نبی کریم تو کفار کے مذہب کے مخالف تھے۔ اور کفار انجناب کے دشمن تھے۔ پس ہمارے نبی کو کیا مجبوری تھی کہ کم سن لڑکیاں دشمنوں کو دیتے رہے۔“
(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۰۳)

جواب :-

نہجی شیعہ کی اس دلیل کا جواب دینے کی ضرورت تو کوئی نہیں۔ کیونکہ پہلی دلیل کے جواب میں اس قسم کی باتوں کی پوری وضاحت کر چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی قارئین کرام کی تسلی کے لیے چند الفاظ پیش خدمت ہیں۔ نہجی کی دلیل مذکورہ کی دو بنیادیں ہیں۔
۱۔ اتنی چھوٹی عمر (چھ سال) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی کی کافروں کے ساتھ شادی کرنے کی کیا ضرورت اور مجبوری تھی؟
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے مخالف تھے۔ اُدھر کفار بھی آپ کے دشمن تھے۔ تو اس دشمنی اور مخالفت کے باوجود آپ نے اپنی بیٹی کی شادی کیسے کرنی مناسب بھی؟

دلیل کی یہ دونوں بنیادیں جہالت کا عینا جاگتا ثبوت ہیں۔ پہلی بات ہم یہ یافت کرنا چاہتے ہیں کہ کس کتاب میں کس اصول کے تحت یہ لکھا ہوا ہے کہ چھ برس کی عمر کی بچی کی شادی کرنا ناجائز ہے۔ اگر نہجی اور اس کے تمام گروہوں کے پاس کوئی دلیل و حوالہ ہو۔ تو پیش کریں۔ ورنہ اپنی من گھڑت شریعت کو کہیں گندی روڑی پر پھینکیں۔ تاکہ کلپوریشن

والے اٹھا کر اُسے کہیں دور ڈال آئیں۔ دوسری بنیاد کے بارے میں گوش گزار ہوں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کی شادی عتبرہ سے کی۔ تو ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی مخالفت نہ تھی۔ کافر مخالفت کیوں کرتے۔ کفار تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین کہتے تھے۔ اور اعلان نبوت سے قبل انہیں آپ سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ آخر مخالفت کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیئے۔ محض لکھ دینا کہ کافر آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ بغیر دلیل اسے کون تسلیم کرے گا؟ بلکہ اس کے خلاف کے دلائل موجود ہیں۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ کی ولادت با سعادت کی خبر ابولہب نے سنی۔ تو خوش کن خبر دینے والی لونڈی ثویبہ کو اس کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ یہی ثویبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں بھی بنیں۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی کے اندر مذکور ہے۔

تاریخ یعقوبی۔

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ بَعْدَ مَا بَعَثَهُ اللَّهُ رَأَيْتُ
 أَبَا لَهَبٍ فِي النَّارِ يُصِیْحُ الْعَطَشُ
 الْعَطَشُ فَيُسْقَى فِي نَقْرٍ ابْهَامِهِ فَقُلْتُ
 بِمَ هَذَا؟ فَقَالَ بَعِثْتَنِي ثَوْبِيَّةَ لَا تَهَا
 أَرْضَعَتِكَ۔

تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۹ مولا رسول اللہ

مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت مبارکہ کے بعد فرمایا۔ میں نے
 ابولہب کو دوزخ کی آگ میں پیختے ہوئے دیکھا۔ وہ العطش العطش کی

صدائیں بلند کر رہا تھا۔ تو اس کو اس کے انگھوٹھے میں سے کچھ پینے کو دیا
جائتا میں نے دریافت کیا۔ یہ کیونکر؟ ابولہب نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔
کہ میں نے آپ کی ولادت کی خوشی کے طور پر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔
اور بعد میں اسی لونڈی نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس کی آزادی کی وجہ سے
مجھے پانی ملتا ہے۔

قارئین کرام! صاحب تاریخ یعقوبی شیعہ نے اپنی تاریخ میں اس بات کو تسلیم کر لیا ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو اعلان نبوت سے قبل کوئی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ آپ کا
بہت بڑا دشمن کبھی بھی آپ کی ولادت پر ثویبہ نامی لونڈی کو آزاد نہ کرتا۔ جس کی بدولت وہ
جہنم میں بھی نفع حاصل کر رہا ہے۔

نوٹ:-

نجفی شیعہ کو اہل تشیع نے ”حجۃ الاسلام“ کی دُوم لگا کر دُمدار شیعہ بنایا ہے۔ خدا
بہتر جانتا ہے۔ کہ اس لفظ سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے کذاب اور مفتری کو یہ
لقب کیونکر دیا گیا۔ ہاں ممکن ہے۔ کہ جب ان کے مذہب میں تقیہ کرنا ایک عظیم عبادت
ہے۔ جسے بقول ان کے ائمہ حضرات بھی اپناتے ہیں۔ تو اس فن میں مہارت تامہ رکھنے
والا ان کے نزدیک ایسے لقب سے ملقب ہوتا ہو۔ اس تقیہ باز حجۃ الاسلام نے تاریخ
یعقوبی کو سینوں کی معتبر کتاب لکھا۔ جو بالکل کذب و افتراء ہے۔ کیونکہ انہی کے ایک
”ثقة الحمدین ناصر اللہ والدین“ شیخ عباس تمی نے صاحب تاریخ یعقوبی احمد بن ابی
یعقوب کو ”امای شیعہ“ کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکفی واللقاب:-

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن دھب بن واضح کاتب و نویسنده عباسی و شیعہ

امای است... تاریخ وار و بنام تاریخ یعقوبی وغیر اینہا در سال ۲۸۱ وفات نمود۔
 (کتاب الکفی واللقاب جلد ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)
 ترجمہ: احمد بن ابی یعقوب بن جعفر خاندان عباسیہ کا کاتب اور منشی تھا۔ اور
 مذہب امامی شیعہ تھا... اس کی تصنیفات میں سے ایک کا نام "تاریخ یعقوبی"
 ہے۔ ۲۸۳ میں فوت ہوا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نجفی شیعہ کو حق پہچاننے اور پھر اسے قبول کرنے کی
 توفیق عطا فرمائے۔ اور تبرہ بازیوں کذب و افتراء سے اُسے باز رکھے۔
 (فاعتبرو یا اولی الابصار)

تیسری دلیل،

قول مقبول:-

قرآن پاک سے ثبوت گذر چکا ہے کہ خدا تعالیٰ کو کفر و شرک پسند نہیں ہے! اسی
 لئے ان کو رشتہ دینے سے اللہ نے روکا ہے اور جو چیز خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ ایک عام
 مومن کو بھی پسند نہیں ہے تو خدا کا نبی تو چونکہ ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ لہذا خدا کی ناپسند
 چیز کو وہ ہرگز اختیار نہ کرے گا۔

حدیث مذکور نے بتایا کہ جب آپ سے کوئی ایسا شخص رشتہ مانگے جس کے دین
 کو آپ پسند کرتے ہوں۔ تو اس کو رشتہ دے دینا۔ پس اگر کافر مسلمان سے رشتہ مانگے
 تو چونکہ مسلمان کو کافر کا دین پسند نہیں ہے۔ لہذا ایک عام مسلمان بھی کافر کو رشتہ دینا
 گواہ نہیں کرے گا۔ چونکہ ہمارے نبی کفر مٹانے آئے تھے۔ پس ناممکن ہے کہ حضور پاک
 نے کسی کافر کے دین کو پسند کیا ہو اور اسے بیٹی کا معاذ اللہ رشتہ دیا ہو۔ خلاصہ اگر

زینب ورقیہ اور ام کلثوم ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں تو ان کے نکاح کفار سے نہ ہوتے اور جب قیاس استثنائی میں استثناء نقیض تالی ہو۔ تو نتیجہ بھی نقیض مقدم ہوتا پس چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہوئے تھے۔ لہذا ہمارے نبی کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

(قول مقبول فی اثبات دحدۃ بنت الرسول ص ۲۰۵)

جواب :-

منجی شیعہ کی یہ دلیل بھی دراصل دلیل اول کا ہی ایک رخ ہے۔ لہذا اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ دلیل اول کا جواب ہی اس کا جواب ہے۔ آپ اس دلیل کو غور سے پڑھیں۔ تو وہی بات دہرائی جا رہی ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو رشتہ دینے سے منع فرمایا ہے۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو کفار کے عقد میں کیونکر دے سکتے ہیں۔

ہاں اس دلیل میں اپنی علیت کے اظہار کے لیے قیاس استثنائی۔ استثناء نقیض تالی اور نقیض مقدم وغیرہ الفاظ سے قاری کو مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس بیچارے کو کیا خبر کہ ہمارے مدارس کے سال اول کے طلباء جو تیسرا منطق اور السانوی پڑھتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس علیت کی حقیقت کیا ہے۔ ٹھیک ہے کہ قیاس استثنائی میں اگر استثناء نقیض تالی ہو تو نتیجہ مقدم کی نقیض ہوتا ہے۔ لیکن اس قیاس کو اپنی دلیل کے ساتھ منطبق بھی کرو۔ تمہیں یہ ثابت کرنا لازم ہے۔ کہ کفار کو ابتدائے اسلام میں لڑکیوں کے رشتہ دینا حرام تھا۔ اور یہ تم کبھی بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ خود تمہارے آقاؐ نعمت واضح الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کفار سے مسلمانوں کا رشتہ کرنا کرنا جائز تھا۔ اس کو ”ولا تنکحوا المشرکین الخ“ آیت سے منسوخ کیا گیا۔

ربا یہ معاملہ کہ اس دلیل سے آخر منجی شیعہ ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا

مقصد اصل کیا ہے؟ تو وہ مقصد صرف یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا۔ حضرت عثمان غنی سے عقد نہیں ہوا۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ ان کے باہین نکاح کا اس آیت مذکورہ (ولا تتخذوا المشركات الخ) سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ اس میں ممانعت نکاح مشرکین سے ہے۔ نہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے رشتہ کالین دین نہیں کر سکتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا۔ تو حضرت عثمان اس وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جس کا ثبوت ابھی میں نے شیعوں کی ایک معتبر کتاب ”انوار النعمانیہ“ سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف ”نعمت اللہ جزائری شیعہ“ نے بالکل صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے اس لیے کی۔ کہ وہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ نعمت اللہ جزائری نے اس نجفی شیعہ کی منطق کی بھی تردید کی۔ وہ یوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام مسلمانوں کی طرح ظاہری شریعت کے مکلف تھے۔ لہذا نجفی کا یہاں نقیض تالی سے مقدم کی نقیض نتیجہ نکالنا بھی باطل اور لغو ٹھہرا۔ اور اس پر یہ تفریح بٹھانا قطعاً غلط ہے پس چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہونے تھے۔ لہذا وہ ہمارے نبی کی لڑکیاں نہ تھیں“ ہم یقین سے کہتے ہیں۔ کہ جب اس قسم کے دعوؤں کی بنیاد ہی باطل ہے۔ تو اس پر جتنی عمارتیں قائم ہوں گی۔ وہ حقائق کی معمولی ہوا اور تحقیق کے ایک جھونکے سے زمیں بوس ہو جائیں گے۔ اور اس پر لطف یہ کہ ”انوار النعمانیہ“ نے ہی نجفی شیعہ کے دلائل کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔

چوتھی دلیل

نجفی شیعہ نے اپنی چوتھی دلیل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی صرف اور صرف ایک ہی شخصیت یعنی حضرت علی المرتضیٰ کے

ساتھ ہی مختص ہے۔ کوئی اور شخص آپ کا داماد نہیں بن سکتا۔ ہم اس کی دلیل کو من دین نقل کر دیتے ہیں۔ آپ اسے پڑھ کر خود اندازہ لگا لیں گے۔ کہ اس دلیل کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے داماد رسول نہ ہونے سے کونسا تعلق ہے؟ دلیل کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

”وہ نبی کریم نے جناب امیر سے فرمایا تھا۔ کہ آپ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں۔ جو کسی ایک کو نصیب نہیں ہوتیں۔ اور نہ ہی مجھے۔ آپ کو میرے جیسا سسر ملا۔ اور مجھے ایسا شرف نہ ملا۔ آپ کو میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی۔ لیکن مجھے اس کی مثل (صدیقہ) زوجہ نہ ملی۔ آپ کو حسن و حسین جیسے اپنی صلب سے ملے اور مجھ کو اپنی صلب سے ان کی مثل بیٹے نہ ملے۔ لیکن آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں۔“

نوٹ :-

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ یہاں درجہ اول ہونا یہ فضیلت صرف حضرت علی کی ہے۔ کیونکہ ”يُوْتَقَهُنَّ أَحَدٌ“ ایسا جملہ ہے۔ جس میں ”أَحَدٌ“ نکرہ ہے اور سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ ہمارے نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے جیسا سسر کسی کا ہو یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب میں ہے۔

خلاصہ :-

اگر وہ تین لڑکیاں حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو یہ فضیلت کہ میں سسر ہوں۔ اسے جناب امیر کے ساتھ حضور پاک خاص نہ کرتے۔ نبی کریم کا مذکورہ فضیلت کو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ خاص کرنا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ تین لڑکیاں آنجناب کی حقیقی اولاد نہ تھیں۔ اور عثمان صاحب کا داماد رسول ہونا سفید بھوٹ ہے۔“

رَقُولُ مَقْبُولٌ فِي اثْبَاتِ وَحْدَةِ بَنَتِ الرَّسُولِ (ص ۲۷)

جواب :-

اس دلیل میں نجفی شیعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کو صرف حضرت علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے تخصیص کا مفہوم نکلتا ہو۔ جن کتابوں میں مذکورہ روایت موجود ہے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ اے علی! جو تین باتیں تمہیں حاصل ہوئیں۔ کسی دوسرے کو نہیں ملیں، بلکہ مجھے بھی نہیں ملیں۔ ایک یہ کہ میری صدیقہ جیسی بیٹی تمہیں ملی۔ وہ مجھ سمیت کسی کو بھی ایسی نہ ملی۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان جیسی کسی دوسری عورت کو شان حاصل نہیں۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ان جیسی کوئی ہے۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں میں کوئی شان میں ان کی ہم سر۔ اتنی بات سے کس کو انکار ہے۔ کہ کوئی عورت بھی حضرت فاطمہ کی شان جیسی نہیں۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ تو یہ کسی مجبوط الہواس کا مطلب ہی ہو سکتا ہے۔ الفاظ سے ایسا مفہوم ہرگز ثابت نہیں۔

یہی یہ بات کہ نجفی نے کہا۔ ”ہمارے نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے چنا کسی کا شسر ہو۔ یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب کو ہے۔“
عربی عبارت کا یہ مفہوم نکالنا سراسر نجفی کی مکاری اور عیاری ہے۔ اور انتہاء درجہ کی جعل سازی ہے۔

نجفی شیعہ نے ”ریاض النضرۃ“ کی عبارت کا جو ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ ہرگز درست نہیں۔ کتاب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ اَوْتِنْتَ صِبْغًا مِثْلِي وَلَوْ اَوْتِ اَنَا مِثْلَكَ الْخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے علی! تجھے مجھ سا شسر (شسر) ملا اور ایسا شسر مجھے نہ ملا۔ اس کا آسان مطلب یہی ہے۔

کہ تمہارے سسر جیسا مجھے سسر نہ ملا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سسر وہ ذات ہیں۔ جو امام الانبیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رحمتہ للعالمین ہیں۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر بیویاں کی۔ اُن کے باپ میں سے کوئی نبی نہ تھا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حقیقت کا بیان فرمایا۔ گویا وہ تین ایسی خصوصیات ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ میں بھی وہ نہیں ہیں۔

لیکن ان الفاظ کا یہ مطلب و مفہوم نکالنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سسر تھے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تنہا آپ کے داماد تھے۔ کیونکہ آپ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اور آپ نے حضرت علی سے ہی اس کا عقد فرمایا۔ کہاں تک درست ہے؟ بس اس غلط مفہوم کو لے کر کبھی نے تانا بانا بندھا۔ جو اسے ایک مضبوط گھریا قلدہ دکھائی دیا۔ جبکہ میدان تحقیق میں اس کی حیثیت مکڑی کے جال سے بھی کمزور اور ناقص نکلی۔ اس قسم کی دھوکہ بازیوں اور جمل سازیوں سے اپنے رفقا خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن بظرافت و بصیرت دیکھنے والے قطعاً اس کو پرکھ کر اس کی حیثیت دینے کو تیار نہیں۔ جب ہم نے اس دلیل پر ڈالے گئے پردوں کو اٹھا کر حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ تو روز روشن کی طرح مسلک اہل سنت ثابت ہو گیا۔ اور ادھام و تدلیس کے بادل بھٹ جانے پر آسمان تحقیق کے ستارے یوں چمکے۔ کہ شکوک و شبہات کے دایلوں میں رہنے والے سسہ شدہ گئے۔ اور اپنی کتب بیانی اور خود ساختہ روایات پر ماتم کرنے بیٹھ گئے۔

پانچویں دلیل

قول مقبول کے مصنف نجفی شیعہ نے دلیل پنجم میں حضرت رقیہ، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے متعلق جو یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقی لڑکیاں نہیں تھیں۔ ہم اس کو من و عن اسی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

أَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ - وَرُويَ أَنَّهَا نَزَلَتْ حِينَ صَاحَ

النَّبِيُّ عَلَى وَلَدٍ خَوْصِيَّةٍ

ترجمہ: یتیم پر قہر نہ کرو، روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی۔

جب نبی کریم نے اولادِ خدیجہ کو بھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

نوٹ ۱:

انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ مر جائے۔ حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس

کی ماں مر جائے۔ پرندوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کے دونوں مرجائیں۔

نوٹ ۲:

زینب و رقیہ اور ام کلثوم ہی مذکورہ روایت میں مراد ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ اور

اولادِ خدیجہ کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔ اور مذکورہ لڑکیوں کو حضور نے جب بھڑکی دی۔ تو یہ

آیت نازل ہوئی کہ یتیم پر قہر مت کریں۔ اگرچہ لڑکیاں حضور کی صلیبی ہوتیں۔ تو اللہ تعالیٰ

ان کی حضور کی زندگی میں یتیم نہ کہتا۔ کیونکہ یتیم وہ ہے جس کا باپ مر جائے۔ اور ان لڑکیوں

کے باپ اگر خود رسول اللہ تھے تو وہ تو زندہ تھے۔ پس یہ لڑکیاں یتیم کیسے بن گئیں۔

نوٹ ۳:

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکیاں اگر ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو

اللہ تعالیٰ ان کو حضور پاک کی زندگی میں یتیم نہ فرماتا۔ اور نیز ان کے نکاح کافروں کے

ساتھ نہ ہوتے۔ کیونکہ باپ کی موجودگی میں بچے یتیم نہیں کہلاتے۔ نیز بیویوں کی بیٹیاں

کفار کے نکاح میں آتیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدہ بنت الرسول ص ۲۹۶)

جواب :-

نجنی شیعہ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں جو جملہ ذکر کیا۔ وہ تفسیر کبیر سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی یتیم اولاد کو جھڑکا۔ تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی (أَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ) تو مصنف و منصف نے اس سے یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ کی جس یتیم اولاد کو جھڑکا۔ وہ رقیہ، زینب اور ام کلثوم ہی تھیں۔ ۱۶۔

اس تحریر کے بعد ہم قول مقبول کے مصنف سے پوچھتے ہیں کہ تفسیر کبیر کی کوئی عبارت سے یہ ترجمہ کیا گیا کہ سیدہ ام کلثوم، زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ کی یتیم بچیاں تھیں۔ بلکہ نجنی کو میری طرف سے کھلی دعوت ہے کہ وہ ہماری نہ سہی اپنی کتابوں سے ہی سند صحیح کے ساتھ کم از کم ایک ہی مرفوع حدیث پیش کرے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے پہلے خاوندوں سے جو اولاد تھی۔ اس میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم شامل ہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی پیش کرے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یہ حقیقت ہے کہ نجنی کیا تمام ذریت یزید اور پوری امت شیعہ یہ ثابت نہ کر سکے گی کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے خاوندوں کی اولاد میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم تھیں۔

نجنی کا یہ ثابت کرنا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یتیم اولاد ان تین بیٹیوں پر مشتمل تھی۔ جو یتیم تھیں۔ اس کا یہ دعویٰ یوں سمجھئے کہ پانی میں کسی نے گوز مار دیا ہو۔ ہم ثابت کرتے ہیں کہ کتب شیعہ میں اس امر کی واضح نشاندہی ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں سے اولاد یہ تین صاحبزادیاں نہ تھیں۔ وہ اور اولاد تھی۔ ملاحظہ ہو۔

کشف الغمہ :-

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ رِعَامَةَ قَالَ كَانَتْ خَدِيجَةُ

قَبْلَ أَنْ تَتَزَوَّجَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عِنْدَ عَتِيقِ بْنِ عَائِذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ قُحْطُومٍ
يُقَالُ وَلَدَتْ لَهَا جَارِيَةً وَهِيَ أُمُّ مُحَقَّدِ بْنِ صَيْفِي
الْمَخْزُومِيِّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا بَعْدَ عَتِيقِ أَبُو هَالَةَ
هِنْدُ بْنُ زُرَّارَةَ التَّمِيمِيُّ فَقَوْلَدَتْ لَهُ هِنْدُ بْنُ هِنْدٍ ثُمَّ
تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ کشف الغمہ فی مفرقة الائمہ جلد اول ص ۵۴، ۵۵۔ فی فضائل خدیجہ۔ مطبوعہ تبریز
طبع جدید

۲۔ مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۵۱۔ نسل فی اقربائہ۔ مطبوعہ قم۔
طبع جدید

۳۔ بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۱۰۰۔ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید

۴۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۰۔ نور تصنیوی مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید
ترجمہ: قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد و حیت میں آنے سے پہلے عتیق بن مائذ نامی
شخص کے نکاح میں تھیں۔ اس سے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جو
محمد بن صیفی المخزومی کی والدہ تھیں۔ پھر عتیق (زوجہ خدیجہ) کے وفات
پانے کے بعد ابو ہالہ ہند بن زرارہ کے عقد میں آئیں۔ جو تمیمی تھے۔ تو ان
کی زوجیت میں حضرت خدیجہ کے ہاں ایک لڑکا "ہند" پیدا ہوا۔
پھر اس خاندان کے فوت ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت
خدیجہ کی شادی ہوئی۔

مذکورہ حوالہ جات کتب شیعہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل وادامیوں سے عقد ہوا تھا جن میں سے ایک کا نام عتیق اور دوسرے کا نام ہند تھا۔ ان میں سے اول الذکر سے ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکی محمد بن مصنفی کی والدہ بنی۔

بحار الانوار :-

حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ هِنْدُ بْنُ أَبِي هَالَةَ رَضِيَ رَسُولُ
اللَّهِ وَأُمُّهُ حَدِيثًا

بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۵۸ تاریخ بنینا

صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ در سنن نے اپنے آپ سے اور اس نے ہند بن ابی ہالہ سے حدیث بیان کی۔
ہند بن ابی ہالہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لپالک بیٹے تھے۔ ان
کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ تھا۔

حضرت آپ نے کتب شیعہ سے معتبر حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ اگر نجفی شیعہ کے بقول
حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں
سے ہوتیں۔ تو ان کا کم از کم کسی ایک کتاب میں ثبوت آتا۔ صاحب بحار الانوار ملاحظہ فرمائی
نے ہند بن ابی ہالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ریسب کہا۔ اور یہ بھی وضاحت کر دی۔ کہ ان کی
والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کا ریسب ہند بن ابی ہالہ تھا۔ اگر تینوں بیٹیاں بھی ریسب ہوتیں۔ تو ان کا ذکر بھی
یہاں ہوتا۔

ان باتوں سے معلوم ہوا کہ نجفی صاحب قول نامقبول نے جو سر توڑ کوشش کی کہ

حضرت رقیہ زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ بلکہ رضیہ تھیں اور ان رضیہ لڑکیوں سے عثمان غنی کی شادی ہوئی۔ لہذا حضرت عثمان کی اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سراسر اس کی صحت و صحری اور خود اپنے مذہب کی کتب معتبرے نادانی اور جہالت کا ثمرہ ہے۔ اگر نظر انصاف سے کام لیتا۔ اور اپنی معتبر کتب سے اس بارے میں تسلی و تشفی چاہتا۔ تو یقیناً اپنے اکابر کی طرح یہی قول کرتا۔ کہ یہ یمینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضیہ نہ تھیں۔ بلکہ حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور اس قسم کی نپاک جہالت نہ کرتا۔ جو اس نے قول نامقبول میں کی ہے۔

خلاصہ کلام۔

پانچویں دلیل میں نجی شیعہ نے جو آیت کریمہ ”رَأٰتَا الْیَتٰیْمَ فَلَآ تُفْشَرُوْا“ کے تحت تفسیر کبیر سے یہ ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم یمین پچیاں تھیں۔ جن کے باپ حضور نہ تھے۔ بلکہ فوت ہو چکے تھے۔ تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان کی اپنے ہاں تربیت فرمائی۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے اس دلیل کی حقیقت آپ حضرت پرہیزدوش کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس امر کو جان جاتا ہے۔ کہ یہ یمینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران نیک اختران کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ کائنات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ”ذو النورین“ کہتی ہے۔ یعنی دو نوروں والے۔ وہ دو نور کون تھے۔ یہی صاحبزادیاں تھیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ انہی کی زوجیت کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ”ذو النورین“ کہلائے۔ (فاعبروا یا اولی الابصار)

چھٹی دلیل

قول مقبول :-

اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر غرائب القرآن میں پانچ سو نساء آیت نمبر ۲۸۔
 وَبَيَّأْتِكُمُ اللَّائِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَاءِ كُمُ اللَّائِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
 مِمَّنْ نِسَاءُ آيَتِ ۲۸ قَوْلُهُ مِنْ نِسَاءِ كُمُ اللَّائِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ
 بِوَبَيَّأْتِكُمُ كَمَا قَوْلُ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ۔

حاصل مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں جن کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد کوئی
 شخص ہم بستری کر چکا ہو۔ تو ان عورتوں کی وہ لڑکیاں جو کسی پہلے سے
 ہوں۔ اس مرد پر حرام ہیں۔ ان سے وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ ایسی لڑکیوں
 کو عربی اصطلاح میں ربیہہ (یعنی پروردہ) کہتے ہیں اور ان پروردہ
 لڑکیوں کی مثال صاحب تفسیر نے یہ دی ہے کہ جیسے رسول اللہ
 کی لڑکیاں تھیں خدیجہ سے۔

نوٹ :- مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ رقیہ اور اہم کثوم حضور کی اپنی لڑکیاں
 نہ تھیں بلکہ پروردہ تھیں۔ کیونکہ اگر یہ حضور کی اپنی لڑکیاں ہوتیں تو وہ آیت حُرْمَتِ
 عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ کے حکم میں آچکی تھیں۔ دوبارہ ان کو ربیہہ کہہ
 کے حکم میں ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(قول مقبول فی اثبات وعدة بنت الرسول ص ۲۱-۲۱۱ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور۔)

جواب :-

یہ دلیل دراصل مولوی اسماعیل شیعہ کی ذکر کردہ ہے۔ جسے موصوف کے جمع
 کردہ مناظر سے بنام ”فتوحات شیعہ“ میں ناصر حسین نے ذکر کیا ہے۔ اس دلیل کا تفصیلی

جواب ہم دیکھیں جو آگے آ رہا ہے صرف دونوں کے حوالہ میں کچھ فرق ہے۔ مولوی اسماعیل شعلی نے تفسیر کبیر کے حوالہ سے بعینہ یہی الفاظ نقل کئے۔ اور نجفی شمس نے اسے تفسیر غرائب القرآن کے حوالہ کا ذکر کیا ہے۔ الفاظ دونوں کے یہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص ڈوب رہا ہو تو اسے منکے کا سہارا بھی بہت بڑا سہارا محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ تنکے کا سہارا درحقیقت کوئی سہارا نہیں۔ محض اپنے آپ کو تسلی دینے کی خاطر ایک فریب ہے۔ دھوکہ ہے۔ ان دونوں تبرے کے پیالوں کو کہیں سے پانی نہ مل سکا تو سراب کو پانی سمجھ بیٹھے۔ لیکن جب پیاس بجھانے کے لئے منہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پانی کا نام و نشان تک نہیں۔ پھر قدرتی طور پر گستاخانہ غلام ثلاثہ کی پہچان کے لئے اللہ تعالیٰ قدرتی اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔ تاکہ انکی شناسائی ہو سکے۔

صاحب تفسیر غرائب القرآن اور علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہما کی مثال نا سمجھی کی بنا پر انھوں نے اپنا اُتو سیدھا کرنا چاہا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس مثال سے یہ ثابت کرنا ہرگز مقصود نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم (بقول نجفی وغیرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہیہ بیٹیاں تھیں۔ بلکہ مثال کے ذکر کرنے کا مقصد ایک نحوی ترکیب اور آیات میں مذکور الفاظ کا صحیح مطلب واضح کرنا تھا۔ کیونکہ ترکیب کے اختلاف سے معانی کا مختلف ہونا لازمی ہے۔ آئیے ذرا غور کی سی جھلک اس کی دیکھ لی جائے۔

قرآن حکیم میں عمرات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جریدہ ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَدَّاعِ** (التي دخلكم بها) یہ بار مجرور کس کے متعلق کیا جائے۔ اس کے متعلق کے بارے میں دو خیالات تھے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اس بار مجرور کا تعلق ”امہات“ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اور ”دباؤ“ **الوَدَّاعِ** دونوں سے ہے۔ اس تعلق کی بنا پر مثنیٰ یہ ہوگا۔

کہ تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام قرار دی گئیں۔ بشرطیکہ تم نے اپنی بیویوں کو نکاح میں لانے کے بعد ان سے ہم بستری کر لی ہو۔ اور تم پر تمہاری ربیبہ (سے پاک بچی) بھی حرام کر دی گئی۔ بشرطیکہ اس کی ماں سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ گویا ساس اور ربیبہ سے نکاح ایک ہی شرط کے ساتھ مشروط ہو کہ حرمت کا موجب ہے اور اگر وہ شرط نہ پائی جائے۔ تو دونوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ اس جار مجبور کا تعلق صرف ”دبائیکو“ سے ہے۔ ”نسائیککو“ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ جس سے مقصد یہ نکلے گا کہ صرف ربیبہ سے نکاح ناجائز اس صورت میں ہے۔ جب اس کی ماں یعنی اپنی بیوی سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ لیکن ساس کے لیے حرمت اس شرط کے بغیر بھی ہے یعنی ساس کی بچی سے بطور نکاح ہم بستری ہوئی ہو۔ یا صرف نکاح ہی منع نہ ہوا۔ دونوں صورتوں میں حرام ہے کہ ساس سے عقد کیا جائے۔

ان دونوں مفسرین کرام نے اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے دونوں احتمالات میں سے جس احتمال کو راجح قرار دیا۔ اس کی تائید دلائل میں بیان کی۔ ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ اگر اس کا تعلق دونوں کے ساتھ کیا جائے تو اس سے لادم آئگا کہ ایک مشترکہ نقطہ کو یک وقت دو مستقل معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کرنا قواعد کے خلاف ہے۔ دوسری دلیل یہ پیش فرمائی کہ جب ”نِسَائِکُکُمْ“ کو ”اَلْمَحَلَّاتِ نِسَائِکُمْ“ سے متعلق کیا جائے۔ تو اس صورت میں حرف ”من“ بیان نہ بنتا ہے۔ اور اگر ”رَبَائِکُمْ“ سے تعلق جوڑا جائے تو پھر ”مِنْ“ کے ابتدائے نائیت کے لئے ہو گا۔ گویا ”مِنْ“ ایک مرتبہ دو مختلف معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ ایک حقیقی معنی اور دوسرا مجازی۔ لہذا قواعد کی رو سے حقیقت اور مجاز دونوں یک وقت مقصود نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں تعلقات کے وقت ”مِنْ“ کے ابتدائے نائیت والے معنی کو مثال کے

ذریعہ واضح کرنے کے لئے وہ الفاظ ذکر کئے گئے۔ جنہیں نجفی وغیرہ نے بطور دلیل لے لیا۔ یعنی ”من“ ”ابتداءً غایت کی مثال یہ ہے۔“ کما نقول ببنائات الرسول من خدیجۃ ”اس وضاحتی مثال کے ذکر کرنے کے بعد صاحب غرائب القرآن نے تشریح کرتے ہوئے لکھا۔

تفسیر غرائب القرآن :-

لَاَنَّ مِنْ مَّعَ الْأَوَّلِ الْبَيَانِ وَمَعْنَاهَا مَعَ الثَّانِيَةِ
إِبْتِدَاءُ الْغَايَةِ وَإِسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ
الْمُشْتَرَكِ فِي مَقْلُومَتَيْهِ مَعًا
غَيْرُ جَائِزٍ

(تفسیر غرائب القرآن جزو خامس ص ۱۸)

ترجمہ :- اس لئے کہ پہلی صورت میں (جبکہ اس جار مجرور کو اقدمات نسائکم سے متعلق کیا جائے) حرف ”من“ ”بیانہ بنتی“ ہے اور دوسری صورت میں یہی حرف ابتداءً غایت کیلئے ہو گا اور جوابی یہ ہوگی کہ ایک مشترک لفظ کو ایک وقت دو مختلف معنی میں استعمال کرنا ہلکے گا۔ اور یہ جائز نہیں ہوگا۔

لیکن نجفی فہمی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق مذکورہ تفاسیر سے عبارت نقل کرتے

وقت بددیانتی کا مظاہرہ کیا اور پوری عبارت نقل نہ کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مکمل عبارت نقل کر دی گئی تو میری من گھڑت شریعت کو مانے گا۔ اور میری علمیت کی داد دے گا۔ بس جتنا مقصد تھا وہ الفاظ نقل کر دیئے اور اس سے یہ ثابت کر دکھایا

کہ ان دونوں مفسرین اہل سنت کے نزدیک بھی یہ لڑکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں بلکہ ربیبہ بنتیں۔ تبھی مثال دے کر ان کا۔ جبہ ہونا ثابت کیا۔

برائے عقل و دانش بایک گرسیت۔

ساتویں دلیل

قول مقبول :-

نجمی شعبی نے اس دلیل میں تفسیر و منشور جلد ۲ ص ۵۹ سورۃ الرعد کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میرے امر کو پہنچانے کی کوشش کر اور سستی نہ کر۔ میرے امر کو سن اور اس کی اطاعت کر۔ اے کنواری بتوں کے بیٹے میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور میں نے تجھے اور تیری ماں (مریم) کو عالمین کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔

پس میری ہی عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ اور کتاب کو مضبوطی سے بکڑ۔ جناب عیسیٰ نے عرض کی کس کتاب کو حکم ہو گا انجیل کو اور اس کی اپنی امت کے لئے تفسیر کر۔ اور انھیں خبر پہنچا دے کہ تحقیق میں ہی معبود برحق ہوں۔ حقی اور قیوم ہوں۔ ہر چیز کا خالق ہوں۔ اور ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ جسے زوال نہیں۔ (اپنی امت سے کہہ دو) ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول پر۔ وہ رسول جو نبی اکمل ہے۔ جو آخری زمانہ میں آئے گا۔ اس کی تصدیق کرو اور پیروی کرو۔ وہ اونٹ، زرہ، ڈنڈے اور تاج والا ہے۔ کشادہ آنکھ والا ہے۔ ملے ہوئے ابروؤں والا ہے۔ چادر والا ہے۔ اس کی نسل خدیجہ خاتون سے ہوگی جو برکت والی ہے۔ اے عیسیٰ! خدیجہ کے لئے جنت میں گھر ہے۔ ایسے موتیوں سے بنا ہوا جن میں سداخ نہیں ہوگا۔ اور اس میں سونے کی ملاوٹ ہوگی۔ اس گھر میں تکلیف اور نہ کھاوٹ نہیں ہوگی۔ اس خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہے جس کا نام فاطمہ ہے۔ اور اس فاطمہ کے دو بیٹے ہونگے۔ ایک حسن اور دوسرا حسین اور وہ دونوں شہید ہونگے۔ (قول بقول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۱۲-۲۱۳)۔

جواب :-

نخعی شیعہ نے تفسیر درمنثور سے جو آثار طویل اقتباس نقل کیا۔ اس میں سے اس کے مطلب کی عبارت صرف یہ ہے کہ ”حدیجہ کی ایک بیٹی ہے جو فاطمہ نامی ہوگی اور اس فاطمہ سے دو بیٹے حسن و حسین ہونگے۔“

قارئین کرام! میں درمنثور کی اصل عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ نخعی شیعہ نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کس قدر دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

لَهَا بِنْتُ يَعْنَى فَاطِمَةَ وَلَهَا ابْنَاتٌ
فَيَسْتَشْهِدُ وَنَ يَعْني الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ .

ترجمہ :- اس حدیجہ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی جس کے دو بیٹے حسن اور حسین کے نام والے ہوں گے اور یہ دونوں شہید ہوں گے۔

عربی عبارت اور ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد آپ سوچیں کہ کس لفظ کا یہ ترجمہ نخعی شیعہ نے کیا۔ ”حدیجہ کی صرف ایک بیٹی ہوگی۔ یہ صرف“ کا معنی کس لفظ سے لیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر عربی قواعد پیش نظر لفظ ”لسا“ کے مقدم آنے کی وجہ سے تخصیص ہوئی (جو یقیناً نخعی کے ذہن میں ہوگی) تو ہم پر چلتے ہیں یہی لفظ ”لما ابسان“ میں بھی مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ پھر یہاں بھی تخصیص کا فائدہ ہوگا۔ اور معنی یوں بنے گا کہ اس فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹے حسن اور حسین ہوں گے۔ یعنی جس طرح تخصیص کرتے ہوئے حضرت حدیجہ کی صرف ایک ہی بیٹی ہوئی، دوسری کوئی نہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہ کے بھی صرف دو لڑکے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد تھی۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ اگر واقعی نخعی کی طرح اہل بیت کے ساتھ بغض و عناد ہوگا تو یہ ثابت ہو جائیگا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہ

یہی دو صاحبزادے نہ تھے بلکہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہما دونوں بھی ان کی۔۔
صاحبزادیاں تھیں۔ کتب شیعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدہ خاتون جنت کے ہاں حسین
کریمین کا ایک بھائی محسن بھی پیدا ہوا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹوں کے سوا
باقی تمام اولاد کو نجفی نے نکال دیا۔ آخر کیوں بہ صرف اسی لئے کہ چند جاہل شیعہ اس کی اس
تحریر کو پڑھ کر خوش ہو جائیں اور شاباش دیں کہ ہمارے علاوہ اور دلیل نے دیکھو سنیں
کی کتابوں سے ثابت کر دکھایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف ایک ہی تھی
باقی رہبر تھیں۔ لیکن ذرا ہوش و خرد والے جانتے ہیں کہ اسی دلیل میں کتنی پختگی ہے اور
اس کو کس طرح توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔

ایک اور غلط مطلب امر ہے کہ نفعہ لولیا بنت یعنی فاطمہ کے الفاظ سے ایک مفہم
جو بالکل غلط ہے یہ ہی نکلتا ہے کہ اس حدیچہ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی۔ اس میں بیٹی کی
نسبت سیدہ خدیجہ کی طرف کی گئی یہ نہیں کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی سیدہ خدیجہ کے بطن سے صرف ایک لڑکی ہی پیدا ہوگی۔ تو اس مفہم کو سامنے
رکھ کر ان تین بیٹیوں کا سرے سے انکار لازم آتا ہے۔ جن کے حقیقی یا ربیبہ ہونے کی
نجفی نے بحث شروع کر رکھی ہے۔ جب خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہوئی تو تین بیٹیاں
کسی اور کی ہونگی۔ اب وہ کون عورت ہے کہ حضرت رقیہ زینب اور ام کلثوم کو اس
کی بیٹیاں قرار دیا جائے۔ کتب شیعہ بھی خاموش ہیں اور کتب اہل سنت میں کچھ سراغ
نہیں ملتا۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں تخصیص اور حصر مراد نہیں۔ صرف ایک بیٹی کا تذکرہ مقصود
ہے اور اس کے دو صاحبزادوں کی نشاندہی مطلوب ہے۔ نہ کہ ان کے علاوہ دوسروں
کی نفی مقصود۔

آٹھویں دلیل

قول مقبول :-

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر و منشور ص ۲۹۴ پ ۱۳۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۳۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر تزیوج۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ
عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ عَنِ ابْنِ
مَرْدَوَيْهِ عَنِ النَّسِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ فَقَالَ
عَلَيْكُمْ بِنِ ابْنِ طَالِبٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مَعْنَى
أَنفُسِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّا أَنفُسُكُمْ
نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَيْسَ فِيَّ وَلَا أَبَائِي مِنْ
لَدُنْ أَدَمَ سَفَاحٌ كُلُّهَا نِكَاحٌ

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے کہ حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا کہ تحقیق تمہارے
پاس آیا ہے رسول "مِنْ أَنفُسِكُمْ" حضرت علی بن ابی طالب نے عرض
کی کہ یا رسول اللہ انفسکم کا کیا معنی ہے۔ تو حضور پاک نے فرمایا کہ میں تم میں
زیادہ نفیس ہوں اندرون نسب کے اور داماد کے اور حسب کے۔ مجھ
میں اور میرے باؤ اجداد میں آدم سے لیکر مجھ تک سب نکاح سے پیدا ہوئے
ہیں۔ کوئی غلط نکاح نہیں ہے۔

نوٹ:۔ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ میرے
داماد چاہے کسی داماد نہیں ہے اور فخر یہ تب درست ہے کہ وہ تین لڑکیاں جو کفار سے بیابھی
گئی تھیں۔ حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں نہ ہوں۔ اگر ان کو حقیقی مان لیا جائے۔ تو ان کے
نکاح تو کفار کیساتھ بھی ہوئے ہیں اور کافر و کافروں نے پر تو ایک علم لکھی ہیں فخر نہیں کرتا۔

(قول مقبول ص ۲۱۵-۲۱۶)

ب۔ اس دلیل کا خلاصہ صرف دو الفاظ میں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی بن ابی طالب کو جواباً یہ فرمانا ”اَنَا الْقَسَمُ نَسَبًا وَصِهْرًا“ یعنی میں تم سب میں سے نسب اور دامادگی کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہوں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ جو داماد مجھے ملے ایسے کسی اور کو مستر کہیں؟ اس جملہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر فخر کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ جو میرے داماد ہیں۔ ان جیسا تم میں سے کسی کا داماد نہیں۔ لیکن نبی شعیبی نے اس کا جو معنی کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ آپ کا کوئی داماد نہیں۔ یہ مفہوم کن الفاظ کا ہے؟ ذرا اس کی وضاحت چرباتی تو بہتر تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور ان جیسا کسی دوسرے کو داماد نہیں ملا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ہمیں اس کا اقرار ہے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہماری آنکھوں کے نور ہیں اور ان کے بہت سے فضائل و کمالات ہیں جن پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف علی رضی اللہ عنہ تھے، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ خود شیعہ بھی اسے نہیں ملتے۔ آگے چل کر اس کا حوالہ ذکر کروں گا۔ تو جس طرح حضرت علی المرتضیٰ داماد رسول ہیں۔ اسی طرح ابو العاص کو بھی داماد ہی رسول کا شرف حاصل ہے جن کا نام سننا شیعہ گوارا نہ کرے گا۔ حالانکہ کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ حضرت سید و فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری فوتیگی کے بعد میری بجائی ”امام بنت زینب بنت رسول“ سے شادی کر لینا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

منتخب التواریخ :-

حضرت فاطمہ الزہراء بخت امیر المؤمنین دو وصیت فرمود کہ بعد از وفات من امامہ دختر خواہم را تزویج فرما۔

(منتخب التواریخ ص ۲۳ باب اول فضل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کی بعد میری بجائے ”امامہ“ سے شادی کرنا۔

لہذا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے پر فخر فرمایا۔ اسی طرح آپ نے ابوالعاص کے داماد ہونے پر بھی فخر فرمایا۔ اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کو بھی شیعہ کتب نے ذکر کیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں جب محصور تھے۔ تو ابوالعاص رات کے وقت اونٹوں پر گنم لا کر شعب ابی طالب میں چار سال تک بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کے حق میں یوں خوشی اور فخر کا اظہار فرمایا۔

بحار الانوار:-

وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَمَتَدَّ
صَاهِرُنَا أَبُوالْعَاصِ فَأَحْمَدُنَا صَاحِرَةً

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۳۱۱ باب دخوله

الشعب الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ داماد ہونے ہمارے ابوالعاص۔ پس انکی دامادی کا رشتہ ہمارے لئے بہت زیادہ قابلِ تعریف ہے۔

الحاصل:-

قارئین و ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا۔ آپ نے کہ مخفی شیعہ کے طریقہ استدلال میں

کتنی جان ہے۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ حضرت رقیہ زریب اور اہم کلثوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بیٹیاں ثابت کر سکے۔ لیکن جس دلیل کا بھی اس نے سہارا لینا چاہا ہم نے اس دلیل کو الٹا اس کے خلاف جاتے دیکھا۔ نجفی نے کمال مکاری اور عیاری سے ثابت کرنا چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف حضرت علی ہی تھے کیونکہ بقول اس کے آپ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ لیکن انہی کی کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خاتون جنت کے علاوہ اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے بغیر آپ کے اور داماد بھی تھے۔ اور جس طرح آپ نے حضرت علی کے داماد ہونے پر فخر و انبساط فرمایا۔ اسی طرح ابو العاص کی دامادی کو بھی قابل فخر و تعریف کہا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نویں دلیل

نجفی شیبی نے ”صواعق محترمہ“ سے ایک اقتباس پیش کیا۔ اور اس سے بھی یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اور صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ ”صواعق محترمہ“ کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول :-

جب حضرت علی کو معاویہ کا ایک فخریہ خط پہنچا تو جناب علی نے اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ اس خط کا جواب لکھو۔ پھر آنجناب نے یہ لکھوایا کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے نبی ہیں اور میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور حمزہ شہیدوں کا سردار میرا چچا ہے۔ اور جعفر جو صبح و شام

فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتا ہے۔ میرا مال جایا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کی بیٹی میرے دل کا سکون اور میری زوجہ ہے۔ اس کا خون اور گوشت میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کے دونوں سے ان کی بیٹی سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کون ہے جس کو شرف سے ایسا حصہ ملا ہو جیسا کہ مجھے ملا ہے۔ میں تم تمام سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کر گیا۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ اور سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔
(قول مقبول ص ۲۱۷-۲۱۸)

جواب :-

بخنی کی مذکورہ دلیل کو پڑھ کر آدمی سر ہٹا کر بیٹھ جاتا ہے۔ یا اللہ! اس عبارت سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ایک ہی تھی۔ اور باقی تین ربیبہ تھیں۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد مصطفیٰ اور آپ کے بھائی ہونے کا معاملہ ہے۔ کون ہے وہ جو اس سے منکر ہے؟ اسی طرح حضرت حمزہ کے سید الشہداء اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حضرت علی کے دل کا سکون ہونا کون اس کو نہیں مانتا۔ یہ تمام باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے واقعی باعث فخر ہیں۔ لیکن کوئی بخنی غیبطی سے پوچھے۔ خدا را بتلاؤ۔ کہ اس عبارت میں کون سا وہ جملہ ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی داماد نہیں ہے۔“

اگر بخنی اور اس کے خیر خواہ یہ کہیں کہ اَیُّكُمْ لَکُمْ سَخْمٌ کَسَّهْمِی ،
(تم میں سے وہ کون ہے کہ جو بزرگی و فخر کے اعتبار سے مجھ جیسا حصہ رکھتا ہو) کا جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو ان سے پوچھا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں کس کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں؟ جواب یہی ہوگا کہ اس کے مخاطب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ یہ خط انہیں ہی

لکھا گیا تھا۔ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا و احباب جو اس وقت ملک شام میں تھے۔ ان تمام میں کوئی بھی ایک فرد ایسا نہ تھا۔ جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داماد ہو۔ دامادی مصطفیٰ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لئے خط میں حضرت علی نے جو کچھ لکھا۔ بالکل حق تھا۔

ہاں نخعی کی یہ دلیل اس وقت شاید کام دے جاتی۔ جب اس کلام کے مخاطب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا و کار ہوتے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔ تم میں سے کون ایسا ہے۔ جسے میری طرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف و اعزاز ملے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز و فخر ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ وہ سیدہ فاطمہ بنت جنت کے خاوند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ان کے عقد میں تھی۔ تو یہی امر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی باعث فخر ہے۔ بلکہ زیادہ باعث ناز۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے عقد میں دیں۔ اسی مرتبہ و شان امتیازی کے باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ رسالت میں ہی ”ذوالنورین“ کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ اس امر کی تصدیق ایک شیعہ مورخ نے بھی کی۔ منتخب التواریخ کے مصنف محمد ہاشم خراسانی نے لکھا۔

منتخب التواریخ:-

واما محدث مکرمہ ۱۰۰ کلشوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از جناب رقیہ عثمان تزویج شد و لا عثمان را ”ذوالنورین“ میگویند۔

(منتخب التواریخ ص ۲۵ فصل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ تہران)

طبع جدید

ترجمہ :- بہر حال قابل احترام بی بی "ام کلثوم" جن کا اسم گرامی آمنہ تھا حضرت قبیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی کے عقد میں آئیں اسی بناء پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں، انھیں "ذوالنورین" کہتے ہیں (یعنی دونوں والا) قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام ذوالنورین کیوں کہتے تھے۔ اس شیعہ مورخ نے اس کی وجہ یہی بیان کی کہ چونکہ ان کی زوجیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم) یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہی وہ دو صاحبزادیاں ہیں کہ جن کا بخفی کو قتل ہے کہ یہ اور ان کے علاوہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دو صاحبزادیاں نہ تھیں اگر بخفی کی اس بات میں کوئی صداقت ہوتی تو صحابہ کرام جو واقعات و حالات کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے کہ رقیہ اور ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کیوں کہتے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس حقیقت سے بالکل آشنا تھے کہ حضرت عثمان کے عقد میں آیہ الی دو مستورات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ یہی حقیقی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہم شیرگان ہونے کی وجہ سے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے خلائم قرار پائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے خاتمہ ہونے پر ناز فرمایا۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ذبح عظیم :-

آنحضرت نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ حسین وہ

ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی کے سب لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا نانا تو رسول خدا اور نانی جناب خدیجہ ہے۔ جو تمام ملت اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں۔ اور یہ وہ حسین ہے جو اپنی خالہ اور ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے ماموں تو قاسم، عبد اللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ اور حسین وہ ہے کہ جو اپنی پھوپھی اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے چچا تو جعفر اور عقیل ہیں۔ اور پھوپھی حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا الخ۔ (ذبح عظیم مصنفہ سید اولاد حیدر فوق باگرامی ص ۲۴ مطبوعہ لاہور)۔

آپ نے اس عبارت سے یہ ملاحظہ فرمایا کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز تھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کسرتھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجہ مقدسہ تھیں۔ جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ ان کے چچا تھے۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم ان کی خالائیں ہیں۔ اگر یہ تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ربیبہ ہوتیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نہ یہ ہمیشہ گان ہوتیں۔ اور نہ ہی پھر حسین کریمین کی خالائیں ہوتیں۔

دووی دلیل

صاحب قول نام مقبول نے اس دلیل کا عنوان ان الفاظ سے باءدعا ہے: ”طواد رسول ہونے کو تمام علماء نے مولیٰ علی کے فضائل و اقباب میں شمار کیا ہے“ اس منوی کے بعد تقریباً دو ورق پر مشتمل تحریر میں جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! تیرا مرتبہ میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں آئیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت مباہلہ حضرت علی کو بھی شریک فرما کر ان کی شان بیان کر دی۔

ان دونوں باتوں کے ثبوت کے طور پر نجفی شیعہ نے ”القول المہم“ اور شرح فقہ کبیر کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے

قول مقبول۔

حضرت علی ابی القلب مرتضیٰ ہے۔ نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر ہیں۔ نبی پاک کے چچا کے بیٹے ہیں۔ اور بند درجہ کے عالم ہیں اور بڑے بڑے صحابہ مشکلات میں حضرت علی سے پوچھا۔

نوٹ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے وہ فضائل ہیں جن کی گواہی دشمن بھی دیتے ہیں۔ اور فضیلت ہوتی بھی وہی ہے جس کی گواہی دشمن دیتے ہیں۔ جناب امیر کی فضیلت یہ ہے کہ ولما در رسول ہیں۔ اس کی گواہی اپنے اور پسے موافق اور مخالف سب دیتے ہیں اور جناب عثمان کی کسی فضیلت کی گواہی کسی مخالف نے نہیں دی۔

(قول مقبول ص ۲۲۵-۲۲۶)

جواب ہے۔ نجفی کا دعویٰ آپ نے پڑھا۔ یعنی یہ کہ ”درج ذیل دلیلوں کی روشنی میں عثمان کا داماد اصل ہونا سفید بھڑٹ ہے“ اور اس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر جس دلیل کو اس کی زبانی قول نامقبول ہے ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مندرجہ دعویٰ کے ثابت کرنے میں کہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کون سا ایسا جملہ ہے کہ جس کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل نہ تھا۔ دلیل کے اندر جو نجفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب ذکر

کئے۔ اس سے کون سا اُس تیر مارا۔ کیونکہ ان فضائل و مناقب کے متعلق ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کمالات سے نوازا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل و کمالات کے ہم کب منکر ہیں لیکن اس اقرار کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل بھی ہیں جن میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلہ اور برابر نہیں۔ ان مخصوص فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ اعزاز کسی دوسرے کو نہ مل سکا۔ اور نہ تاقیامت اس کے حصول کا امکان باقی ہے۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیائے اکرام اور رسولانِ عظام کے امتیوں میں سے کسی امتی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ بیعت رضوان کے مبارک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام موجود صحابہ کرام سے بیعت لی تو اس وقت ہر صحابی نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر رکھ کر بیعت کی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی تھی کہ جن کی طرف سے بیعت کے لئے حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت لی۔ یہ بھی ان مخصوص فضائل میں سے ایک ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہوا۔

(دیکھئے تاریخ التواریخ حیات رسول حقہ دوم)

جنگ تبوک کی تیاری کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جس قدر مالی تعاون کیا کسی صحابی نے اتنی مقدار میں تعاون نہیں کیا۔ خود شیعہ لوگ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اس عظیم مالی خدمت و تعاون کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا:

لَا يَصْرُوْا عُثْمَانَ بِمَا لِيْ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا۔ (تاریخ روضۃ

للصفا جلد ۲، صفحہ ۳۰۷ اور تاریخ التواریخ حیات رسول حقہ سوم) یعنی آج کے

بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل بھی نقصان نہ دے سکیگا۔ بلکہ اسی کتاب میں یہاں
 یہ لکھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کے عالم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
 کے لئے ان انعامات کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ ارْضُ عَنْ عُثْمَانَ فَاِذَا
 رَاحَ عَنْ عَرْسِهِ۔ اے اللہ! میں تو عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ غزوہ
 تبوک میں مالی تعاون کرنے کے صلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو
 حضرت عثمان کو مقام عطا ہوا۔ اور جن اعزازات سے آپ نے انہیں نوازا۔ اس
 خصوصیت میں بھی ان کے ساتھ کوئی دوسرا صحابی شریک نہیں۔ بہر حال مختصر یہ کہ اللہ
 تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام کو مختلف مخصوص
 فضائل و مناقب سے نوازا۔ ہم اس کے قطعاً منکر نہیں۔ لیکن ہم اس بات کو حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخصوص فضیلت قطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی دامادی کا شرف صرف حضرت علی کو ہی حاصل ہوا۔ بلکہ خود اہل تشیع بھی اس
 معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں۔ صرف نجفی حنبلی اور اس جیسے چند سر پھرے ہی اپنی ڈیوڑھی
 اینٹ کی الگ مسجد بنا بیٹھے ہیں۔

مذکورہ دلیل سے کوئی بھی صاحب انصاف وہ نتیجہ نہ نکال سکے گا۔ جسے موضوع قرار
 دے کر پھر اس کی تائید میں نجفی نے ادھر ادھر کی قلابازیاں کھائیں۔
 (فاعتبروا اور لی الا بصار)

گیارہویں دلیل

صاحب قول نامتبول نے بھی پچھلی دلیل کی طرح اس دلیل کا بھی ایک عنوان
 بنا دیا۔ وہ کہتا ہے۔ وہ فاطمۃ الزہراءؑ کا خواہر بڑا حضرت علی کا وہ شرف ہے جس کے
 بارے میں ابن عمرؓ اور حضرت زکریاؑ بڑی رکھ تھے۔ اس کے بعد نجفی مذکور نے اہل سنت

کی ایک عربی کتاب ”صوائق محترمة“ کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول :-

حضرت عمر کہتے تھے کہ حضرت علی کو تین فضیلتیں ایسی عطا ہوئیں۔ مجھے ان میں سے اگر ایک بھی حاصل ہو جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سی فضیلتیں؟ حضرت عمر نے کہا پہلی فضیلت ان کی یہ ہے کہ ان کی شادی رسول اللہ کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ وہ مسجد میں اس طرح آجاسکتے تھے جو میرے لئے جائز نہ تھا اور تیسری فضیلت یہ کہ خیبر کے دن انھیں پرچم اسلام ملا۔
(قول مقبول ص ۲۲۷-۲۲۸)

برصوائق محترمة کے ترجمہ سے نجفی نے یہ ثابت کیا کہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس بات کا شک تھا کہ کاش ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہوتا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر کو زوجیت میں لانے سے حاصل ہوا۔ تو اس پر اعتراض کیسا؟ اور اس حسرت کے اظہار میں ان دونوں حضرات نے آخر کونسی غلطی کی۔ جو نجفی کے لئے قابل نفرت بن گئی۔ اگر صرف حسرت کرنا قابل اعتراض ہے۔ تو پھر نجفی ہی بتائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہے گا۔ کیونکہ آپ نے بھی ایک موقع پر حسرت کا اظہار فرمایا۔ جسے کتب شیعہ میں ذکر بھی کیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ :-

أَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي أُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيهَا
فِيَاثَهُ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُ

وَأُعْطِيَ فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ ذَوْجَةً وَلَمْ
أُعْطَ مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَايِهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ
أُحْطَ مِثْلَهَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۱ نور نبوی مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:۔ تین وہ خوبیاں جو حضرت علی المرتضیٰ کو عطا کی گئیں۔ میں بھی ان میں اس کا
شریک نہیں۔ انھیں شجاعت اتنی دی گئی کہ مجھے ویسی نہ دی گئی۔ انھیں
بطور بیوی فاطمہ الزہرا ملیں۔ مجھے ان جیسی زوجہ نہ عطا ہوئی۔ انھیں
دور کے حسن و حسین دیے گئے۔ مجھے ایسے نہ ملے۔

ناظرین کرام! آپ نے دلیل پڑھی۔ دعویٰ دیکھا۔ کہیں اس دلیل میں کوئی ایسی
سٹر آپ کو نظر آئی ہو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صرف
ایک ہی تھی۔ یعنی خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور باقی تین بیٹیاں
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔ نجفی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں دلائل سے ثابت کر دیتا
کہ جناب رقبہ، زینب اور کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں لیکن
اس کا دعویٰ کے ثبوت کے لئے اس دلیل کو کہیں دور تک بھی نام و نشان نہیں پہنچا
اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ اس نام نہاد ”حجۃ الاسلام“ کو بے تنگی باتوں میں یدِ طولیٰ حال
ہے۔ شاید اسی قسم کی موضوع سے کوسوں دور باتوں کے صلہ میں اس کو یہ لقب ملا ہو
اور ایسی ہی من گھڑت باتوں کی وجہ سے یہ ”وکیل“ ہو گیا ہو۔

بارھویں دلیل

نجفی نے اس بارھویں دلیل کا بھی عنوان باندھا۔ ”نبی کریم نے اپنے داماد حضرت
علی کی تعریف فرمائی“ پھر اس عنوان کے تحت اہل سنت و جماعت کی کتاب المناقب

خوارزمیؒ ص ۲۴۳ کی عبارت نقل کی۔

قول مقبول بر

زَوْجَةُ رَسُولٍ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ وَقَالَ لَهَا زَوْجُكَ
سَيَّبِدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ -

ترجمہ: نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی بیٹی فاطمہؑ کا رشتہ دیا۔ اور بیٹی سے کہا میں نے
تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا اور آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔
(قول مقبول ص ۲۳۱)

جواب :- گزشتہ دلائل کی طرح اس دلیل میں نفس موضوع سے دور ہیک کا تعلق نہیں۔
اس دلیل ضلیل کے دوران بھی نجفی خطبی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق بہت سی واہمی
لکھیں اور تبرا بازی پر اتر آیا۔ آپ خود اس دلیل کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں کونسی
وہ عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ سیدہ فاطمہؑ جنت رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی کوئی نہیں تھی۔

”مناقب خوارزمیؒ“ کے حوالہ سے جو صاحب قول نام مقبول نے تحریر کیا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ سے فرمایا۔ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو
دنیا و آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔ تو اس بات سے نجفی کو کیا فائدہ۔ اس امر کا اگر کوئی
منکر ہوتا تو اس کے سامنے یہ فضیلت بیان کرنا زیب بھی دیتا۔ ہم بحمد اللہ اس فضیلت
کے قائل ہیں اور حضرت علیؑ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس وصف کا کوئی منکر نہیں۔ لیکن
سوال یہ ہے کہ اس کا آخر موضوع سے کیا تعلق ہے؟

ہاں ایک بات ضرور قابل توجہ ہے۔ کہ نجفی کی مذکورہ عبارت کے متعلق کتب شیعہ
میں مذکور ہے کہ سیدہ فاطمہؑ الزہراءؑ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آہ و بکا کی اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اباجان! آپ نے میرا عقد ایک ایسے آدمی سے کیا۔ جو فقیر ہے۔
تو اس آہ و بکا اور فقر کے طعنہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستبراز کیا اور فرمایا۔

بحار الانوار

إِذْ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ وَهِيَ تَبْكِي فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهَا وَقَالَ مَا
مِثْلُكَ لَا أَبْنَى اللَّهُ عَيْنَيْكَ يَا حُورِيَّةَ قَالَتْ مَرَرْتُ
عَلَى مَلَاةٍ مِنْ نِسَاءِ قُرَيْشٍ وَهُنَّ مُتَخَضَّعَاتٌ فَلَمَّا
نَظَرُنَ إِلَيَّ وَقَعُوا فِيَّ وَفِي ابْنِ عَمِّي فَقَالَ وَمَا سَمِعْتَ
مِنْهُنَّ قَالَتْ قُلْنَ كَأَن قَدْ عَزَّ عَلَى مُحَمَّدٍ أَلْ
يُزَوِّجُ ابْنَتَهُ مِنْ رَجُلٍ فَقِيرٍ قُرَيْشِيٍّ وَأَقْلَهُهُمْ
مَالًا فَقَالَ لَهَا وَاللَّهِ يَا بِنْتِي مَا زَوْجُكَ وَلَكِنَّ
اللَّهِ زَوْجُكَ مِنْ عَلِيٍّ۔

(بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۵۰ تاریخ سید النساء فاطمہ زہرا۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنا نکاح اندسائیں۔ اور وہ روزی تھیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر رکھ کر پوچھا۔ رونے
کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تجھے خوش و خرم رکھے۔ جناب فاطمہ نے کہا۔ قریشی
عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر میرے
اور میرے خاوند (چچا) کے بھائی کے متعلق کچھ کہنے لگیں۔ آپ نے
پوچھا۔ تم نے ان سے کیا سنا۔ بولیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک غریب فقیر قریشی سے کر دیا ہے۔ اور اس کے

پاس مال و دولت کچھ بھی نہیں۔ آپ نے یہ سب کر فرمایا۔ بیٹی اتیری شادی
اُس سے می نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

بجٹی نے یہ حوالہ جو ذکر کیا۔ تو اس سے یہ ثابت ہونا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی
بیٹی ایک ہی ہے۔ بہت دُور کی بات ہے۔ لیکن بظاہر فضیلت بیان کرنے کے رنگ
میں جس طریقہ سے یہ فضیلت بیان کی گئی۔ دیکھا جائے تو اس میں حضرت سیدنا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہے۔ ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں۔ اے اللہ! ان شیعوں کو راہِ راست کی
ہدایت عطا فرما۔

تیسری دلیل

اس دلیل کا صاحبِ قول نامقبول نے عنوان یوں باندھا: جناب فاطمہؑ بچپن کی
خدمات بارگاہ رسالت میں، اس عنوان کے بعد صحیح البخاری کے باب الجہاد ص ۴۳ کی
عبارت کا ترجمہ یہی لکھا۔

قول مقبول:

راوی کہتا ہے کہ نبی پاکؐ کے سائے میں نماز پڑھتے تھے۔ اور مکہ میں کسی
جگہ کچھ اونٹ خر کئے گئے تھے۔ ابو جہل اور کچھ اور لوگوں نے کچھ آدمی بھیجے اور وہاں سے
کچھ گندگی اور فحاشی منگوائی اور اس گندگی کو حضور پر ڈال دیا۔ پس جناب فاطمہؑ آئیں۔
اور اس گندگی کو حضور پاکؐ سے بنایا۔ حضور پاکؐ نے بددعا فرمائی کہ خدایا قریش کو اپنی گندگی
سے بے حس و نا اوجہل عقبہ اور شیوہ۔ نیز ان چند لوگوں کے نام لے۔ راوی کہتا ہے کہ میں
نے ان تمام لوگوں کو جنہیں حضورؐ نے بددعا دی تھی۔ دیکھا کہ ان کے مُردے بدر کے کنوئیں
میں پڑے تھے۔ (قول مقبول ص ۲۳۳-۲۳۴)

نہجی نے اس دلیل سے یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی غلاطت یا اونٹوں کی ادھیری دُور کرنے والی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ مگر یہی کے علاوہ سرحدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور حقیقی بیٹی ہوتی۔ تو وہ بھی آپ کی اسی طرح ہڈ ہوتی۔ اور آپ کے جسم اقدس سے غلاطت دُور کرتی۔ لہذا صرف حضرت فاطمہ الزہراء کے اس فعل سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی حقیقی بیٹی تھیں۔

جواب ہے :- آپ حضرات اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت خاتونِ جنت کی ہمدردی اور غلاطت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے دُور کرنا کیا اس سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو نہجی خبطی نے ثابت کرنا چاہی۔ یہ توڑیں ہی ہوا کہ کوئی شخص کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے غلاطت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی دُور کر سکتے تھے۔ لیکن نہیں کی۔ تو کیا اس وجہ سے یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ ورنہ وہ ضرور ہمدردی کرتے۔ کیا دعویٰ کیا اور کیسی دلیل بڑی؟ واہ رے واہ ”حجۃ الاسلام“ کی جتیں اور عاقبتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو آک بیت النبی سے نکانے کے لئے بیچاے خبطی کو کیا کیا پاڑ پینے پڑے۔ لیکن بذنامی اور روسیاهی کے ساکچہ میسر نہ آیا۔

بہودہ صویں دلیل

نہجی شبی نے اس دلیل سے پہلے بھی ”جناب فاطمہ الزہراء کی جگہ اہل نبی کریم سے ہمدردیاں، منواہن باندھلے اور پیر صحیح البخاری کے باب الجہاد سے ہی ایک حدیث کا ترجمہ لکھ دیا۔

قول مقبول :-

راوی کہتا ہے کہ جگہ اہل نبی کریم کا چہرہ زخمی ہو گیا اور ایک دانت ٹوٹ گیا۔

اور حضور کے سر پر خود ٹوٹ گیا۔ جناب فاطمہ بنت رسول اور حضور کے زخم کو دھوتی۔ اور حضرت علی ڈھال میں پانی بھر کر (ان کے زخم پر) ڈالتے تھے۔ جب بی بی نے دیکھا کہ کہ خون نہیں رک رہا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا یا جب وہ لکھ ہو گئی تو اس کو زخم پر لگایا پس خون ٹرک گیا۔

(قول مقبول ص ۲۳۷)

نجفی شیعہ نے اس حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے ہی غزوہ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھویا۔ حالانکہ اس غزوہ میں حضرت عائشہ بھی حاضر تھیں۔ لیکن خاتون جنت کے مرہم پٹی اور زخم کے دھونے کے وقت حضرت عائشہ غیر حاضر تھیں۔ ان کی غیر حاضری سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح اسی غزوہ میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جاک کھڑے ہوئے تھے۔ عائشہ مدیقہ بھی موقعہ پا کر جاک نکلی تھیں (معاذ اللہ) اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمدردی ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتیں۔ اسی طرح اگر اُم کلثوم زوجہ عثمان غنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہوتیں تو وہ یقیناً حضرت خاتون جنت کے ساتھ مرہم پٹی کرنے میں شرکت کرتیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ اُم کلثوم وغیرہ حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

جواب: حیرانی کی بات ہے کہ نجفی خطبی نے یہ کلیہ اور قاعدہ کہاں سے حاصل کیا کہ ایک شخص کی اولاد میں سے اگر کوئی ایک فرد کسی مجبوری کے وقت اس کے کام آتا ہے۔ اور دوسرے غیر حاضر ہوں۔ تو غیر حاضر تمام کے تمام اولاد ہی نہ رہیں۔ بلکہ اجنبی قرار پائیں۔ کہاں ہے یہ ضابطہ؟ کس کتاب میں اس کا ذکر ہے آخر کوئی نہ کوئی تو ثبوت چاہیے۔

ایک باپ کی اولاد اپنے والدین کے مختلف کاموں میں ہاتھ بٹاتی ہے کسی کام

کے وقت کوئی حاضر ہوتا ہے دوسرا نہیں۔ اور کسی دوسرے موقع پر کوئی اور اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ ایسا ہونا عام مشاہدہ ہے۔ تو اگر اس قاعدہ اور ضابطہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو نجفی شیعہ کی اختراع ہے تو پھر کسی شخص کی کوئی بھی حقیقی اولاد باقی نہ رہے۔ آخر کبھی نہ کبھی ہر ایک غیر حاضر ہو ہی جاتا ہے۔ ہاں اگر برقت موجودگی صرف بچہ بڑھ کر اپنے والدین کی خدمت کرے تو وہ لائق تحسین ہوتا ہے۔ اور دوسرے کو بھی ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس نے فلاں وقت اپنے والدین کی خدمت میں سستی برتی۔

الحاصل :-

.. اگر نجفی غلطی وغیرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی صاحبزادیوں کی شان میں گستاخی ہی کرنی تھی۔ تو اسے یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ ابو جہل وغیرہ کفار کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گندگی پھینکی گئی۔ تو ام کلثوم، رقیہ اور زینب نے باوجود وہاں موجود ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت نہ کی۔ اور کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار نہ کیا۔ اور غزوہ احد میں موجود ہوتے ہوئے ان لڑکیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کی مرہم پٹی وغیرہ نہ کی۔ لیکن اتنی بات بھی ثابت نہ کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ آخر اس میں کیا ربط ہے اور اپنے دعویٰ کے ساتھ ان دلائل کا کیا تعلق ہے؟

صاحب قول نامتقول کے پیش کردہ چودہ دلائل بمعہ ان کے دندان شکن جوابات۔ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمائے۔ اس بحث کے آخر میں ہر اہل نظر قاری و ناظر سے میری التماس ہے کہ آپ نے دعویٰ جات اور انکے دلائل بھی دیکھے اور میری طرف سے ذکر کئے گئے جوابات پر بھی نظر ڈالیں۔ ان تمام باتوں کے بعد میں یہ دیکھتا ہوں کہ حق و باطل کے امتیاز کرنے میں آپ کو کوئی وقت پیش نہ آئیگی۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے اور باطل دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)

خاتمہ فصل

اور فتوحات شیعہ، شیعہوں کی وہ کتاب جس میں مولوی محمد اسماعیل شیعہ کے مناظروں کی روئیداد نقل کی گئی ہے۔ اس میں ایک مناظرہ کی کاروائی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شیعہ کا بنات رسولؐ کے موضوع پر جب مولوی دوست محمد قریشی کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو مولوی محمد اسماعیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیوں کو اہل سنت کی تین کتب سے دبیہ ثابت کر دیا اور مولوی دوست محمد قریشی کو خاموش کر دیا۔ اسی طرح اسی فتوحات شیعہ کے ص ۱۹۸ پر بنات رسولؐ کے موضوع پر ایک مناظرہ کے بارے میں (جو مولوی احمد علی مرزائی کے ساتھ ہوا) لکھا ہے کہ اس میں بھی انہی تین کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے گئے۔ مزید یہ بھی کہ تفسیر نیشاپوری میں آیت ”وَدَبَّابُكُمْ الْيَتَّى“ کے تحت صاف مذکور ہے کہ ”کَبَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ“، یعنی ربیبہ بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ ”فتوحات شیعہ“ کی عبارت یہ ہے۔

فتوحات شیعہ :-

مبلغ اعظم (مولوی محمد اسماعیل شیعہ) نے ان روکیوں کا ربیبہ ہونا کتب اہل سنت یعنی سیرت ابن ہشام جلد چہارم ص ۲۹۳ تفسیر نیشاپوری جلد پنجم ص ۹ تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۴۲ وغیرہ سے پیش کر کے مولوی دوست محمد کے جذباتی بیانیوں کو ختم کر دیا۔ مبلغ اعظم نے فرمایا مولانا! آپ ان علمائے اہل سنت پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں جنہوں نے کہا کہ یہ بیٹیاں۔ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہروں سے تھیں اور آپ کی تربیت میں آگئیں یعنی نبی علیہ السلام کی ربیبہ بیٹیاں تھیں، اس لیے اگر آپ نے رقیہ اور ام کلثوم کا عثمان غنی سے عقد کیا ہے تو اس

شہنشاہی و سرکے حقیقی وادوات نہیں ہوتے، ہونے پر نیز فیستہ میں آپ لکھیاں دیکھیں۔

افتوحات شہرہ آریزہ و انتخاب نامی

نہجی سنت علیہ السلام اور

بہرین فتوحات شہرہ آریزہ کے ناموں کا تصور سے رقی کر یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رقی

ما جب رقی عدویہ ایک سیدہ کا نام لکھا تھا، اور دوسری میں ما جب "ویاں" لکھا
اپنی دیکھیں نہیں جو زیر قلم ہیں۔

جواب:-

مورود اسماعیل شہرہ آریزہ کی سنت رقی میں فتوحات شہرہ آریزہ اسماعیل شہرہ آریزہ
لکھتے ہیں حضرت ذریب، حضرت سیدہ و قیہ و سیدہ، یہ کثرت لکھی، اللہ علیہ وسلم کا
ویرہ ہونا ثابت یہ ہے۔ یہ لکھا ہے جو سمجھتی تھیں کہ اس میں اللہ علیہ وسلم کی لکھیوں نے
مورود دست محمد قوشی کو خاوشی لکھا تھا۔ تاہم اس میں تسلیم ہے۔ اگرچہ اس کی مناسبت
میں موجود تھے، مگر اس کی لکھی سے لکھی غیر واضح عبارتوں سے جن میں رقی کر یہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا کہ شریف ملک نہ کہ نہیں، اور نہ ہی ان صاحبزادوں کے رقیہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔
مورود دست محمد قوشی خاوشی ہو گئے ہوں۔ اور محمد قوشی خاوشی ہو گئے ہوں۔
مگر یہ بھی کہ راقیوں کو مورود اسماعیل صاحب نے یہ عبارت پیش کی تھی۔ یہ عبارت
تاکید میں لکھی ہے کہ محمد قوشی شہرہ آریزہ کی لکھی میں اور ان کے ہاتھ میں یہ عبارت
پیش کی ہے۔ یہ عبارت یہاں سے مورود دست محمد قوشی نے یہ عبارت لکھی ہے اور مورود
اسماعیل صاحب نے یہ عبارت لکھی ہے۔ اور ان کے ہاتھ میں یہ عبارت لکھی ہے۔
میں سے اور ان عبارتوں کی تائید میں ہے۔ اور ان عبارتوں کی تائید میں ہے۔
وہی عبارت ہے۔ "اس عبارت میں رقی کر یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسماعیل صاحب۔"

جو الفاظ پیش کئے کہ در کتبناک رسول اللہ من خدیجۃ، یہ ایک علمی اور گہری بحث ہے جو نام نہاد مبلغ اعظم کی سمجھ شریف میں آنے والی نہیں ہے۔ مجموعوں میں نایاب کو ذکر عوام کو خوش کر لینا ایک الگ بات ہے اور علماء حق کے سامنے بات کرنا چیز دیگر۔

مذکورہ حوالہ بات قارئین کرام کے سامنے رکھیں گے، ان کا مفصل مفہوم و مطلب بیان کریں گے اور بتائیں گے کہ ان حوالوں کا بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ بحث وضاحت طلب اور کسی قدر طویل بھی ہے۔ اس لئے پہلے ہم آپ کو سیرت ابن ہشام کی عبارت دیکھتے ہیں۔ اس آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے اس عبارت میں کس قدر فراڈ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کی بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبارت ملاحظہ ہو۔

سیرۃ ابن ہشام

وَقَالَ الزُّبَيْرُ وَلَدْتُ لِعَتِيقٍ جَارِيَةً اسْمُهَا
هِنْدٌ وَلَدْتُ لِهِنْدٍ ابْنًا هَالَةً ابْنًا
اسْمُهُ هِنْدٌ اَيْضًا مَاتَ بِالْقَاعُونَ طَاعُونَ
الْبَصْرَةِ وَكَانَ قَدْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَخْرُجًا
مِنْ سَبْعِينَ اَلْفًا فَشَغَلَ النَّاسَ بِجَنَائِزِهِمْ
عَنْ جَنَازَتِهِ فَلَمْ يُوجَدْ مَنْ يُحْمِلُهَا
فَنَاحَتْ نَادِيَةً وَهِنْدُ بْنُ هِنْدَاهُ وَرَبِيبُ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمْ تَبْقَ جَنَازَةٌ اِلَّا تُرْكَتْ وَ
اُحْتُمِلَتْ جَنَازَتُهُ عَلَى اَطْرَافِ

الْأَصَابِعِ إِعْظَامًا لِرَبِيبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ الدُّوَلَابِيُّ وَ
 لِيَخْدُجَةً مِنْ أَبِي هَالَةَ ابْنَانِ غَيْرُهُمَا
 إِسْمُ أَحَدِهِمَا الظَّاهِرُ وَاسْمُ الْآخَرِ هَالَةُ...
 ذُكِرَ أَنَّ خُدَيْجَةَ وَلَدَتْ لِلنَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَهُ كُلَّهُ إِذْ بَرَاهِمِمْ
 فَإِنَّهُ مِنْ مَارِيَةِ

السيرة النبوية لابن هشام
 جلد اول ص ۱۲۷ فصل فی تزویجہ
 علیہ السلام خدیجۃ رضی اللہ
 عنہا مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان

ترجمہ:-

زیر نے کہا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے آپؐ
 کے پہلے خاوند عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ہند تھا اور
 آپؐ کے بطن شریف سے آپؐ کے دوسرے خاوند ہند ابی ہال سے
 ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بھی ہند تھا۔ جو طاعون کی بیماری سے جو
 میں فوت ہو گیا۔ اس دن تتر تتر ہزار افراد فوت ہو گئے۔ لوگ ان کے جنازہ
 میں مدد دے ہوئے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اس دہندہ کو اٹھاتا۔ اس
 وقت حضرت خدیجۃ رضی اللہ عنہا کی بیٹی علیؓ کی والدہ بڑے بڑے
 آپؐ نے چاروں ہند بن ہند دہند بن ہند بن ہند بن ہند
 صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو جن لوگوں کو خدیجہؓ نے

ہند کے جٹازے کو اٹھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریسب کی تعلیم کرتے ہوئے اسی کو دولا بی نے ذکر کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ابو ہار کے اسی نام کے علاوہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کلامی ہر اور دوسرے کا ہاتھ۔ ذکر کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ حضرت ادریہ قبیلہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

ناظرین کرام! آپ نے سیرت ابن ہشام کی اصل عربی عبارت اور اسی کا اردو ترجمہ دیکھ لیا۔ اسی میں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کا نام تک موجود نہیں چہ جائیکہ ان کے مدعیہ ہونے کا ذکر ہو۔ حوالہ مذکورہ میں ہندابی ہار کے ایک بیٹے کا نام ہند ذکر ہوا جس کے فوت ہونے پر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے دعا پڑھائی: «وَ اِحْنَدُ مِنْ هِنْدَ ؕ» اور «وَ اَرِيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم» فرمایا صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعیہ مائی ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ہند ہی ہند کو فرمایا ہے۔ یہاں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا مدعیہ ہوتا کیسے ثابت ہو گیا؟

اسی حوالہ میں آپ نے پڑھ لیا کہ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف سے ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب کو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا مدعیہ ہوتا ثابت کرتے۔ حالانکہ سیرت ابن ہشام کی محولہ بالا عبارت سے صریح ہند ہی ہند لائی بالاکاریب ہوتا ثابت ہوتا ہے۔ اسی کے برعکس ہم نے تین سے زائد شیعہ کتب معتبرہ سے حضرت زینب، حضرت رقیہ اور

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کی حقیقتی سیما اللہ موتانا بہت
کیا ہے۔

دیکھا آپ نے کہ اس نام نہاد محب الہی بیت اللہ بزرگ خوش نصیب نے
میں قدر و حق کے اور قریب سے کام کیا ہے؟ اور آل رسولؐ سے کس حد و شہمتی
کا خیال رکھا ہے؟ اگر آپ خود فرمائیں گے تو اس حقیقت کو پا میں گے کہ یہ لوگ رسولؐ
و آل رسولؐ کے محبت نہیں رہتے دشمن ہیں۔ یہی کرم علیہ السلام کی سادہ دہریوں کے
ساتھ دشمنی آپؐ کی نزول کے ساتھ عدوت ہے۔ آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بغض و عناد
کتاب اللہ میں تحریریت کا اعلان ہے۔ یہ وہ قاطعہ حق اللہ عنہا کی اور اہل سے صرف
یارہ اماموں کا اقرس باقی سب سے انحراف۔ یہ شیعہ فرقہ کی خصوصیات ہیں۔
فاغیروا یا اولیٰ الالبصار

تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری سے مولوی اسماعیل صاحب

کے حوالہ جات کی حقیقت۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ ایک دقیق علمی بحث ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کے
میں کدو لگے نہیں۔ ہمارے خیال میں مولوی صاحب اللہ جلالت کو سمجھ ہی نہیں گئے
اور اگر سمجھتے ہیں تو تبتانی و جدوجہد کے اور قریب سے کام کیا ہے۔ اس قدر کہ حقیقت کو
استکارا کرنے کے لیے بد تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری کے دونوں حوالوں کو متل ٹوتے ہیں
واضح ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے لالہ اب علم و دیانت کا خون کیا ہے
لاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر :-

لَا عَلَىٰ هَذَا التَّقْدِيرِ يَصِيرُ نَظْمُ الْآيَةِ هَكَذَا
 وَأَمَّهَاتُ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَيَكُونُ
 الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ " مِنْ " هَهُنَا التَّمْيِيزُ ثُمَّ
 يَقُولُ وَرَبَّائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ
 مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَيَكُونُ
 الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ " مِنْ " هَهُنَا ابْتِدَاءُ
 الْغَايَةِ كَمَا يَقُولُ يَدَاثُ الرَّسُولِ مِنْ خُدَيْجَةَ
 فَيَلْزِمُ اسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِي كِلَا
 مَفْهُومَيْهِ وَإِنَّهُ غَيْرُ جَائِزٍ -

تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۲ مطبوعہ مطبعة

البيعة المصرية سن طباعت

(۱۳۵۶ ہجری)

ترجمہ :- اس تقدیر پر آیت کی عبارت یوں ہوگی درو اممہات نساءیکم
 الاتی دخلتم بهن یعنی حرام میں تم پر تمہاری ان بیویوں کی مائیں
 جن سے تم نے جماع کیا ہے پس اس تقدیر پر کلمہ در میں ، تمیز کے لیے
 ہوا۔ پھر کہے۔ ووربائیبکم الاتی فی حجورکم من نسائکم
 الاتی دخلتم بهن یعنی تمہاری پروردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں
 ہیں وہ حرام ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم نے دخول
 کیا تو اس تقدیر پر کلمہ در میں ، ابتدا کے غایت کے لیے ہوا۔

جیسے کہ ابتدائے غائت کے لیے ہے اس عبارت میں کلمہ برن کا یہی ہے
 جملہ میں و رِبَّنَاتُ الرَّسُولِ مِنْ خُدَيْجَةٍ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ پس لازم اے
 گا استعمال کرنا لفظ (مِنْ) کا جو وہ مفہوموں (تمیز اور ابتداء کے غائت) میں مشترک
 ہے اور یہ ناجائز ہے۔

تفسیر نیشاپوری :-

أَمَّا اشْتَرَا ط الدُّخُولِ بِأَمَتِهَا فَلِقَوْلِهِ مِنْ
 نِسَائِكُمُ اللَّائِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ
 بِرَبِّائِيكُمْ كَمَا تَقُولُ بَنَاتُ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُدَيْجَةٍ وَأَيْضًا
 عَوْدُ الشَّرْطِ إِلَى الْجُمْلَةِ الْأُولَى وَحَدِيثُهَا
 بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ وَكَذَا عَوْدُهُ إِلَيْهِمَا مَعًا
 لِأَنَّهُ مَعْنَى مِنْ مَعَ الْأُولَى الْبَيَانُ وَمَعْنَاهَا
 مَعَ الثَّانِيَةِ ابْتِدَاءُ الْعَايَةِ وَإِسْتِعْمَالُ
 اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِي مَفْهُومَيْهِ
 غَيْرُ جَائِزٍ -

(تفسیر نیشاپوری جلد پنجم ص ۱۷۷)

بیروت طبع جدید

ترجمہ ربیبہ ریکیوں کے حرام ہونے کے لیے ان کی ماؤں سے دُخول کی شرط
 لگا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے "مِنْ نِسَائِكُمُ"

”الَّذِي دَخَلْتُمْ بِهِ“ اور اس میں درمیان۔ ابتدا کے غایت کے لیے ہے
 اور اس کا تعلق ”وَرَبَّائِكُمْ“ سے ہے۔ جیسے ”وَرَبَّائِكُمْ“
 ”الْمُرْسَلِ صَلَی اللہ علیہ وسلم“۔ ”وَرَبَّائِكُمْ“۔ ”وَرَبَّائِكُمْ“۔ ”وَرَبَّائِكُمْ“
 علی اللہ علیہ وسلم کی سیلار سقوت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے میں تشریح
 کا پہلے جملہ ”مَحَلَّاتِ“۔ ”مَحَلَّاتِ“ کی طرف لڑنا یا لا جماع باطل ہے
 اور اس کی طرف تشریح کا دونوں حملوں کی طرف ایک وقت لڑنا یا لا جماع باطل ہے
 پہلے جملے میں درمیان، ”مَحَلَّاتِ“ کے لیے ہے اور دوسرے ”وَرَبَّائِكُمْ“
 میں ابتدا کے غایت کے لیے۔ اور لفظ ”مَحَلَّاتِ“ کا استعمال ایک وقت
 دونوں معنوں میں ناجائز ہے۔

تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری کی عبارات کا اصل

پس منظر

آیت:-

أَقْبَهُاتُ نِسَاءَكُمْ وَاللَّاتِي فِي
 حُجُورِكُمْ نِسَاءَكُمْ وَاللَّاتِي دَخَلْتُمْ
 بِهِنَّ

دیکھ آخری رکوع

نہجہ۔ حرام کی کنس تو یہ تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری وہ پروردہ
 لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان تمہاری بیویوں سے کہ جن سے تم
 نے جماع کیا ہے۔

اس آیت میں عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک یہ ہے کہ جن عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جائے ان کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ۔ ان عورتوں کی مائیں نہام کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ لیکن پروردہ رطکیاں تب حرام ہوتی ہیں جبکہ ان کی ماؤں کے ساتھ جماع بھی کیا ہوا ہو بعض صحابہ کرام رضیہ فرماتے ہیں کہ بیویوں کی مائیں اور ان کی پروردہ رطکیاں اسی وقت حرام ہوتی ہیں جبکہ بیویوں کے ساتھ جماع کیا ہو۔ صرف نکاح سے حرام نہیں ہوتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عام صحابہ پاک رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ دخلتہم فیہم، کو صرف دو بایات کفر، کے لیے قید اور شرط بتاتے ہیں اور دو مقدمات نیسا نکم، کو الگ اور مستقل جملہ سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیسا نکم، کو بایات کفر، کے لیے قید اور شرط سمجھتے ہیں، کو بایات کفر، کے لیے قید اور شرط سمجھتے ہیں، کو بایات کفر، کے لیے قید اور شرط سمجھتے ہیں، کو بایات کفر، کے لیے قید اور شرط سمجھتے ہیں۔ امام رازی صاحب تفسیر کبیر اور امام نظام الدین صاحب تفسیر نیشاپوری رحمہما اللہ تعالیٰ عام صحابہ کی طرف سے دلائل نقل کرتے ہوئے بعض صحابہ کو بطور اذیم جواز دے رہے ہیں کہ اگر دو من نیسا نکم، اللہ تعالیٰ دخلتہم فیہم، کو دو مقدمات نیسا نکم، اللہ تعالیٰ دخلتہم فیہم، کے لیے قید اور شرط بنایا جائے تو آیت مذکورہ کی تفسیروں ہو جائے گی جیسا کہ آپ نے دونوں تفسیروں کی عبارت سے ملاحظہ فرمایا۔

فہذا امام فخر الدین رازی اور علامہ نظام الدین نیشاپوری نے ثابت کیا ہے کہ اگر اسی قید کو مذکورہ دونوں جہوں کے لیے قید اور شرط بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک مشترک فہم دہین، دو مختلف معنوں میں ایک وقت استعمال ہو جو کہ ناجائز ہے حقیقت یہ ہے کہ امام رازی اور علامہ نیشاپوری رحمہما اللہ درجہات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ خُدَيْجَةٍ،، کے الفاظ اس جگہ اس لیے لائے ہیں کہ ثابت ہو جائے کہ رُبَّاءُ بِكُمْ
الَّذِي فِي حُجُورِكُمْ قَيْنَ لَيْسَ بِكُمْ، میں حرفِ درمیں،، ابتداءً غایت کے لیے
ہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا ربیب ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔
اسی لیے ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ مبلغ صاحب ان عبارات کا مفہوم نہیں سمجھ سکے اور اگر
مفہوم و معنی سمجھ کر پھر رِبَّنَاتِ الرَّسُولِ مِنْ خُدَيْجَةٍ،، کے الفاظ سے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا ربیب ہونا ثابت کیا ہے تو یہ کد فریب اور جھوٹ کی
بہترین مثال ہے۔ ایسے لوگوں سے دین و دانش کی توقع عبث ہے۔
نوٹ:-

مولوی محمد اسماعیل نے تفسیر نیشاپوری کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے
لکھا ہے۔

”در چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں آیت رُبَّاءُ بِكُمْ الَّتِي،، کے تحت صاف
لکھا ہے کہ رِبَّنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ خُدَيْجَةٍ،، کہ ربیبہ ایسی بیٹیاں ہوتی
میں جیسے رسول اللہ کی ربیبہ بیٹیاں جناب خدیجہ سے،“

(فتوحات شیعہ ص ۱۹۸)

دیکھ لیا آپ حضرات نے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیٹیوں کو ربیبہ ثابت کرنے کے لیے اس عبارت میں رِبَّنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ،
کے الفاظ پر حرفِ دو کاف،، (جو تشبیر کے لیے ہوتا ہے) کو زیادہ کر کے یوں لکھا
ہے۔ ”رِبَّنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ،“ تاکہ ثابت ہو کہ ربیبہ بڑیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بڑیاں۔ مولوی اسماعیل نے بدترین خیانت کا ارتکاب
کرتے ہوئے حرفِ دو کاف،، اپنی گرم سے لگایا تاکہ اپنا اُتو سیدھا کر سکیں۔ لیکن بھول
گئے کہ کٹھن کی ہنڈیا تانجے؟

ہم اہل الصاف حضرات کو دعوتِ خود فکر دیتے ہیں کہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری ایسی کتابیں نہیں جن سے دنیائے علم ناواقف ہو۔ یہ کتابیں ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور دنیا کی تقریباً ہر دینی لائبریری میں موجود ہیں مولوی اسماعیل صاحب تو اپنی ڈفلی بجاتے بجاتے اگلی دنیا کو سدھارے مولوی اسماعیل کی تمام قدیت کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی مجتہد مذکورہ تفاسیر سے لفظ و بیانات، پر صرف تشبیہ (ک) دکھا دے تو سپہ پاس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کریں گے۔ مگر ہمارا دعوئے ہے کہ کوئی شیعوہ ذاکر، مولوی یا مجتہد ایسا لفظ ہرگز نہیں دکھاسکے گا۔

بناتِ رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر آئمہ

مذہب شیعہ کی نظر میں

(۱) انوار النعمانیہ :-

اِخْتَلَفَ اَصْحَابُنَا فِي اَنَّ رُقِيَّةَ وَاُمِّ كَلثُومَ هَلْ
هُمَا رَبِيبَتَاہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِمَّا ابْنَتَاہُ وَالْمَالُ
عِنْدَنَا لَا يَتَّفَعَاوْتُ لِاَنَّ عِثْمَانَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللہِ
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ كَانَ مُطَهَّرًا لِلسَّلَامِ وَكَانَ
التَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ یُرِیْدُ تَالِیْفَ قُلُوْبِہُمْ
وَدُخُولَ الْاِسْلَامِ اِلَیْہَا فَكَانَ یَلَا طِفْلُہُمْ بِاَنْوَاعِ
اللِّطَآئِفِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْمَنَاكِحَاتِ وَغَیْرِہَا۔

والانوار النعمانیہ جلد اول صفحہ ۳۶ نور فی مورو انبی

صلی اللہ علیہ وسلم محبوبہ تبریز طبع جدید

الْحَاصِلُ:

یہ کچھ اوراق کی مختصر تقریریں سے بعض شمس کا طہر و افق ہو گیا کہ حضور
نہا کیم کی الشریعہ کی چاندنی صابریاویاں تھیں۔ جن میں سے تمہیں کا انکار کو کے
شیعوں نے نبی کی الشریعہ کی دہشت بڑی گستاخی کی ہے۔ جو درحقیقت بغض حق
عثمان رضی جیسے جرم کا شہانہ ہے۔ اللہ شیعہ فرقہ کو ہلاکت عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت قبلہ سیدی و

سندی حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف، ضلع گوجرانوالہ



اگر شیعوہ فرقہ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حیدر نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف میں گمراہی بات منسوب کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھے گالی دیا کرو کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

چنانچہ ان کی مشہور کتاب، نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔

أَمَّا الشَّيْءُ فَسَيُؤْنِيْ فَيَأْتِيْ زَكْوَةً وَلَكُمْ رِيْجَاءٌ

یعنی تمہیں اجازت کہ مجھے گالی دیا کرو کیونکہ یہ میرے لیے زکات اور

تمہارے لیے دوزخ سے نجات ہے۔

پتہ چلا شیعوہ فرقہ محب علی نہیں دشمن علی ہے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ سے کچی محبت رکھنے

والا گروہ ہے تو وہ اہل سنت کا ہے جن کی کتب میں یہ حدیث موجود ہے کہ التضرعی وجہ علی عبادۃ
علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

پھر شیخ فرقہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ ابو بکر صدیقؓ کی بیعت نہ کرنا چاہتے تھے تو لوگوں نے ان کے
گلے میں رسی ڈال لی کھینچ کرے اُسے اس طرح سے ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کروائی چنانچہ ان کی
کتاہوں میں ہے۔

جلد العیون:

پس کافراں بیسمانی در گردن امیر المؤمنین انداختند و بسوئے مسجد کشیدند۔
(حوالہ کے لیے دیکھئے۔)

(۱۔ جلد العیون جلد اول ص ۲۱۹)

(۲۔ حاکم حیدری ص ۲۸۲)

(۳۔ رجال کشی ص ۱۴ وغیرہ)

ترجمہ:

یعنی لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین کے گلے میں رسی ڈال لی اور کھینچ کر مسجد میں
لے آئے۔

میں سیدہ ہوں اور کوئی غیرت مند شخص اپنے خاندانی بزرگوں کی توہین برداشت
نہیں کر سکتا۔ تو کیسے ممکن ہے کہ شیخ فرقہ حضرت علیؓ کو بزدل کہے ڈرپوک بتلائے اور ان کے
گلے میں رسی ڈال کر بازاروں میں لٹھماکے اور سیدہ سے برداشت کر جائیں اس لیے ہمیں
شیخ فرقہ سے نفرت ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ محبوب ہے جن کا ایمان ہے کہ

شام و دال شیعہ یزدان قوت پروردگار۔

لا فتی الا علی لا سب الا علی

جیکڑ شیعوں کا یہ کہنا ہی جھوٹ ہے کہ حضرت علیؓ بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ انہوں نے اپنی جان کے گڈے سے بزدلی سے بیعت کی تھی۔ کیونکہ ان کی اپنی کتابیں تاریخ میں ہے۔

فمشیيت عند ذلك الحی ابی بکر و بايعته و نهضت
فی تلك الاحداث فتولى ابوبکر تلك الامور
وسدد و يرو قارب فصحيته مناصحاً
وَ اطعته فيما اطاع الله فيه
جاهداً۔

دناخ التواريخ حالات حضرت علیؓ

جلد ۲ ص ۱۲۲

ترجمہ:

میں خود علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر لی اس کے بعد میں نے تمام مصائب و حوادث میں اس کی مدد کی۔

سیدنا حضرت علیؓ تہنشاہ ولایت، مظہر العجائب والفرائب کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ اور آپ کے بچوں و عتیموں بھائیوں اور چند خادموں نے میدان کربلا میں یزید کی بیعت قبول نہ کی اور شہادت قبول کر لی۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ شیر خدا کے صاحبزادے نے تو بیعت نہ کی اور شیر خدا نے بیعت قبول کر لی۔! یہ تہنشاہ ولایت پر محض ایک الزام ہے۔! خدا کا خوف کرو اور ہوش کرو۔

سیدنا محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوار شریفی سے قطع گوہر انوار
بروز جمعۃ المبارک ۲۹ شعبان ۱۴۰۶ھ

شان صحابہؓ ردِ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
محکم دین علی نقشبندی

تالیفات

- ☆ ردِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شعیہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے اہم فول خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔

فقہ جعفریہ
جلد ۴

جہاد جعفریہ
جلد ۵

عقائد جعفریہ
جلد ۳
میزان الکتب

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسوالیہ شیرازیہ
بلال گنجہ لاہور پاکستان فون 7227228